

نگارشاتِ داؤد

مضامین از قلم:

محمد داؤد الرحمن علی







شائع کردہ

الغزالی فورم

ہم اپنا معیار زمانے سے جدا رکھتے ہیں

ہم تو محبوب بھی محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھتے ہیں

نگارشاتِ داؤد

مضامین از قلم

محمد داؤد الرحمن علی

شائع کردہ: الغزالی فورم

www.algazali.org

﴿جملہ حقوق محفوظ ہیں﴾

کتاب:	نگارشات داؤد
مضامین از:	محمد داؤد الرحمن علی
ضبط و ترتیب:	انتظامیہ الغزالی فورم
باہتمام:	الغزالی اردو فورم
ویب سائٹ:	www.algazali.org


بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست مضامین

1)حرف دعا 5
2)حرف شیرین........ 7
3)حرف آغاز........ 9
4)پیش لفظ 13
5)عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 18
6)حفاظت قرآن اور ہماری غفلت 24
7)استقبال رمضان اہم گزارشات 34
8)دینی تعلیم 45
9)فضائل لیلۃ القدر 58
10)مسائل رمضان 67
11)ادب کی اہمیت 72
12)صحابہ اکرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کے واقعات 79

13)حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات زندگی 85
14)ماہ رجب المرجب کی فضیلت 91
15)علامات محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم 96
16)ماہ رمضان احادیث کی روشنی میں 103
17)شب قدر کی فضیلت 107
18)رمضان کیسے گزاریں... 112
19)توبہ کی فضیلت 116
20)حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ.. 121
21)بارگاہ رسالت مآب ﷺ کا ادب 124
22)فضائل ختم نبوت 130
23)حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ 144
24)حضرت مولانا حافظ محمد احمد قاسمیؒ 150
25)دنیا فانی ہے 154
26)فضائل رمضان 159
27)جنتیوں اور دوزخیوں کو اپنے ٹھکانوں کا کیسے علم ہوگا؟ 166

28)حضرت مولانا حافظ محمد یسین دیوبندیؒ 169
29)سفر عشق 171
30)فضائل ذی الحجہ 175
31)جنت کا تعارف 186
32)حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ 188
33)میرے بھائی مولانا محمد حفظ الرحمن فاروقؒ 196
34)غیر محسوس مگر تباہ کن سزائیں 204
35)اردو زبان کی کہانی 209
36)شوال کے روزے 214
37)لبیک یا اقصی 221
38)لیلۃ الجائزہ (چاند رات کی فضیلت) 238
39)دوست 244
40)فضائل اعتکاف 249
41)استاد کی فضیلت 262
42)ہمیں یہ زیب نہیں دیتا 271

43)فضائل شبِ براءت 280

44)اپریل فول 288

45)سال نو اور ہماری خرافات 298

46)فضائل ومسائل قربانی..305

47)صدقہ کیا ہے؟ 319

48)فضائل رمضان 323

49)امام بخاری رحمہ اللہ کے مختصر حالات 332

50)7ستمبر یوم دفاع ختم نبوت 337

51)والدین..364

52)قطع تعلقی قرآن وحدیث کی روشنی میں 370

حرف دعا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد!

میں نے ''نگارشات داؤد'' کی فہرست اور دو مضمون ''دینی تعلیم'' اور ''فضائل ختم نبوت'' پڑھے۔ ماشاءاللہ ان مضامین کو احسن طریقے سے قرآن پاک اور احادیث شریفہ سے مدلل اور مزین کیا گیا ہے۔ سہل اور دل کو موہ لینے والا انداز اختیار کیا گیا جس سے معمولی پڑھے لکھے اور قلم کے شہسوار، مدرس، منبر و محراب کے بلند بانگ خطباء اور مضمون نگار آسانی سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس بچے کے قلم کو مزید اشھد کرے، مضامین کے انتخاب اور تحریر کے جواہرات کی احسن تنظیم نصیب فرمائے اور اخلاص کے ساتھ عمل کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔

کتاب میں مفتی صاحب کا حرف شیریں اور ایک محترمہ عالمہ صاحبہ کا پیش لفظ پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ ہمارا یہ بچہ محمد داؤدالرحمن علی ان کی نظر میں اچھا مضمون نگار اور قابل صد

تحسین ہے۔ان حضرات کا شکریہ ادا کرتاہوں کہ انہوں نے بچے کو حوصلہ دیکر اس میدان میں اُتار دیاامید ہے انگلی پکڑ کر اپنے ساتھ اس میدان میں منسلک رکھیں گے۔

ایک وقت تھا کہ بیماری کی حالت میں چار پائی پر رہتا تھا نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ اسے بیت الخلاء میں بھی اٹھا کر لے جانا ہوتا۔ماشاءاللہ اب کافی تندرست ہو چکا ہے۔پیٹ اور کمر کا کچھ مسئلہ باقی ہے۔دعاہے اللہ پاک ان بیماریوں سے بھی نجات عطافرمائے۔آمین

الحمداللہ اس نے اپنے بڑے بھائی مولانا محمد حفظ الرحمن فاروق رحمہ اللہ کے اکثر کام سنبھال لیے ہیں جس سے مجھے راحت اور فراغت میسر ہوئی ہے۔اللہ تعالیٰ حامی وناصر ہو۔

والسلام

ابو عبید خادم حسین غفرلہ

جامعہ عثمانیہ گلشن بلاک لاہور

19 محرم الحرام بمطابق 6اگست 2023

حرف شیریں

مشہور کہاوت ہے ’’ہونہار برواکے چکنے چکنے پات‘‘اس کہاوت کامصداق ہمارے محترم مولانامحمد داؤدالرحمن علی صاحب سلمہ بھی ہیں جن کواللہ تعالیٰ نے پڑھنے کے زمانے سے ہی لکھنے کاستھراذوق بخشاہے،وہ مطالعہ کے رسیاہیں ،شیریں کوتوصرف فرہاد کی جستجو تھی، قیس کوصرف لیلیٰ سے مطلب تھالیکن ہمارے مولانامحمد داؤدالرحمن صاحب کے لئے ہر نئی کتاب شیریں ہے، ہر نیاکتابچہ بمنزلہ ٔفرہادہے،وہ ڈوب کرپڑھتے ہیں اورڈوب کرلکھتے ہیں،ان کی تحریروں میں شگفتگی ہوتی ہے، برجستگی ہوتی ہے،آمدہوتی ہے، معلومات ہوتی ہیں،خلوص جھلکتاہے،دردا ور کرب کااحساس ہوتاہے۔

ملی مسائل سے زیادہ انھیں دینی مسائل سے تعلق ہے،دینی باب میں بھی انھیں اخلاق اورعبادات سے بہت تعلق ہے ،اسی لئے وہ عموماً عبادات پر،عبادات کے سلسلہ میں عوام کی کوتاہیوں پر،عبادات کی ضرورت اوراہمیت پرلکھتے ہیں اورخوب لکھتے ہیں۔اُن کے موفق ہونے کی بات ہے کہ کم سنی اورکم عمری میں ہی ان کی نصف درجن سے زیادہ کتابیں منصۂ شہودپر جلوہ فگن ہوکرداد تحسین وآفرین حاصل کرچکی ہیں۔

پیش نظر کتاب ان کی کوئی مستقل کتاب نہیں ہے بلکہ وقتاً فوقتاً ان کے قلم سے جو علمی دینی،ادبی،دعوتی شہ پارے نکلے اور سوشل میڈیا پر،یا کسی رسالے اور کتابچے میں شائع ہو گئے ان ہی گلہائے رنگارنگ سے موصوف نے چمن کو زینت بخشی ہے۔مجھے تعجب ہوتا ہے کہ اتنی ساری ذمہ داریوں کے باوجود انھیں اتنا وقت کیسے مل جاتا ہے۔ابھی ماضی قریب میں انھوں نے میرے کچھ منتشر مضامین کو جمع کر کے ''واردات دل'' کے نام سے پی ڈی ایف کی شکل میں نشر کر دیا جس کی ضخامت تقریباً ڈھائی سو صفحات تھی۔

بہر حال اس مجموعہ کے اکثر مضامین میرے پڑھے اور دیکھے ہوئے ہیں اور ان کی افادیت اور معتبریت کا مجھے یقین ہے۔اللہ تعالیٰ اس کتاب کو بھی قبولیت عطا فرمائے۔اور ان کا اشہب قلم یوں ہی طرارے بھرتا رہے۔آمین یارب العلمین

ناصرالدین مظاہری

استاذ مظاہر العلوم (وقف) سہارنپور

۱۴ جولائی ۲۰۲۳

حرف آغاز

اللہ کا فضل و شکر ادا کرتا ہوں کہ اللہ پاک نے پرورش اسلامی، علمی، ادبی، تحقیقی ماحول میں عطا فرمائی۔ بچپن سے ہی اپنے شیخ و مربی، استاد گرامی، والد محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو علمی و تحقیقی کام کرتے دیکھتے ہوئے منزلیں طے کیں۔ والد گرامی کو جب کام میں مشغول پاتا تو کہیں نہ کہیں مجھ میں بھی لکھنے کی خواہش پیدا ہوتی تھی۔

حفظ کے بعد جب درس نظامی کا آغاز ہوا تو ایک دن کسی اسلامی پوسٹ کی تلاش میں ایک فورم پر رجسٹرڈ ہوا۔ وہاں جناب محترم اسداللہ شاہ صاحب نے الغزالی فورم پر آنے کی دعوت دی۔ جب اس فورم پر رجسٹرڈ ہوا تو ہر طرف بڑے بڑے ادباء اور شیوخ موجود تھے۔ یہاں لکھنا تو درکنار سوچنا بھی میرے لیے مشکل تھا کہ اتنے عظیم لوگوں میں اپنے قلم کو جنبش دوں۔ ایک دن جسارت کرکے ہمت جوڑ کر چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ لکھے۔ میں اس وقت حیران رہ گیا جب علم کے سمندروں نے ان چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ کو بہترین قرار دیکر میرا حوصلہ بڑھایا۔ اور یوں اس سفر کا آغاز ہوا۔

حضرت والد گرامی کے طرز عمل کو دیکھتا اور اسی پر کاربند ہونے کی کوشش کرتا اور ٹوٹے الفاظ کو ایک دھاگے میں پرونے کی کوشش کرتا رہتا۔اس دوران اللہ پاک نے سفر حرمین شریفین کی توفیق دی۔ جب اس مبارک سفر سے واپس آیا تو حضرت اقدس مولانا محمد احمد قاسمی صاحب، حضرت مولانا مفتی ناصر الدین مظاہری صاحب و دیگر احباب نے سفر نامہ لکھنے پر زور دیا۔ اب ایک ایسا طالب علم جو ابھی سیکھنے کے مراحل میں تھا وہ سفر نامہ کیسے لکھ سکتا تھا۔؟ یا یوں کہوں جس کو سفر نامہ لکھنے کی الف بھی نہ آتی تھی وہ سفر نامہ کیسے لکھتا۔

مشکور و ممنون ہوں قاسمی صاحب و مفتی صاحب کا ہمہ وقت حوصلہ بڑھاتے رہے۔ لیکن اس سفر نامہ کو مکمل کرنے کی ہمت نہ تھی۔ ایک دن حضرت مفتی صاحب نے بطور حکم کہا اس سفر نامہ کو لکھو۔ کشمکش میں تھا کیا کروں؟ اس دوران حضرت والد گرامی تشریف لائے تو جسارت کرکے گوش گزار کردیا۔ مجھے آج بھی وہ الفاظ یاد ہیں جن سے مجھے لکھنے کا حوصلہ ہوا۔ فرمایا:

"ہمت کرو! کامیابی قدم چومے گی۔"

ساتھ ہی حضرت مفتی صاحب کا میسج ملا

"داؤد! ہمت کرو، اس کی کامیابی وقت ثابت کرے گا۔"

اسی طرح میرے بہت ہی عزیز بھائی حضرت مولانا محمد حفظ الرحمن فاروق رحمہ اللہ نے حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہا تھا:

''کامیابی حاصل کرنے کے لیے کامیابی کا زینہ چڑھنا پڑتا ہے، اگر تم ایسے رہے تو کامیابی نہیں ملے گی، قدم پڑھاؤ اللہ کامیابیاں دے گا۔''

بس پھر کیا تھا اپنی حیثیت اور اپنے دماغ کے مطابق اس کو چھوٹی چھوٹی قسطوں میں لکھنے کی کوشش شروع کردی۔ جب پہلی قسط مکمل کرنے میں کامیاب ہوا تو لرزتے دل کے ساتھ اس کو پوسٹ کردیا۔

پھر دیکھا اپنی نظروں سے اللہ کی رحمت کا نظارہ اور اساتذہ کی دعاؤں کا ثمر کہ آن کی آن وہ تحریر سب کو پہنچی اور تبصروں کا انبار لگ گیا۔ حوصلہ افزائی سے ہمت ہوئی تو اس کو مکمل کیا۔ مکمل ہونے تک اندرون و بیرون ملک ہزاروں لوگ اس کو پڑھ چکے تھے اور تبصرہ جات سے نواز چکے تھے۔ کافی احباب نے اس سفرنامہ کو پی ڈی ایف کتابچہ کی شکل دینے کی فرمائش کی اور حضرت مولانا عطاء رفیع صاحب نے اس کا ذمہ لیا اور مشورہ سے ''پھر سُوئے حرم لے چل'' نام سے کتاب کو سب کے سامنے پیش کیا جو آن کی آن مقبول ہوگئی اور یوں میرا تحریری میدان میں باقاعدہ سفر کا آغاز ہوا اور میں نے اپنے والد کے الفاظ کے عین مطابق کامیابیوں کو سمیٹا۔ اپنے والد گرامی و اساتذہ کی دعاؤں کے ساتھ اور بھائی جان مرحوم کی ہمہ وقت حوصلہ افزائی کے ساتھ جب اس میدان میں اترا تو پھر کامیابیاں سمیٹتے ہی چلا گیا اور جہاں بھی لکھا کامیابیاں مقدر بنیں۔

کچھ عرصہ قبل الغزالی فورم انتظامیہ کی جانب سے اراکین الغزالی کے مضامین پر مشتمل پی ڈی ایف کتابوں کا سلسلہ شروع کیا تاکہ اراکین کی حوصلہ افزائی ہو۔اس سلسلے کا آغاز حضرت مفتی ناصرالدین مظاہری صاحب کے مضامین پر مشتمل کتاب ''واردات دل'' سے ہوا۔ پھر مولانا احمد قاسمی صاحب کی کتاب "پیام زیست" اوراب میرے ٹوٹے پھوٹے الفاظ پر مشتمل "نگارشات داؤد" آپ کی خدمت میں پیش ہے۔

یہ انتظامیہ کا خلوص تھا کہ انہوں نے میرے چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ کو جمع کیا اور ایک خوبصورت کتاب میں تبدیل کیا ورنہ میں یا میرے الفاظ اس قابل نہیں تھے۔میں انتظامیہ کا تہ دل سے مشکور ہوں کہ میرے چنندہ مضامین کو اکھٹا کرکے آپ کے سامنے پیش کررہے ہیں۔

دعاگو ہوں اللہ پاک میرے ان چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ عوام الناس کے لیے مفید بنائے اور میری آخرت کا سامان بنائے۔اور انتظامیہ کی اس محنت و کاوش کو قبول فرماتے ہوئے اپنے ہاں سے اس کا عظیم بدلہ نصیب فرمائے۔آمین ثم آمین

محمد داؤدالرحمن علی

26ذی الحجہ 1444ہجری

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم امابعد!

گلوں کے جسم میں خوشبو اتار دیتا ہے
جلالِ حُسن تو پروردگار دیتا ہے
وہ ٹانک ٹانک کے روشن تبسموں کے گلاب
غمِ حیات کی زلفیں سنوار دیتا ہے
وہ لفظ لفظ کو دیتا ہے موتیوں کی چمک
وہ کاوشاتِ قلم کو نکھار دیتا ہے
وہی تو دیتا ہے لہجوں کو رنگِ پیراہن
وہ حرف حرف کو جلوہ ہزار دیتا ہے

اللہ رب العزت کے ہم پر اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانات ہیں جن میں سے سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ ہماری دنیا و آخرت کی ہر قسم کی اصلاح و فلاح اور نجات کے لیے نبوت و رسالت کا ایک مقدس اور پاکیزہ سلسلہ شروع کیا جس کی آخری کڑی جناب محمد کریم ﷺ ہیں۔ دعوتِ دین اور احکام شرعیہ کی تعلیم دینا شیوۂ پیغمبری ہے۔ تمام انبیاء و رسل کی بنیادی ذمہ داری تبلیغ دین اور

دعوت وابلاغ ہی رہی ہے، امت مسلمہ کو دیگر امم سے فوقیت بھی اسی فریضہ دعوت کی وجہ سے ہے۔اور دعوت دین ایک اہم دینی فریضہ ہے، جو اہل اسلام کی اصلاح، استحکام دین اور دوام شریعت کا مؤثر ذریعہ ہے۔ لہذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اسے شریعت کا جتنا علم ہو، شرعی احکام سے جتنی واقفیت ہو اور دین کے جس قدر احکام سے آگاہی ہو وہ دوسروں تک پہنچائے۔

نہایت عظیم ہوتے ہیں وہ لوگ جن کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف خلق خدا کی خدمت، فلاح اور بھلائی ہوتا ہے اور بہت عظمت والی ہوتی ہے وہ قوم جو انتہائی عظیم لوگ پیدا کرتی ہے۔ یہ لوگ زبان، ذات، علاقے اور مذہب کا فرق کیے بغیر ہر ایک سے محبت اور ہر ایک کی خدمت کرنے کے لیے اپنی توانائیاں صرف کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ چمکتے ستاروں کی مانند قوم کے لیے مشعل راہ بن جاتے ہیں۔

انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا اب دعوت و تبلیغ کا ایک مستقل پلیٹ فارم بن چکا ہے، اور اس میدان کے بھی کچھ شہسوار ہیں، جن کی دعوت و تبلیغ سرحدی حدود قیود سے ماوراہو کر روشنی کی طرح اطراف واکنافِ عالم میں ہم زبانوں کی آنکھوں کو خیرہ کر رہی ہے، محمد داؤد الرحمن علی بھی انہیں نوجوان علمائے کرام میں سے ایک ہیں، جنہیں اللہ تعالی نے دین کی ترویج اور نشر واشاعت کے لیے جدید وسائل و ذرائع کو استعمال کرنے کا سلیقہ عطا فرمایا ہوا ہے، آپ جامعہ عثمانیہ گلشن بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور، پاکستان سے تعلیم یافتہ ہیں۔ قاری محمد اسلم صاحب سے قرآن حفظ کیا۔ آپ کے اساتذہ حضرت مولانا خلیل الرحمن حقانی صاحب، آپ کے والد بزرگوار حضرت

مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا عاشق حسین صاحب، حضرت مولانا فرید احمد حقانی صاحب، حضرت مولانا عبدالرؤف علوی صاحب، حضرت مولانا یسین احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا شوکت علی اعوان، حضرت مولانا محمد عبداللہ ہزاروی، حضرت مولانا محمد عبیدالرحمن صدیق صاحب، حضرت مولانا محمد عمیر نواز عثمانی اور حضرت مولانا مفتی محمد شمس الرحمن عثمان جیسی مایہ ناز شخصیات ہیں جن سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ عرصہ دراز سے اسی جامعہ میں ناظم کی حیثیت سے دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

محمد داؤدالرحمن علی صاحب کو اللہ رب العزت نے زبان ہوش مند، فکر ارجمند دلِ درد مند اور علمی بصیرت سے پُر قلم کی دولت سے نوازا ہے، اچھا بولتے ہیں، اچھا لکھتے ہیں اور ضرورت کے مطابق اسے منظر عام پر لاتے ہیں۔ اپنے فکر انگیز نظریات کے سبب قارئین پر گہرے نقوش چھوڑتے ہیں جو کہ ایک اسلامی فلسفہ، علم وحکمت، تصوف وروحانیت، معاشرتی اقدار اور اخلاقیات کی اصلاح کے لیے اساسی حیثیت رکھتے ہیں۔ کم عمری سے ہی تحریر وتقریر سے منسلک ہیں۔ بیسیوں مضامین بھی تحریر کیے جو مختلف رسائل وجرائد کے صفحات کی زینت بنتے رہتے ہیں۔ محمد داؤدالرحمن علی صاحب کا پہلا پی ڈی ایف سفر نامہ "پھر سُوئے حرم لے چل" پی ایچ ڈی لیول کے مقالہ میں شامل کیا گیا۔اس کے علاوہ عشق رسول ﷺ، فضائل سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ، فضائل ومسائل رمضان جیسی چند مختصر پی ڈی ایف قارئین کی خدمت میں پیش کی گئیں جو مقبول عام ہوئیں۔

فیس بک، واٹس ایپ، اردو فورمز وغیرہ پر علمی ودعوتی مضامین تحریر کرنا، صارفین کے سوالات کو سننا، اور اہتمام سے جواب لکھنا آپ کی شخصیت کا نمایاں پہلو ہے۔ محمد داؤدالرحمن علی صاحب کی تحریریں سوشل میڈیا پر تواتر سے آتی رہتی ہیں، جس سے محسوس ہوتا ہے کہ آپ نہایت منظم و مرتب زندگی گزار رہے ہیں، ورنہ یہ میدان ایسا ہے کہ اس میں انسان کے اندر ذرا سی بھی غفلت ہو تو گھنٹوں ضائع ہونے کی خبر تک نہیں ہوتی۔

محمد داؤدالرحمن علی صاحب "العزالی اردو فورم" کے منتظم اعلی اور الغزالی فورم کے ترجمان "افکار قاسمی" کے مدیرالتحریر اور جامعہ عثمانیہ کے برقی مجلہ "نوائے خادم" کے مدیراعلی کے فرائض بھی سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ الغزالی فورم کی ایک مایہ ناز، باعثِ افتخار، ہردل عزیز شخصیت ہیں۔

عموما ہمارے ہاں تحقیق و تصنیف اسے سمجھا جاتا ہے، جو باقاعدہ پریس سے چھپ کر آئے، لیکن اب بہرصورت سوشل میڈیا کے گردوغبار میں بھی بعض تحریریں تحقیقی اور قیمتی ہوتی ہیں، زیرِ نظر کتاب "نگارشات داؤد" بھی مولانا محمد داؤدالرحمن علی صاحب کی مختلف قیمتی تحریروں کا مجموعہ ہے، جو متنوع موضوعات پر مختلف اوقات میں لکھی گئی ہیں، اور انہیں "نگارشات داؤد" کے نام سے سافٹ کاپی کی شکل میں مرتب کردیا گیا ہے۔اس کتاب میں بزرگان دین کا تعارف بھی ہے۔ علم وادب سے مزین تحاریر بھی ہیں اور فقیہانہ بیان بھی ہیں، تاریخ بھی

ہے اور مذہب بھی۔ روحانیت بھی ہے اور جمالیات بھی۔ الغرض کتاب میں علم وادب کے ساتھ ساتھ موعظت ونصیحت اور دینی اعمال میں لگے رہنے کی ترغیب بھی ملتی ہے۔

الغزالی فورم پر مولانا موصوف کے بے شمار قیمتی مضامین کی ایک طویل فہرست موجود ہے۔ میری خواہش تھی کہ میں ان منتشر مضامین کو مرتب کر کے الغزالی اردو فورم کی طرف سے قارئین کرام کے لئے ایک تحفہ کی صورت میں پیش کروں، چنانچہ میں اپنی کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوئی ہوں اس کا فیصلہ معزز قارئین کرام کریں گے۔ ان تحریروں کو پڑھنے والے کچھ حاصل کر سکیں گے ؟ یہ تو وہی جان سکتے ہیں، البتہ "پھر سوئے حرم لے چل" مولانا موصوف کا سفر نامہ عمرہ جن لوگوں کی نظر سے گزر چلا ہے وہ ان تحریروں سے فائدہ ضرور حاصل کر سکیں گے۔ میں مضمون نگاری کے اس کہکشاں کو ان کی خداداد ذہانت ، قابلیت اور صلاحیتوں پر تہہ دل سے پُر خلوص مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ اور بارگاہِ رب العزت میں دعا کرتی ہوں کہ اللہ تعالی مولانا صاحب کو صحت کیساتھ طویل عمر عطا کرے اور دین کی خدمت کا بھرپور جذبہ عطا فرمائے۔ ایسی شخصیتوں پر بلاشبہ ہمیں ناز ہے۔

طاہرہ فاطمہ

3 ذیقعد 1444 ہجری بمطابق 23 مئی 2023

عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسا عنوان ہے جس کا ذکر آتے ہی ایک عاشق رسول کے دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی اور جذبات مچلنے لگتے ہیں، سوز و گداز قلب و روح کو گرمانے لگتا ہے، محبت کی چنگاریاں اندر اندر ی سکنے لگتی ہیں اور دل جان کائنات و جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی جانب کھنچنے لگتا ہے، دیدار مصطفی وزیارت روضہ انور ﷺ کی تمنا موجیں مارنے لگتی ہے، انسان چاہتا ہے کہ بس کون سا وقت ہو روضہ رسول ﷺ ملا کہ تم پر حاضری دوں، زمین سمٹ جائے کہ آنکھوں سے مدینہ دیکھ سکوں، سفر سمٹ جائے کہ مدینہ کی ہواؤں میں پہنچ جاؤں۔

الغرض ایک سچے مسلمان کی یہی شناسی ہوتی ہے جب اس کے سامنے آقائے نامدار سلیم ﷺ کا ذکر آئے تو اس کے دل میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دریا موجزن ہو جاتا ہے۔

عاشق رسول ﷺ کا مطلب:

عاشق رسول کا مطلب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کرنے والا ، نبی ﷺ کی اداؤں پر مر مٹنے والا ، نبی ﷺ کی سنتوں کو اپنانے والا ، نبی ﷺ کی اطاعت وفرماں برداری میں دل وجان نچھاور کرنے والا ، نبی ﷺ کے قول وعمل کی خلاف ورزی سے بچنے والا اور پوری زندگی سنت کے مطابق گزارنے والا ہو۔

عشق رسول ﷺ دراصل محبت الہی کا ذریعہ ہے:

اللہ رب العزت قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

قُلْ إِنْ كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

کہ دو اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو تاکہ تم سے اللہ محبت کرے اور تمہارے گناہ بخشے ،اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(سورۃ آل عمران 31)

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے محبت الہی کا حصول رسول کریم ﷺ کی اطاعت سے مشروط فرمایا ہے۔

یعنی امت محمدیہ ﷺ کو یہ سمجھایا جارہا ہے اگر تم نے اللہ کی محبت کو پانا ہے تو تمہیں پہلے محبت رسول ﷺ پانا ہوگی۔

اللہ کی اطاعت کے ساتھ رسول ﷺ کی اطاعت بھی ضروری ہے:

اللہ رب العزت قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِيْنِ

کہ دو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو، پھر اگر وہ منہ موڑیں تو اللہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔(سورۃ آل عمران 32)

اس آیت مبارکہ میں اللہ پاک حکم ارشاد فرمارہے ہیں کہ اگر تم میری محبت کا حصول چاہتے ہو تو رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔ اطاعت رسول ﷺ کے بغیر میری محبت کو پانا ناممکن ہے۔

دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

مَّنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ

جس نے رسول کی اطاعت کی پس تحقیق اس نے اللہ کی اطاعت کی۔(سورۃ نساء آیت نمبر 80)

رسول اکرم ﷺ کی ہستی کو ہر رشتہ سے زیادہ محبوب رکھو:

اللہ رب العزت قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

(اے رسول) کہہ دیجئے اگر اپنے باپ دادا اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور خاندان اور مال جو لوگ تم جمع کرتے ہو اور تجارت جس کے خراب ہونے کا تمہیں ڈر ہے اور گھر جو تمہیں پسند ہیں (اگر یہ

سب کچھ) تم لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو پھر انتظار کرو یہاں تک کہ (دنیا اور آخرت میں تمہاری ذلت وتباہی کے لئے) اللہ کا حکم آجائے اور (اگر ایسا ہی کرتے رہو گے تو یاد رکھو) اللہ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا (سورۃ التوبہ)

اس آیت مبارکہ میں اللہ واضع حکم ارشاد فرمارہے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سے محبت اپنے ہر قریبی اور محبوب رشتہ سے زیادہ رکھو۔ اگر تم اپنے قریبی و محبوب رشتہ کی محبت کو نبی کریم ﷺ کی محبت سے بڑھایا تو پھر اللہ کے حکم کا انتظار کرنا۔

اگر کامیابی چاہتے ہو تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو سب سے زیادہ محبت کرو ورنہ ایمان کامل نہ ہو گا۔ اسی طرح ایک حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے واضع بتلادیا جب تک تم اپنی جان سے زیادہ مجھ سے محبت کردو ورنہ ایمان کامل نہ ہو گا۔

حضرت عبداللہ بن ہشام کا کہنا ہے کہ ہم ایک دن حضور پاک ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ نے حضرت عمر فاروق کا ہاتھ تھاما ہوا تھا تو حضرت عمرؓ نے کہا اے اللہ کے رسول آپ مجھے میری جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ

نہیں اُس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جب تک کہ میں تمہیں تمہاری جان سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں تو تم مومن نہیں ہو سکتے۔ حضرت عمر نے کہا آپ اب مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں تو رسول کریم نے فرمایا "اب تمہارا ایمان کامل ہوا۔ (بخاری شریف، کتاب الایمان)

ایک کلمہ پڑھنے والے کے لئے رسول اکرم ﷺ سے بڑھ کر خدا کے بعد کوئی بھی پیارا نہیں ہو سکتا جن کے صدقے اللہ نے تمام جہان پیدا فرمائے۔ یاد رکھیں ایمان کی مٹھاس بھی اُسے ہی حاصل ہوتی ہے جو سرکار دوعالم ﷺ سے محبت کرتا ہے۔

ہمارا یہ کامل یقین ہے کہ سید الانبیاء حضرت محمد مصطفی ﷺ سے محبت و عقیدت مسلمان کے ایمان کا بنیادی جزو ہے اور کسی بھی شخص کا ایمان اس وقت تک مکمل قرار نہیں دیا جا سکتا جب تک رسول اکرم ﷺ کو تمام رشتوں سے بڑھ کر محبوب و مقرب نہ جانا جائے۔ علامہ اقبال مرحوم نے کیا خوب کہا تھا۔

نماز اچھی، حج اچھا، روزہ اچھا، زکوۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے کے مسلمان ہو نہیں سکتا
ناجب تک کٹ مروں میں خواجہ بطحا ﷺ کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا

آج ہمارے تمام تر مسائل کی وجہ یہی ہے کہ ہم نے اپنے نبی کریم اپنا پیار کی زندگی سے سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی بجائے محض اُن کی محبت کو زبانی کلامی دعوؤں تک محدود کر دیا ہے۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہمارا دعوی تو عشق رسول ﷺ کا ہو مگر ہم اُن کی زندگی کو اپنانے اور اپنی زندگی میں اُن کے کردار و افعال کو لانے میں کامیاب نہ ہو پاتے ہوں۔

ہمیں اس پر سوچنا چاہئے کہ یا تو ہم دعوی میں جھوٹے ہیں یا پھر ہمیں آپ ﷺ کی زندگی کو اپنی زندگیوں میں لانا ہوگا۔ ہر صاحب ایمان کی محبت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنی جان و مال سے کہیں بڑھ کر ہے، اس لیے ہمیں باقاعدگی سے خود کا محاسبہ کرنا چاہئے کہ کیا واقعی ہم اس محبت کا حق بھی ادا کر رہے ہیں یا محبت کا دعوی تو کر رہے ہیں مگر اپنے افعال سے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچا رہے ہیں۔ ایک مرتبہ سوچیئے گا ضرور۔

دعا ہے اللہ پاک ہم سب کو عشق رسول ﷺ نصیب فرمائے اور حقیقی معنوں میں اطاعت رسول اکرم ﷺ کرتے ہوئے محبت الہی نصیب فرمائے۔

آمین ثم آمین!

حفاظت قرآن اور ہماری غفلت

قرآن اللہ کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہے:

قرآن مجید فرقان حمید رب کائنات کا نازل کردہ عظیم کلام ہے، جو ہدایات ربانی کا منبع اور ساری انسانیت کے لئے نسخۂ کیمیا ہے، جس کی آیات بینات سراسر ہدایت اور سراپاشفا ہیں۔قرآنِ مجید اللہ تبارک وتعالیٰ کی آخری کتاب ہے اوراس کے پروردگارِ عالم کی طرف سے ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔قرآن کریم و فرقان حمید میں میں اللہ نے بیک وقت عقائد، عبادات، معاشرتی معاملات، سیاسی زندگی، تجارت اور زندگی کے جملہ اُمور سے متعلق رہنمائی کو سمودیاہے۔یہ کتاب علم، حکمت، ہدایت اور شفایابی کا ایک بحرِ بے کراں ہے جو رہتی دنیاتک کے لوگوں کے لیے ایک مکمل ضابطۂ حیات اور دستورالعمل ہے اور قیامت تک اس کے بعد کوئی کتاب انسانوں کی رہنمائی کے لیے اللہ کی طرف سے نازل نہیں ہوگی۔

قرآن مجید فرقان حمید کی شروع والے دنوں میں جو سورۃ نازل ہوئیں انہوں نے پوری دنیاکو ہلاکرر کھ دیا۔ان آیات کی فصاحت وبلاغت نے سکتہ طاری کردیا۔ناسمجھوں نے طرح طرح کی باتیں شروع کردیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کتاب کی سچائی اور اپنی طرف سے نازل ہونے

کے متعدد دلائل بیان فرمائے ہیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس بات کو واضح فرمایا کہ اگر یہ کتاب غیر اللہ کی طرف سے ہوتی تو اس میں اختلافِ کثیر پایا جاتا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا

کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے،اوراگر یہ قرآن اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت اختلاف پاتے۔(سورۃ النساء،آیت نمبر 82)

اللہ رب العزت نے پوری دنیا کو چیلنج دیا کہ اِس کتاب کو کلام الٰہی نہ سمجھنے والے اسی طرح کی کوئی ایک چھوٹی سی سورت لائیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ

اوراگر تمہیں اس چیز میں شک ہے جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے تو ایک سورت اس جیسی لے آؤ،اوراللہ کے سوا جس قدر تمہارے حمایتی ہوں بلالو اگر تم سچے ہو۔(سورۃ البقرۃ،آیت نمبر 23)

کوئی قرآن جیسی ایک آیت نہیں لا سکتا:

اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی آیت میں اللہ کریم نے ان لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم سارے اکٹھے ہو جاؤ تب بھی قرآن کی کوئی ایک آیت نہیں لا سکتے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا (سورۃ بنی اسرائیل۔ آیت نمبر 88)

کہہ دو اگر سب آدمی اور سب جن مل کر بھی ایسا قرآن لانا چاہیں تو ایسا نہیں لا سکتے اگرچہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا مددگار کیوں نہ ہو۔

عرب و عجم، مشرق و مغرب کے سخن ور، فصاحت و بلاغت کے امام، بلند پایہ شاعر، علم و فن کے ماہرین قرآن مجید کی ایک چھوٹی سے سورۃ بھی پیش کرنے سے قاصر رہے اور قیامت تک قاصر رہیں گے اور قیامت تک قرآن کریم تابندہ رہے گا۔

قرآن مجید کی غیر معمولی تاثیر کی وجہ سے مخالفین اس کو معاذاللہ سحر کہتے اور فخر دو عالم ﷺ کو ساحر کہا کرتے تھے۔ قرآن کریم کو جو سنتا وہ اس کا فریفتہ ہو جایا کرتا تھا۔ قرآن کریم کا جب یہ اعزاز ان لوگوں نے دیکھا انہوں نے یہ تدبیر نکالی کہ جب قرآن مجید کی تلاوت کی جائے تو شدید شور غل کیا جائے تاکہ کوئی شخص قرآن کریم کی تلاوت کو سن نہ سکے اور ہماری بک بک سے قرآن کی آواز دب جائے۔

اللہ رب العزت نے سورۃ حم سجدہ میں ان کی احمقانہ تدبیر کا ذکر فرمایا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ

اور کافروں نے کہا کہ تم اس قرآن کو نہ سنو اور اس میں غل مچاؤ تاکہ تم غالب ہو جاؤ۔(سورۃ حم سجدہ، آیت نمبر26)

حق کی آواز دل تک پہنچ کر رہتی ہے:

ان احمقوں نے اپنے طور پر بڑی جامع حکمت عملی اپنائی تھی، ان کی حکمت عملی پر شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے کچھ یوں بیان فرمایا:

”صداقت کی کڑک مکھیوں اور مچھروں کی بھنبھناہٹ سے کہاں مغلوب ہو سکتی ہے، ان سب تدبیروں کے باجود حق کی آواز دل تک پہنچ کر رہتی ہے۔“

اس وقت بھی اسلام کے سیلاب کے سامنے بند باندھنا ممکن نہ تھا اور نہ اس وقت قرآن کی اس آواز کو روکنا ممکن تھا اور نہ آج قرآن کی حقانیت کو روکا جا سکتا ہے۔ کفار اپنے تمام حیلے، بہانے، طریقے سب بروئے کار لائے نہ اسلام کی پیش قدمی کو روک سکے اور نہ کلام اللہ کی اثر انگیزی کو روک سکے۔

ماضی میں بھی یہ لوگ قرآن کریم کی بے حرمتی کا ارتکاب کرتے رہے اور موجودہ دور میں بھی کفار قرآن کی ہیبت سے خوفزدہ ہو کر اور اس کی دل میں گھر کر جانے والی تاثیر سے لرزہ ہیں۔

حسد وغصہ کی آگ میں جل رہے ہیں:

سویڈن کے دارالحکومت عیدالاضحیٰ کے مبارک دن سٹاک ہومز کی جامع مسجد کے باہر قرآن کریم کو نذر آتش کرنااور قرآن کریم کی بے حرمتی کرنے کے شیطانی عمل کے پیچھے یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کے ملحد، بے دین، متعصب یہود ونصاریٰ قرآن کریم کے عظیم دلائل کا جواب دینے سے قاصر اور پیغام الٰہی کی اثر انگیزی کے سامنے بے بس و بے کس ہو کر اس کتاب کو نذر آتش کر کے اپنے ہی حسد کی آگ میں جل رہے ہیں۔

اہل مغرب میں شدت پسندی:

سویڈن میں قرآن پاک کو نذر آتش کرنے کا یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں اس سے پہلے بھی وہاں کے انتہاء پسندوں نے قرآن کریم کو نذر آتش کیا تھا۔حال ہی میں جو دل خراش واقعہ سویڈن میں پیش آیا اس کا شرمناک و المناک پہلو یہ ہے کہ قرآن کریم کو نذر آتش کرنے والے ملعون (عراقی نژاد سلوان مونیکا) کو سویڈن کی عدالت اور پولیس نے سویڈن کی مرکزی جامع مسجد کے سامنے مظاہرہ کرنے اور قرآن کو نذر آتش کرنے کی اجازت دی تھی جس سے ثابت ہوتا ہے اہل مغرب میں شدت پسندی پھیل رہی ہے۔ملعون عراقی کو ایک بار نہیں بلکہ دوسری بار بھی اس کو اس مذموم حرکت کی اجازت دی گئی۔اسی لیے ہم سمجھتے ہیں کہ اس مکروہ شیطانی عمل میں ملعون عراقی کے ساتھ ساتھ سویڈن کی عدالت اور وہاں کی حکومت برابر کی شریک ہے۔ملعون عراقی کو پولیس کا تحفظ دے کر ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے جزبات کو مجروح کیا گیا۔

یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں:

سویڈن سے قبل ہالینڈ، ناورے، ڈنمارک، ناروے اور امریکا میں قرآن پاک کو نذر آتش کرنے کے متعدد واقعات پیش آ چکے ہیں۔۲۰۱۹ ناورے میں یہودی لداس تھوسن اور ۲۰۲۱ امریکی پادری ٹیری جونز سرعام قرآن کریم کو نذر آتش کر چکے ہیں۔

مسلمان کسی مقدس کتاب کے ساتھ ایسا سوچ بھی نہیں سکتا:

عام طور پر اہل مغرب مسلمانوں پر شدت پسندی کا الزام عائد کرتے ہیں۔ حقیقت میں آج تک کسی مسلمان نے کسی مندر کے سامنے گیتا، کسی گردوارے کے سامنے گرنتھ، کسی چرچ کے سامنے بائبل کو نذر آتش نہیں کیا۔ مسلمان تمام آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں اور ہر مذہب کی کتاب کا احترام کرتے ہیں۔

قرآن تاابد رہے گا:

شمس العلماء حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ کے خطبات میں ہے کہ بر صغیر میں انگریزوں کے دور اقتدار میں بعض پادریوں نے قرآن کریم کے نسخوں کو جانے کی کوشش شروع کی تھی لیکن ان کو جلد اپنی حماقت کا احساس ہو گیا تھا کہ جس کتاب کے لاکھوں حفاظ روئے زمین پر موجود ہوں، اُسے ختم کرنے والے خود ختم ہو جائیں گے لیکن قرآن تاابد رہے گا۔(ماہنامہ الخیر)

ایک تلخ حقیقت:

حرمتِ ناموس رسالت مآب ﷺ کا مسئلہ ہو یا حرمتِ قرآن کا، ان پر اسلام دشمنوں کے حملے ڈیڑھ ارب سے زائد مسلمانوں کے دلوں کو چھلنی کرتے ہیں۔اور ایسے موقع پر ایک مسلمان کے دل میں ایمان کی سطح کا اظہار ہوتا ہے۔اگر یہود و نصاریٰ کی ان حرکات پر ایمانی غیرت کا اظہار نہیں ہوتا تو ایسے دل میں رائے کے برابر دانے کی مطابقت ایمان نہیں۔

ایک تلخ حقیقت یہ بھی ہے جس کا اعتراف کرنا چاہئیے کہ دنیا کے نقشہ پر ۱۵۷ اسلامی ممالک کے باوجود کوئی ایسا ملک نہیں جس کو آج کی اصطلاح میں ''سپر پاور'' سے تشبیہ دے جا سکے۔اگر مسلمان

''وَاَعِدُّوْا لَـهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ''

اور تم تیار کرو ان دمنوں کے مقابلہ میں قوت جس قدر ہو سکے۔(سورۃ الانفال:۶۰)

کے اس قرآنی حکم پر عمل کرتے تو آج کسی کو ایسی ناپاک جسارت نہ ہوتی۔

چند ضروری اقدامات:

ان ناپاک جسارتوں کو روکنے کے لیے چند اقدامات ضروری ہیں۔

ا۔ قرآن و صاحب قرآن ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے ممالک کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے۔

۲۔ تمام اسلامی ممالک جرات ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے سویڈن کے سفیروں کو ملک سے نکلنے کا حکم دیں اور اپنی سفیر سویڈن سے واپس بلائیں۔

۳۔ ایسے محرکات کو روکنے کے لیے عالمی سطح پر قانون سازی کی جائے۔

۴۔ اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل کو یہ باور کرایا جائے کہ پیغمبر اسلام ﷺ، دین اسلام، شعائر اسلام، قرآن، اصحاب رسول ﷺ کی شان میں کسی قسم کی گستاخی اسلامی ممالک برداشت نہیں کر سکتے۔

۵۔ آزی اظہار رائے کے نام پر ڈیڑھ ارب سے زائد مسلمانوں دل آزاری قابل قبول نہیں۔

مسلمان کیا کریں؟

آج ہمیں قرآن کریم سے اپنا تعلق مضبوط کرنے کی ضرورت ہے، قرآن کریم کی تلاوت کا معمول بنانے کی ضرورت ہے، قرآن کریم کی آیات کے مطالب و معانی کی مستند تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت ہے اور بالخصوص قرآن کی تعلیم غیر مسلموں تک پہنچانے میں مؤثر اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔

ایک وقت تھا کہ کسی کی جرات نہیں ہوتی تھی کہ اللہ کے کلام کی طرف آنکھ اٹھا بھی دیکھ لے۔ اور آج وہ وقت ہے کہ ہمارے سامنے ہمارے قرآن کی بے حرمتی کی جارہی ہے اور ہماری زمانیں خاموش، ہماری آنکھیں بند، ہمارے کان سننے سے قاصر ہیں۔

جب تک ہم نے قرآن کواپنا ہم نے راج کیا۔جب سے ہم نے قرآن کو چھوڑا ہم غلام بن گئے۔علامہ اقبال مرحوم نے کیاخوب عکاسی تھی۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر

ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

چھوٹی سی کوئی بات ہو جائے ہم لوگ سوشل میڈیا،الیکٹرانک میڈیا،میڈیا سب کو آسمان پر اٹھا لیتے ہیں۔لیکن جب اسلام ،قرآن، ختم نبوت، صحابہ کی باری آتی ہے ہماری زبانیں خاموش ہو جاتی ہیں۔ہماری قلم کی سیاہی خشک ہو جاتی ہے۔ہماری آواز حلق میں اٹک جاتی ہے۔

یادرکھیں !ایک دن آئے گا جب حساب برابر ہو گا،جب ایک ایک منٹ کا حساب ہو گا،جب یہی کتاب گریبان پکڑ کر پوچھے گی

اے مسلمان !تمہاری سامنے مجھے نذر آتش کیا جاتا رہا،مجھے بُرا بھلا کہتا جاتا رہا،اس وقت تجھے فکر نہیں تھی،آج محشر میں مجھے تیری کوئی فکر نہیں۔

بتائیں ہم کیا کرینگے ؟آج ہم کیوں مشکلات کا شکار ہیں ؟آج ہم کیوں دوسروں کے محتاج ہیں ؟آج ہم کیوں پریشانیوں میں مبتلاہیں ؟اس کی وجہ یہی ہے قرآن سے دوری ہے اور رب کی ناراضگی ہے۔اگراس ناراضگی کو دور کرنا ہے تو مسلم کوایک آواز بننا ہو گا۔ مسلم آج بھی ایک مٹھی کی مانند ہو جائیں۔ان شاءاللہ کسی کی جرات نہیں ہو گی کہ وہ ایسے اقدام کرے۔

درخواست کروں گا جب کوئی ملعون ایسی ناپاک کوشش کرتا ہے تو براہ کرم اس کو پھیلانے سے گریز کریں،انجانے میں ہم سب اس کے مشن کو آگے لوگوں تک پہنچارہے ہوتے ہیں،اوران کا بھی یہی مقصد ہوتاہےاور ہم انجانے میں ان مقاصد کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔

اغیاروں کو کہنا چاہوں گا کہ سن لو !قرآن پر ہمارا ایمان ہے،قرآن پر ہمارا تن من دھن قربان ہے۔یادرکھنا !قرآن ہماری ریڈلائن ہے۔

ان شاءاللہ ایک دن ایسا آئے گا جب فضائیں قرآن کی تلاوت سے معطر ہونگی اور تمارے درودیوار تلاوت قرآن سے گونج اٹھیں گے۔

اگرآپ مضمون نگار ہیں،اگرآپ مقرر ہیں،اگرادیب ہیں،اگرآپ خطیب ہیں،اگر آپ کوئی عہدہ دار ہیں،اگرآپ ایک عام انسان ہیں۔آپ قرآن کی آواز بنیں،ان شاءاللہ کل محشر میں یہ قرآن آپ کی آواز بنے گا۔قرآن کو عام کریں،قرآن کی تعلیم عام کریں۔

قرآن زندہ آباد!

استقبال رمضان اہم گزارشات

رمضان المبارک کی تیاری اور استقبال کے لیے علماء اکرام نے بہت سی اہم تجاویز اور ہدایات بیان فرمائی ہیں جن کا خلاصہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

فرائض وواجبات کی ادائیگی وتوبہ استغفار:

آمد رمضان سے قبل فرائض و واجبات کی ادائیگی کا اہتمام کریں، اگر ذمہ نمازیں یا قضا روزے ہوں تو ادائیگی کی ترتیب بنائیں۔ سابقہ زندگی کی تمام لغزشوں پر سچے دل سے توبہ کریں، دل کو گناہوں اور برے خیالات سے پاک کریں۔

آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں اور دل ودماغ غرض جسم کے کسی بھی حصے سے صادر ہونے والے گناہوں پر سچے دل سے توبہ کریں تاکہ گناہوں سے پاک ہو کر آپ رمضان المبارک کا استقبال کریں۔

مسائل سیکھیں اور سکھائیں:

روزہ، تراویح، صدقۃ الفطر، زکوۃ، اعتکاف اور دیگر احکامات ابھی سے سیکھیں اور دوسروں کو سکھائیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک کا مفہوم ہے کہ دین کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

نفس کو تقوی کا پابند بنائیں:

اپنے نفس کو ابھی سے تقوی کا پابند بنائیں۔ کیونکہ رمضان المبارک تقوی کی عملی تربیت گاہ ہے اور اللہ رب العزت نے رمضان المبارک میں روزوں کی فرضیت کا اہم مقصد تقویٰ وپرہیزگاری کا حصول بتایا ہے۔(سورۃ البقرہ: 183)

صلہ رحمی میں جلدی کریں:

قطع رحمی یعنی رشتے ناطے توڑنا بہت بڑا گناہ ہے، قطع رحمی کی وجہ سے دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ لہذا رمضان المبارک آنے سے قبل اس سنگین گناہ سے توبہ اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی کریں، نبی کریم ﷺ کے ارشاد کا مفہوم ہے:

"اصل صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس کے ساتھ قطع رحمی (یعنی رشتے ناطے توڑنے کا) معاملہ کیا جائے تب بھی وہ صلہ رحمی کرے۔" (صحیح بخاری: 5991)

دل صاف کریں:

صحابہ اکرام رضوان اللہ علیھم اجمعین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: دل کے صاف ہونے سے کیا مراد ہے؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"وہ متقی اور ساف ستھرا دل جس میں نہ گناہ ہو، نہ بغاوت، نہ ہی اس میں کسی کا کینہ ہو اور نہ ہی کسی کے بارے میں حسد۔" (سنن ابن ماجہ: 4206، باب الورع والتقویٰ)

ہمارا دل نفرت، جزبہ انتقام اور حسد کی آگ میں جلتا رہتا ہے، دل میں نفرت اور کینہ رکھنے والے کی اللہ رب العزت مغفرت نہیں فرماتے، لہذا رمضان المبارک کی آمد سے قبل اپنے دل کو ان فضول مصروفیات سے فارغ کر کے خالص عبادات کی طرف اسے متوجہ کریں، سب کو دل سے معاف کر دیں، کسی کا کینہ دل میں نہ رکھیں۔

دُعاؤں کا معمول:

رمضان المبارک دعاؤں کی قبولیت کا مہینہ ہے۔ لہذا ابھی سے اپنے آپ کو لمبی دعاؤں کا عادی بنائیں۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ رمضان المبارک سے قبل نبی کریم ﷺ سے منقول دعاؤں کی الفاظ زبانی یاد کیے جائیں۔ مسنون الفاظ پر مشتمل دعاؤں میں تاثیر بھی زیادہ ہوتی ہے اور قبولیت کا امکان بھی زیادہ ہوتا ہے۔

صدقہ کرنے کی عادت:

شعبان المعظم میں روزانہ کچھ نہ کچھ صدقہ کرنے کی عادت ڈالیں تاکہ رمضان المبارک میں سخاوت کرنا آسان ہو جائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ارشاد مفہوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ سب لوگوں میں زیادہ سخی تھے اور رمضان المبارک میں تو آپ ﷺ کی سخاوت تیز چلتی خوشگوار ہوا سے بھی زیادہ ہو جاتی۔ (صحیح بخاری:1828)

کثرتِ تلاوت کا معمول:

رمضان المبارک نزول قرآن کا مہینہ ہے۔ خوش قسمت لوگ اس ماہ میں تلاوت کی کثرت کا معمول بناتے ہیں۔ لہذا ابھی سے تلاوت قرآن کو زیادہ وقت دینا شروع کر دیں تاکہ رمضان المبارک کی آمد سے قبل آپ کثرت سے تلاوت قرآن کرنے کے عادی بن جائیں۔ اگر آپ حافظ قرآن ہیں تو ابھی سے قرآن کریم کو دُہرانا شروع کر دیں۔

شب بیداری کی عادت:

رمضان المبارک میں راتوں کی عبادت (تراویح، تہجد وغیرہ) بڑھ جاتا ہے۔ ان عبادات کو احسن انداز میں اور بلا تھکاوٹ انجام دینے کے لیے ضروری ہے کہ ابھی سے شب بیداری اور نفلی عبادت کا اہتمام کریں اور اپنے بدن کو عبادات کی کثرت کا عادی بنائیں تاکہ رمضان المبارک کی راتوں میں دقت پیش نہ آئے۔

نظام الاوقات ترتیب دیں:

رمضان المبارک سے قبل اپنا نظام الاوقات مرتب کریں، جس میں صبح اُٹھ کر تہجد، ذکر، دعائیں، سحری، نماز فجر اور تلاوت سے لیکر افطاری، تراویح و دیگر معاملات تک کے لیے مناسب وقت متعین ہو اور نیند و آرام کی بھرپور رعایت رکھی جائے۔

انٹرنیٹ و سوشل میڈیا سے احتراز:

رمضان المبارک میں اوقات کی قدر دانی بڑی اہم ہے، آج کل انٹرنیٹ و سوشل میڈیا وقت کے ضیاع کا بڑا سبب بن رہے ہیں۔ لہذا رمضان المبارک کی آمد سے قبل ان کا استعمال ختم یا محدود کرنے کی کوشش کریں۔ امام مالکؒ و دیگر اسلافؒ کا تو یہ تک معمول تھا کہ رمضان المبارک کے آتے ہی علمی مجالس بھی موقوف فرما دیتے اور تلاوت قرآن میں مشغول رہتے۔

ٹی وی سے بچیں:

ٹی وی خرافات کا مجموعہ ہے۔ لہذا رمضان المبارک کی آمد سے قبل اس سے جان چھڑانے کی کوشش کریں۔ ٹی وی پر ''رمضان نشریات'' کے نام پر اکثر پروگرام غیر شرعی اور مخلوط ہیں، ایک آدھ دینی پروگرام درست بھی ہو تو اسے بنیاد بنا کر ٹی وی کے سامنے وقت ضائع کرنا ہوشمندی نہیں، کیونکہ دینی پروگرامات کے دوران اشتہارات میں موسیقی اور نا محرم عورتیں، رمضان المبارک کی روحانیت ختم کرنے کے لیے کافی ہیں۔

خریداری:

رمضان المبارک عبادات کا مہینہ ہے، شاپنگ و خریداری کا نہیں، نیز رمضان المبارک میں رش اور مہنگائی کی وجہ سے وقت اور پیسے کا ضیاع ہوتا ہے۔ لہذا رمضان المبارک کی آمد سے قبل شعبان المعظم میں ہی عید کی شاپنگ مکمل کرلیں اور اہل خانہ کو بھی یہ بات سمجھائیں۔

کاموں کا بوجھ ہلکا رکھیں:

گھر میں تعمیراتی یا رنگ و روغن کا کام کروانا ہو، مشین کی مرمت ہو، گاڑی یا سواری کا کوئی لمبا اور پیچیدہ کام ہو، اسی طرح دفاتر و کارخانوں کے محنت طلب پروجیکٹ ہوں تو انہیں رمضان المبارک سے پہلے پہلے نمٹانے کی کوشش کریں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص رمضان المبارک کے مہینے میں اپنے غلام (خادم، ملازم) کے بوجھ کو ہلکا کر دے تو اللہ رب العزت اس کی مغفرت فرماتے ہیں اور اسے آگ سے آزادی عطا فرماتے ہیں۔" (مشکوۃ، جلد 2، حدیث نمبر 469)

رمضان المبارک کی آمد سے قبل نوکر، خادم و ملازمین سے محنت طلب اور مشکل کام کروالیں تاکہ روزے کی حالت میں ملازمین پر کام کا بوجھ ہلکا رہے۔

عمرے کی ترتیب بنائیں:

رمضان المبارک میں عمرے کا ثواب حج کے برابر ہے، صاحبِ ثروت لوگ ابھی سے عمرے کی ترتیب بنائیں۔ اسی طرح مسجد حرام و مسجد نبوی ﷺ میں اعتکاف اور نمازوں کا ثواب دیگر مساجد سے بہت زیادہ ہے۔ یہ ثواب حاصل کرنے کے لیے ابھی سے کوشش کریں۔

زیادہ سے زیادہ وقت مسجد میں گزاریں:

عموما ہمارا دل مسجد میں نہیں لگتا۔ لہذا ابھی سے نمازوں کے بعد کچھ دیر مسجد میں نفلی اعتکاف کی نیت سے ٹھہریں اور مسجد میں دل لگانے کی مشق کریں تاکہ رمضان المبارک کے آخرے عشرے کے مسنون اعتکاف میں بیٹھنا آسان ہو جائے۔

نیند کم کرنے کی عادت ڈالیں:

اگر آپ آٹھ (8) گھنٹے سونے کے عادی ہیں تو چھ (6) گھنٹے سونے کی عادت ڈالیں تاکہ رمضان المبارک میں دقّت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ البتہ تھکاوٹ سے بچنے کے لیے دن میں تھوڑی دیر قیلولہ کرلینا مسنون بھی ہے اور تہجد پڑھنے میں معین و مددگار بھی۔

تکبیراولیٰ کے ساتھ نمازپڑھیں:

رمضان المبارک کے تیس دنوں میں اس کام کااہتمام نسبتاََ زیادہ آسان ہے۔لہذاتکبیر اولیٰ کے ساتھ پانچ وقت نمازیں باجماعت پڑھنے کی ابھی سے ترتیب بنائیں۔

سگریٹ پان اور نسوار سے جان چھڑائیں:

سگریٹ، نسوار، پان ودیگر نشہ آوراشیاء کااستعمال ابھی سے محدود کریں اور کوشش کریں کہ ان سے جان چھڑالی جائےتاکہ روزے کی حالت میں کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔رمضان المبارک نشہ آور اشیاء سے جان چھڑانے کا بہترین موقع ہےاور اس میں ہمت، حوصلہ اوراللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئےان چیزوں سے بآسانی جان چھڑائی جاسکتی ہے۔

ملاقاتوں کاسلسلہ محدودکریں:

رمضان المبارک میں تقاریب، ملاقاتوں اور دعوتوں کا سلسلہ بلکل محدود کردیں تاکہ زیادہ سے زیادہ وقت عبادات صرف ہوسکے۔البتہ بیمار کی عیادت اور تیمارداری،اسی طرح میت کی تجہیز و تکفین اور نمازجنازہ شرکت کے جتنے مواقع مل سکیں غنیمت جانیں۔

بچوں کو روزے کی عادت ڈالیں:

سات سال یا اس سے بڑے بچوں کو روزے کے حوالے سے خصوصی ترغیب دیں اور ان کی ذہن سازی کریں تاکہ وہ رمضان المبارک میں انہیں روزے رکھنے کی عادت پڑ جائے اور بچوں کے زندگی بھر کے روزے آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہوں۔

کم کھانے کی عادت ڈالیں:

کھانے کی مقدار خاص تناسب سے کم کریں غزا میں پھل، سبزی اور کھجور کا استعمال زیادہ رکھیں تاکہ صحت و توانائی بر قرار رہے اور رمضان المبارک تک آپ کم کھانے کے عادی بن جائیں، نیز زیادہ کھانے کا بوجھ، بدہضمی اور سستی عبادات میں رکاوٹ نہ بنے۔

اس رمضان المبارک کو ممتاز کریں:

کسی ایسی عبادت کی ترتیب بنائیں جو آپ کے نامہ اعمال میں اس رمضان المبارک کو گزشتہ رمضانوں سے ممتاز کر دے۔ مثلاً:

1) تیسواں پارہ زبانی یاد کر لیں، یا سورۃ الرحمٰن، سورۃ یسین، سورۃ الملک، سورۃ الم سجدہ زبانی یاد کر لیں۔
2) کسی یتیم کو ڈھونڈ کر اس کی کفالت کا بندوبست کریں۔
3) جیلوں میں قید لوگوں کے لیے تعلیم و تربیت کا بندوبست کریں۔

4) پانی کی اشد ضرورت ہو تو ٹیوب ویل، کنواں یا ٹھنڈے پانی کا پلانٹ لگوادیں۔

5) مساجد و مدارس کے ساتھ پر خلوص تعاون کریں۔

6) یا مستحق طلباء کے لیے فیسوں اور یونیفارم وغیرہ کا بندوبست کرلیں۔

7) کسی غریب لڑکی کی رخصتی اخراجات کا بندوبست کرلیں۔ وغیرہ وغیرہ

مالی حقوق سے متعلق مسائل سیکھیں:

عام طور پر رمضان المبارک میں مالی حقوق جیسے زکوٰۃ، عشر، صدقۃ الفطر نذر وغیرہ کی ادائیگی کی جاتی ہے۔

لہذا ضروری ہے ان سے متعلق تفصیلی احکامات پہلے سے ہی معلوم کر لیے جائیں۔ اسی طرح جو مالی حقوق ذمہ میں ہوں (جیسے بیوی کا مہر یا قرض وغیرہ) اور ادا کرنے صلاحیت بھی ہو تو رمضان المبارک سے پہلے ادا کرلیں، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مالدار آدمی کا قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول (اور تاخیر) کرنا ظلم ہے (صحیح بخاری)

جلدی سونے کی عادت ڈالیں:

دوستوں کی فضول مجالس، گپ شپ کی محافل اور رات گئے تک سرانجام دی جانے والی سرگرمیوں سے آہستہ آہستہ کنارہ کشی اختیار کریں تاکہ رمضان المبارک میں تراویح کے فوراً بعد بلاتاخیر سو سکیں۔

یاد رکھیں تہجد اور سحری میں ہشاش بشاش اٹھنے کا دارومدار بروقت سونے پر ہے۔

دُعاؤں کا اہتمام:

رمضان المبارک کی تیاری کے حوالے سے درج بالا ہدایات و تجاویز پر عمل پیرا ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ سے رمضان المبارک کی روحانیت و برکات کے حصول کے لیے خصوصی دُعائیں مانگیں۔

اور خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پورہ اُمت کو اپنی دعاوں میں یاد رکھیں۔

دینی تعلیم

علم کی عظمت، فضیلت، ترغیب، تاکید جس بہترین انداز میں مذہب اسلام میں پائی جاتی ہے اس کی نظیر ملنا ممکن نہیں۔ قرآن مجید وفرقان حمید کے تقریباً اٹھتر ہزار الفاظ میں سب سے پہلا لفظ جو پروردگار عالم نے نبی کریم ﷺ کے قلب مبارک پر نازل فرمایا وہ **اِقْرَاْ** ہے۔

وحی الٰہی کے آغاز ہی میں جس بات کی طرف سرکار دوعالم ﷺ کے ذریعے نوعِ بشر کو توجہ دلائی گئی، وہ لکھنا پڑھنا اور تعلیم و تربیت کے زیور سے انسانی زندگی کو آراستہ کرنا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ(سورۃ المجادلہ:11)

تم میں سے اللہ ایمان داروں کے اور ان کے جنہیں علم دیا گیا ہے درجے بلند کرے گا۔

یہاں پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمارہے ہیں کہ جو بھی ایمان والا اور علم والا ہے ہم ان کے درجات بلند فرمادیتے ہیں۔

علم دین احادیث کی روشنی میں:

علم دین کی فضیلت حدیث مبارکہ میں وارد ہوئی ہے، چند احادیث درج ذیل نقل کی جاتی ہیں:

۱۔جو شخص طلب علم کے لیے گھر سے نکلا تو جب تک واپس نہ ہو،اللہ کی راہ میں ہے۔ (ترمذی، کتاب العلم، باب فضل طلب العلم، الحدیث: ۲٦۵٦، ج۴، ص۲۹۴)

۲۔جو کوئی اللہ تعالیٰ کے فرائض کے متعلق ایک یا دو یا تین یا چار یا پانچ کلمات سیکھے اور اسے اچھی طرح یاد کرلے اور پھر لوگوں کو سکھائے تو وہ جنّت میں داخل ہو گا۔(**اَلتَّرغِیب وَالتَّرہِیب** ج۱ص۵۴حدیث۲۰)

۳۔اللہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن بندوں کو اٹھائے گا پھر عُلَما کو علیحدہ کرکے ان سے فرمائے گا: اے عُلما کے گروہ! میں تمہیں جانتا ہوں اسی لیے تمہیں اپنی طرف سے علم عطا کیا تھا اور تمہیں اس لیے علم نہیں دیا تھا کہ تمہیں عذاب میں مُبْتَلا کروں گا۔ جاؤ! میں نے تمہیں بخش دیا۔(جامع بیان العلم و فضلہ، الحدیث: ۲۱۱، ص٦۹)

۴۔ ”علم والوں کو دوسروں کے مقابلے میں ایسی ہی فضیلت حاصل ہے، جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنی شخص پر۔ یقیناً اللہ عزوجل، اس کے فرشتے اور آسمان و زمین والے حتی کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور مچھلیاں تک لوگوں کے معلم کے لیے بھلائی کی دعا کرتی ہیں۔“(ریاض الصالحین)

بہترین شخص ہے وہ جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے:

حدیث مبارکہ میں اس شخص کو "بہترین شخص" ہونے کا اعزاز عطا کیا گیا جو قرآن کو سیکھتا ہے اور پھر دوسروں کو سکھاتا ہے۔ حدیث مبارکہ ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں: ایک دن رسول اللہ ﷺ اپنے حجرے سے باہر تشریف لائے اور مسجد (نبوی) میں داخل ہوئے، وہاں دو حلقے بیٹھے ہوئے تھے، ایک حلقہ قرآن کی تلاوت کر رہا تھا اور اللہ سے دعا کر رہا تھا، دوسرا تعلیم و تعلم کا کام سر انجام دے رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: "دونوں بھلائی پر ہیں۔ یہ حلقہ قرآن پڑھ رہا ہے اور اللہ سے دعا کر رہا ہے۔ اللہ چاہے تو اس کی دعا قبول فرمائے یا نہ فرمائے۔ دوسرا حلقہ تعلیم و تعلّم میں مشغول ہے (یہ زیادہ بہتر ہے) اور میں تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ پھر یہیں بیٹھ گئے۔" (مشکوۃ)

اسی طرح ارشاد فرمایا:

خيرُكم مَن تعلَّم القرآنَ وعلَّمه (صحيح البخاري: 5027)

تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

اہل علم کا صرف یہی مقام و مرتبہ نہیں ہے کہ انہیں دنیا کی تمام چیزوں پر فضیلت دی گئی ہے اور اس کام میں وہ جب تک مصروف ہیں، اللہ تعالی کی تمام مخلوق اس کے لیے دعا کرتی رہتی ہے، بل کہ ان کا مقام و مرتبہ یہ بھی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں انبیائے کرام علیہم السلام کا وارث اور جانشین قرار دیا ہے۔

إنَّ فضلَ العالِمِ على العابدِ كفضلِ القمرِ ليلةَ البدرِ على سائرِ الكواكبِ ، وإنَّ العلماءَ ورثةُ الأنبياءِ(صحيح أبي داود: 3641)

بلاشبہ عالم کی عابد پر فضیلت ایسے ہی ہے جیسے کہ چودھویں کے چاند کی سب ستاروں پر ہوتی ہے، بلاشبہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔

علم دین حاصل کرنا سب پر فرض ہے:

علم دین حاصل کرنا جس طرح مردوں پر فرض ہے اسی طرح عورتوں پر بھی فرض ہے۔

طلب العلم فريضة على كل مسلم

دین کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔

اس حدیث مبارکہ لفظ ''کل مسلم'' کا ارشاد ہوا یعنی تمام مسلمان چاہیں مرد ہوں یا عورتیں ہوں سب کے لیے علم دین حاصل کرنا فرض ہے۔

علم والوں کے لیے دعائیں:

جو لوگ علم دین سکھاتے ہیں ان کے لیے مخلوق دعائیں کرتی ہیں۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک عالم کی برتری ایک عبادت گذار پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے کسی ادنی

شخص پر، اور پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اوراس کے فرشتے اور زمین وآسمان کی ہر شے حتیٰ کہ بلوں کی چیونٹیاں اور سمندروں کی مچھلیاں بھی علم سکھانے والوں کے لئے دعائے خیر کررہی ہیں۔

اسلام یا قرآن ہم کو تعلیم حاصل کرنے سے روکتا نہیں، بلکہ تعلیم کو ہمارے لئے فرض قرار دیتا ہے، وہ تعلیم کے ذریعے ہم کو صحیح معنوں میں اشرف المخلوقات کے درجہ پر پہنچانا چاہتا ہے، وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقی علم ثابت کرتا ہے، اور اس کو بنی نوع انسان کی حقیقی صلاح وفلاح اور کامیابی وبہبودی کا ضامن بتاتا ہے، وہ کہتا ہے کہ قرآن حقیقی علم ہے، اور دوسرے تمام علوم وفنون معلومات کے درجہ میں ہیں، ان تمام معلومات کو اپنی اپنی استعداد کے مطابق حاصل کر سکتے ہیں۔

غیر مسلموں کا اعتراف:

مسلمانوں کے لئے دارین کی فلاح وبہبودگی، کامیابی وکامرانی کی اگر کوئی چیز حقیقی ضامن اور اصلی ذریعہ بن سکتی ہے تو وہ صرف اسلام ہے، جو نہ صرف مسلمانوں ہی کیلئے بلکہ ان کے ذریعہ ساری انسانیت کے لئے زندگی کے ہر شعبہ میں بہترین رہبر اور مکمل دستور حیات بننے کی صلاحیت رکھتا ہے جیسا کہ ہر ملک ومذہب کے ہر زمان وہر زبان کے بڑے بڑے نامور اور انصاف پسند مدبروں اور مؤرخوں نے اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے، اور آئے دن کرتے رہتے ہیں، اقوام عالم کی ممتاز ہستیاں اسلام کی زندہ وجاوید تعلیمات کو فطرت انسانی کے مطابق بتاتی رہیں، اور جس ایمان افروز انداز میں اسلام کے اصولوں کو خراج تحسین ادا کرتی رہی ہیں ان سے کتابوں کی کتابیں بھری

پڑی ہیں، مثال کے طور پر یہاں چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں، ممتاز روسی فیلسوف کاؤنٹ ٹالسٹائی اپنی کتاب ''دی لائٹ آف ریلیجن''میں رقمطراز ہے۔

''قرآن مسلمانوں کی ایک مذہبی کتاب ہے، جس کی نسبت ان کا یہ خیال ہے کہ اس کو خدا نے نازل کیا ہے، یہ کتاب عالمِ انسانی کی رہنمائی کے لئے ایک بہترین رہبر ہے، اس میں تہذیب ہے شائستگی ہے، تمدن ہے، معاشرت ہے، اور اخلاقی اصلاح کے لئے ہدایت ہے، اگر صرف یہی کتاب دنیا کے سامنے ہوتی اور کوئی ریفارمر (مصلح) پیدا نہ ہوتا تو یہ عالم انسانی کی رہنمائی کے لئے کافی تھی، ان فائدوں کے ساتھ ہی جب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں کہ یہ کتاب ایسے وقت میں دنیا کے سامنے پیش کی گئی جبکہ ہر طرف آتش فساد کے شرارے بلند تھے، خون ریزی اور قتل وغارتگری کا دور دورہ تھا، اور فحش کاری عام تھی، تو ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی کہ اس مقدس کتاب نے معجزانہ طور پر ان تمام گمراہیوں کا خاتمہ کر دیا۔''

مسٹر اسٹینلی لین پول اپنی تصنیف ''گارڈنس آف ہولی قرآن''لکھتے ہیں:

''قرآن کو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایسے نازک وقت میں دنیا کے سامنے پیش فرمایا جبکہ ہر طرف تاریکی وجہالت کی حکمرانی تھی، اخلاق انسانی کا جنازہ نکل چکا تھا، اور بت پرستی کا ہر طرف زور تھا، قرآن نے ان تمام گمراہیوں کو مٹایا، جو دنیا پر کئی صدیوں سے چھائی ہوئی تھیں، قرآن نے دنیا کو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی، دینیات کے اصول اور علوم وحقائق سکھائے، ظالموں کو رحم دل اور

وحشیوں کو پرہیز گار بنایا، اگر یہ کتاب شائع نہ ہوتی توانسانی اخلاق تباہ ہو جاتے، اور دنیا کے باشندے برائے نام ہی انسان رہ جاتے۔“

مسٹر جے پرکاش نرائن لکھتے ہیں:

”اگر آج بھی دنیا بھر کے مسلمان غفلت کے پردے چاک کر کے کھلے میدان میں آئیں اور اسلام کے اصولوں پر عمل کریں تو ساری دنیا کا مذہب اسلام ہو سکتا ہے، صحرائے عرب میں جو ہیرا چمکا تھا اس نے نگاہوں کو خیرہ کر دیا تھا، آج اس کے چمکتے دمکتے اصولوں پر گرد و غبار جم گیا ہے اگر اس گرد و غبار کو دور کر دیا جائے تو وہ اپنی چمک سے سارے عالم کو مسحور کر سکتا ہے، اور ساری دنیا اس کے سامنے اپنی آنکھیں بچھا سکتی ہے۔“

غیر قوموں کے مفکرین دین اسلام کے گہرے اور سنجیدہ مطالعہ کے بعد مسلمانوں کو دعوت دے رہے ہیں کہ خدارا وہ اسلامی اصولوں کے آئینہ دار بن کر زندگی کے میدان میں آئیں، اور بے چین و پریشان حال انسانیت کے لئے عالمگیر امن و سکون کا، راست بازی و صداقت کا، اور اخلاص و ہمدردی کا خدائی پیغام پہنچائیں۔

علم دین کس لیے حاصل کیا جاتا ہے؟

علم دین خالص اللہ کی رضا اور جنت حاصل کرنے کے لیے حاصل کیا جاتا ہے، دنیاوی عزت اور مستقبل میں مال و دولت کمانے کے لیے نہیں، اگر کوئی شخص دنیاوی فوائد اور مال جمع

کرنے کی نیت سے علم دین حاصل کرتا ہے تو خسارے کے سوا کچھ نہیں پاتا، جامعہ بنوری ٹاؤن کے بانی محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ فرماتے تھے:

"ہم تو چاہتے ہیں کہ حصولِ معاش کے تصور کو ختم کر دیا جائے اور طالب علم صرف اللہ تعالیٰ کے دین کا سپاہی بنے، اس کے سوا زندگی کا کوئی مقصد اس کے حاشیہ خیال میں بھی نہ ہو اور اللہ تعالیٰ پر اس کا یقین اور اعتماد ہو کہ معاش کی فکر کے بغیر اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کرے۔"

اس لیے جو شخص علم دین کے حصول کی کوشش کرے تو کامل اخلاص کے ساتھ علم دین حاصل کرے۔ جہاں تک دنیاوی عزت اور مال کا مسئلہ ہے تو جب انسان اخلاص کے ساتھ حصول دین کے بعد دین کی خدمت میں بھی اخلاص کے ساتھ لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے دنیاوی عزت و وجاہت سے بھی نوازتے ہیں اور اس کی ساری ضروریات بھی پوری فرمادیتے ہیں، اس لیے کہ رزق کے سارے خزانے اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ آج تک یہ نہیں دیکھا گیا کہ اخلاص اور استغناء کے ساتھ دین کی خدمت کرنے والا فقر و فاقہ کا شکار ہوا ہو۔

دنیا کے لیے علم دین حاصل کرنے پر وعید:

دنیاوی شہرت و مفاد کے لیے اگر دین کا علم حاصل کرے اور یہ دنیاوی فوائد اسے حاصل بھی ہو جائیں تب بھی یہ شخص آخرت میں بڑا نقصان اٹھائے گا۔ حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

"عن أبي هريرة رضي الله عنه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " إن أول الناس يقضى عليه يوم القيامة رجل استشهد فأتي به فعرفه نعمه فعرفها قال فما عملت فيها ؟ قال قاتلت فيك حتى استشهدت قال كذبت ولكنك قاتلت لأن يقال جريء فقد قيل ثم أمر به فسحب على وجهه حتى ألقي في النار ورجل تعلم العلم وعلمه وقرأ القرآن فأتي به فعرفه نعمه فعرفها قال فما عملت فيها قال تعلمت العلم وعلمته وقرأت فيك القرآن قال كذبت ولكنك تعلمت العلم ليقال عالم وقرأت القرآن ليقال هو قارئ فقد قيل ثم أمر به فسحب على وجهه حتى ألقي في النار ورجل وسع الله عليه وأعطاه من أصناف المال كله فأتي به فعرفه نعمه فعرفها قال فما عملت فيها ؟ قال ما تركت من سبيل تحب أن ينفق فيها إلا أنفقت فيها لك قال كذبت ولكنك فعلت ليقال هو جواد فقد قيل ثم أمر به فسحب على وجهه ثم ألقي في النار " .(مشكوة المصابيح، كتاب العلم ، الفصل الاول، ج:1،ص:44،ط:المكتب الاسلامی ، بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن پہلا آدمی جس پر (خلوص نیت کو ترک کردینے کا) حکم لگایا جائے گا وہ ہوگا جسے (دنیامیں) شہید کردیا گیا تھا۔ چنانچہ (میدان حشر میں) وہ پیش کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی (دی ہوئی) نعمتیں یاد دلائے گا جو اسے یاد آجائیں گی۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ تو نے

ان نعمتوں کے شکر میں کیا کام کیا؟ یعنی اللہ اسے اپنی نعمتیں جتا کر الزاماً فرمائے گا کہ تونے ان نعمتوں کے شکرانہ میں کیا اعمال کیے؟ وہ کہے گا میں تیری راہ میں لڑا یہاں تک کہ شہید کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو جھوٹا ہے؛ کیوں کہ تو اس لیے لڑا تھا کہ تجھے بہادر کہا جائے چنانچہ تجھے (بہادر کہا گیا) اور تیرا اصل مقصد مخلوق سے حاصل ہوا اب مجھ سے کیا چاہتا ہے، پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل کھینچا جائے، یہاں تک کہ اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر (دوسرا) وہ آدمی ہو گا جس نے علم حاصل کیا، دوسروں کو تعلیم دی اور قرآن کو پڑھا چنانچہ اسے بھی (اللہ کے حضور میں) لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو (اپنی عطا کی ہوئی) نعمتیں یاد دلائے گا جو اسے یاد آجائیں گی پھر اللہ پوچھے گا کہ تونے ان نعمتوں کے شکر میں کیا اعمال کیے؟ وہ کہے گا میں نے علم حاصل کیا اور دوسروں کو سکھایا اور تیرے ہی لیے قرآن پڑھا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے تونے تو علم محض اس لیے حاصل کیا تھا؛ تاکہ تجھے عالم کہا جائے اور قرآن اس لیے پڑھا تھا؛ تاکہ تجھے لوگ قاری کہیں، چنانچہ تجھے (عالم و قاری) کہا گیا۔ پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے یہاں تک کہ اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر (تیسرا) وہ آدمی ہو گا جس کو اللہ نے (معیشت میں) وسعت دی اور ہر قسم کا مال عطا فرمایا۔ اس کو بھی اللہ کے حضور میں لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اس کو (اپنی عطا کی ہوئی) نعمتیں یاد دلائے گا جو اسے یاد آجائیں گی۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا تونے ان نعمتوں کے شکر میں کیا اعمال کیے؟ وہ کہے گا میں نے کوئی ایسی راہ نہیں چھوڑی جس میں تو خرچ کرنا پسند کرتا ہو اور تیری خوشنودی کے لیے میں نے اس میں خرچ نہ کیا ہو، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے، تونے خرچ اس لیے کیا تاکہ تجھے (سخی) کہا جائے اور تجھے (سخی) کہا گیا۔ پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے یہاں تک کہ اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا۔" (ترجمہ از مظاہر حق)

’’علم‘‘ میں دنیوی علم شامل ہے؟

دنیوی علوم وفنون مثلاً: انجینئر نگ، ٹیکنکل، ڈاکٹری، آرکٹکنگ اور دیگر سوشل سائنسز کے علوم وغیرہ، دنیاوی علوم لغت کے لحاظ سے تو علم کہلاتے ہیں، مگر شریعت کی اصطلاح میں یہ تمام شعبے علم کے زمرے میں نہیں آتے۔

عن حسن بن الربيع، قال: سألتُ ابن المبارك، قلتُ: ’’طلب العلم فريضة على كل مسلم‘‘ أيُّ شيء تفسير؟ قال: ليس هو الذي تطلبون، إنما طلب العلم فريضة أن يقع الرجل في شيء من أمر دينيه، يسأل عنه، حتى يعلمه"(.لفقيه و المتفقه للخطيب: (وجوب التفقه في الدين على كل المسلمين، 1/171، ط: دار ابن الجوزي)

حضرت حسن بن ربیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ یہ جو حدیث ہے:

"طلب العلم فريضة على كل مسلم"

علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟اس کے جواب میں حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ نے فرمایا: اس سے وہ دنیوی علوم مراد نہیں ہے، جو تم حاصل کرتے ہو، بلکہ جس علم کو حاصل کرنا

فرض ہے،اس سے مراد وہ دینی علم ہے کہ جب کوئی شخص کسی دینی معاملے میں جاہل ہو، پھر وہ اس کے بارے میں معلومات حاصل کرے۔

ہاں ! گناہوں سے بچتے ہوئے کوئی بھی دنیوی جائز علم وفن سیکھنا شریعت میں ممنوع نہیں ہے، بلکہ فن کے سیکھنے میں اگر دین کی خدمت کی نیت کرلی جائے، تواس نیت پر ثواب بھی ملے گا، لیکن اس کے باوجود اس فن کی حیثیت علم دین کے برابر نہیں ہوسکتی اور علم سے متعلق قرآن وحدیث میں وارد ہونے والے فضائل کااس پر منطبق کرنادرست نہیں ہے۔(دارالافتاءالاخلاص)

دور حاضر میں علم دین کی اہمیت اوراس کی ضرورت شدید ترین حد تک بڑھ جاتی ہے۔ اس بات کاحالات حاضرہ اور موجودہ صورت حالات کے تئیں بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔

اس وقت اسلام کو بہت سارے چیلنجز کا سامنا ہے، یہ فتنے کادور ہے،اپنی جگہ ہزاروں قسم کے فتنے بھی سراٹھاچکے ہیں۔ برائیوں کے عروج کا فتنہ ،اولاد کی بے دینی ونافرمانی کا فتنہ، عورت کا فتنہ،مال ودولت کا فتنہ، کفراوراہل کفر کا فتنہ،شرک وبدعت کا فتنہ، عیش پرستی کا فتنہ،الحاد کا فتنہ وغیرہ۔

بعض اوقات علم نہ ہونے کی وجہ سے ہم ایسے کلمات بول دیتے ہیں یااپنے بچوں کو سکھلا دیتے ہیں جوانسان کو سیدھا جہنم کا مستحق بنادیتے ہیں،اللہ کے غیض وغضب کااہل بنادیتے ہیں۔

آج اگر کسی محفل میں کھڑے ہو کر دنیاوی علم کے بارے میں یا دنیاوی علم کے کتب کی کوئی ایک حرف بھی غلط بول دیا جائے تو بیسوں لوگ کھڑے ہو کر تصحیح کرینگے کہ آپ نے غلط کہا۔

اس کے برعکس اگر اسی محفل میں کھڑے ہو کر اگر دینی علوم یا دینی کتاب کی کوئی غلط پڑھ دی جائے تو شاید کوئی بھی تصحیح نہ کرسکے یا پھر اس بھرے مجمع میں ایک عدد انسان کھڑا ہو جائے اور کہہ دے یہ عبارت غلط پڑھی

خدارا! اولاد کی تربیت کریں، دین کا علم ضرور سکھائیں اگر اولاد کی صحیح تربیت نہیں کی گئی تو یہی اولاد کل قیامت کے دن ہمارا گریبان پکڑے گی اس وقت سوائے افسوس کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا لیکن اگر اولاد کی صحیح طور پر تربیت کی جائے گی تو کل یہی اولاد ہمیں نفع دے گی۔

فضائل لیلۃ القدر

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی سب سے اہم فضیلت و خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ایک ایسی رات پائی جاتی ہے جو ہزار مہینوں سے بھی زیادہ افضل ہے۔ یہ ایسی رات ہے جسمیں رب العلمین کی طرف سے قرآن مجید فرقان حمید جیسا عظیم تحفہ دنیائے انسانیت کو ملا۔ یہ ایک ایسی رات ہے جسمیں عبادت کا ثواب ہزار مہینوں (کم و بیش تراسی سال) کی عبادت سے زیادہ ہے۔ یہ ایک ایسی رات ہے جس کی فضیلت میں رب کائنات سورۃ القدر نازل فرمائی۔

ارشاد باری تعالٰی ہے:۔

بیشک ہم نے اس (قرآن) کو لیلۃ القدر میں نازل کیا۔ (سورۃ القدر، آیت: ۱)

اور تمھیں کیا معلوم شب قدر کیا چیز ہے۔ (سورۃ القدر، آیت: ۲)

شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے۔ (سورۃ القدر، آیت: ۳)

اس میں فرشتے اور جبرائیل امین (علیہ السلام) اپنے پروردگار کی اجازت سے ہر کام(عبادت میں مشغول لوگوں کے لیے دعاؤں یا سال بھر تقدیر کے فیصلوں) کے لیے اُترتے ہیں۔(سورۃالقدر، آیت:۴)

وہ رات سراپا سلامتی ہے فجر کے طلوع ہونے تک۔(سورۃالقدر، آیت:۵)

شب قدر کا معنیٰ:۔

''قدر'' کا معنی اور مطلب کیا ہے؟''قدر کے ایک معنی عظمت وشرف کے ہیں۔اس رات کو ''لیلۃالقدر''(شبِ قدر) کہنے کی وجہ اس رات کی عظمت وشرف ہے۔ابو بکر وراق نے فرمایا کہ اس رات کر لیلۃالقدر اس وجہ سے کہا گیا کہ جس آدمی کی اس سے پہلے اپنی بے عملی کے سبب کوئی قدر وقیمت نہ تھی،اس رات میں توبہ واستغفار اور عبادت کے ذریعہ وہ صاحب قدر وشرف بن جاتا ہے۔''(معارف القرآن791/8)

شب قدر اس امت کو عطاء ہوئی:

شب قدر جیسی عظیم الشان اور انوار وبرکات والی رات، نبی اکرم ﷺ کی فکر کے نتیجے میں، صرف امت محمدیہ کو ملی۔شبِ قدر اللہ کی جانب سے بہت بڑا احسان ہے جو کسی دوسری امت کے حصے میں نہیں آئی۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے میری امت کو شبِ قدر عطا فرمایا اور اس سے پہلے کسی (امت) کو یہ عطا نہیں فرمایا۔" (جامع الأحادیث، حدیث: 39912)

موطا امام مالک میں ہے کہ "رسول اللہ ﷺ کو، ان سے پہلے لوگ کی عمریں دکھائی گئیں، یا ان میں سے جن کو اللہ نے چاہا؛ تو گویا آپ ﷺ نے اپنی امت کی عمروں کو بہت کم محسوس کیا کہ وہ عمل میں وہاں تک نہیں پہنچ سکے گی، جہاں تک دوسرے لوگ اپنی طویل عمر کی وجہ سے پہنچے؛ لہذا اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو شبِ قدر عنایت فرمائی جو ہزار مہینوں سے (عبادت کے اعتبار سے) بہتر ہے۔" (موطأ امام مالک، حدیث: 1145)

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ اکرم ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک ایسے آدمی کا ذکر فرمایا، جس نے اللہ کے راستے میں، ایک ہزار مہینے تک ہتھیار پہنے رکھا؛ تو مسلمان اس سے (بہت) متعجب ہوئے؛ تو اللہ عزوجل نے سورۃ القدر نازل فرمائی کہ ایک شبِ قدر کا عمل، ان ہزار مہینوں سے بہتر ہے جن میں اس آدمی نے فی سبیل اللہ ہتھیار پہنے رکھا۔ (السنن الکبری للبیہقی، حدیث: 8522)

شب قدر کی تلاش:

شب قدر جیسی عظیم رات کس رات ہو ہے اور ہم اس رات کو کیسے تلاش کریں؟تو اس کے لیے حدیث مبارکہ کی روح سے جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لیلۃ القدر کو رمضان المبارک کی آخری عشرے(آخری دس دن)کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔"(صحیح بخاری،باب تحرری لیلۃ القدر:۲۰۱۸)

طاق راتیں:

رمضان المبارک کی آخری طاق راتیں کون سی ہیں؟خاکہ درج ذیل پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔اکیسویں کی رات ۲۔تئیسویں کی رات ۳۔پچیسویں کی رات ۴۔ستائیسویں کی رات ۵۔انتیسویں کی رات

ان پانچ راتوں میں سے ہر رات عبادت کا معمول بنالیں ان شاءاللہ لیلۃ القدر کی رات نصیب ہو جائے گی۔

شب قدر کا تعین:

حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شب قدر کی تعین اٹھالی گئی ہے۔

حضرت عبادہ بن سامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ (ہمیں) شب قدر کی خبر دینے کے لیے تشریف لا رہے تھے کہ دو مسلمان آپس میں جھگڑا کرنے لگے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"میں تمہیں شب قدر بتلانے کے لیے نکلا تھا لکن فلاں اور فلاں آپس میں جھگڑا کر لیا تو اس کی وجہ سے (شب قدر) کا علم واپس اٹھالیا گیا اور امید یہی ہے کہ تمہارے حق میں یہی بہتر ہو گا۔ لہذا اب تم سے (رمضان المبارک کی) پچیسویں، ستائیسویں، انتیسویں رات میں تلاش کرو۔" (صحیح بخاری، باب خوف المؤمن من ان یحبط عملہ وھو لایشعر: ۴۹)

شب قدر پانے کا آسان طریقہ:

شب قدر کا رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ہونا متعین ہے۔ لہذا اگر آخری عشرہ کی طاق راتوں (۱۔ اکیسویں کی رات ۲۔ تئیسویں کی رات ۳۔ پچیسویں کی رات ۴۔ ستائیسویں کی رات ۵۔ انتیسویں کی رات) میں سے ہر ہر رات درج ذیل اعمال کر لیے جائیں تو اللہ رب العزت کی رحمت سے قوی امید ہے کہ ہم شب قدر کی برکات اور ہزار مہینوں کی عبادت کا ثواب پاسکیں گے۔

1) فجر وعشاء کی نماز باجماعت ادا کریں۔(جس نے فجر وعشاء کی نماز باجماعت ادا کی اسے پوری رات کا ثواب ملتا ہے۔)

2) درود شریف کا ورد کریں۔

3) تیسرے کلمہ کا کثرت سے ورد کریں۔

4) قرآن مجید کا کم از کم ایک پارہ تلاوت کریں۔

5) کم سے کم دو رکعت صلوٰۃ التوبہ ادا کریں۔

6) اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں پر گڑگڑا کر معافی مانگیں۔

شب قدر کی برکات سے محروم نہ رہیں:

حدیث مبارکہ سے علم ہوتا ہے کہ جو شخص شب قدر کی برکات سے محروم رہا وہ شخص بڑا ہی محروم ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"تم پر یہ مہینہ (رمضان المبارک) آچکا ہے،اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے،جو شخص اس رات سے محروم رہا وہ ساری بھلائیوں سے محروم رہا۔اس رات کی بھلائی سے وہ شخص محروم ہو سکتا ہے جو واقعی بڑا محروم ہو۔"(سنن ابن ماجہ:۱۶۴۴)

وہ لوگ جن کی شب قدر میں معافی نہیں ہو گی:

کچھ ایسے بھی بد بخت لوگ ہیں جن لوگوں کی اس عظیم رات میں بھی بخشش نہیں ہوتی۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ :

جس رات ”شبِ قدر“ ہوتی ہے تو اُس رات حق تعالیٰ شانہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو (زمین پر اُترنے کا) حکم فرماتے ہیں، وہ فرشتوں کے ایک بڑے لشکر کے ساتھ زمین پر اُترتے ہیں ،اُن کے ساتھ ایک سبز جھنڈا ہوتا ہے، جس کو کعبہ کے اوپر کھڑا کرتے ہیں۔

حضرت جبرئیلؑ کے سو (100) بازو ہیں جن میں سے دو بازو صرف اِسی ایک رات میں کھولتے ہیں، جن کو مشرق سے مغرب تک پھیلا دیتے ہیں، پھر حضرت جبرئیلؑ فرشتوں کو فرماتے ہیں :

”جو مسلمان آج کی رات کھڑا ہو یا بیٹھا ہو، نماز پڑھ رہا ہو یا ذکر کر رہا ہو اُس کو سلام کریں اور اُس سے مصافحہ کریں اور اُن کی دُعاؤں پر آمین کہیں، صبح تک یہی حالت رہتی ہے۔

جب صبح ہو جاتی ہے تو حضرت جبرئیل آواز دیتے ہیں:

”اے فرشتوں کی جماعت! اب کوچ کرو اور چلو!۔“ فرشتے حضرت جبرئیل سے پوچھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے مؤمنوں کی حاجتوں اور ضرورتوں میں کیا معاملہ فرمایا؟"

حضرت جبرئیلؑ فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے اِن پر توجہ فرمائی اور چار شخصوں کے علاوہ سب کو معاف فرمادیا۔" صحابہ کرام نے عرض کیا: "وہ چار شخص کون سے ہیں؟" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

1) ایک وہ شخص جو شراب کا عادی ہو۔
2) دوسرا وہ شخص جو والدین کی نافرمانی کرنے والا ہو۔
3) تیسرا وہ شخص جو قطع رحمی کرنے والا اور ناطہ توڑنے والا ہو۔
4) چوتھا وہ شخص جو (دِل میں) کینہ رکھنے والا ہو اور آپس میں قطع تعلق کرنے والا ہو۔"

(شعب الِایمان ۵/۲۷۷)

شب قدر کی دعا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

یارسول اللہ (ﷺ)! اگر مجھے شب قدر کا پتا چل جائے تو کیا دعا مانگوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اَللّٰھم إِنَّک عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ

"اے اللہ! بیشک آپ معاف کرنے والے ہیں اور معاف کرنے کو پسند کرتے ہیں، پس مجھے بھی معاف فرمادیں۔"(ترمذی: باب جامع الدعوات عن النبی ﷺ: ۳۵۱۳)

شب قدر کے جواہرات:

1) شب قدر میں عبادت ہزار مہینوں (تیراسی سال چار ماہ) کی عبادت سے افضل ہے۔
2) شب قدر میں فرشتوں کا بکثرت نزول ہوتا ہے۔
3) شب قدر میں حضرت جبرائیل امین علیہ السلام اور فرشتے ہر اُس شخص کے لیے دعاء مغفرت کرتے ہیں جو کھڑے یا بیٹھے (یعنی کسی بھی حال میں) اللہ تعالیٰ کو یاد کر رہا ہو۔
4) شب قدر میں اخلاص کے ساتھ عبادت کرنے والوں کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔
5) شب قدر کی فضیلت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید و فرقان حمید میں ایک پوری سورۃ نازل فرمائی جس کی قیامت کے دن تک تلاوت کی جاتی رہے گی۔

دعا ہے اللہ پاک ہم سب کو لیلۃ القدر جیسی عظیم رات نصیب فرمائے، ہماری بخشش فرمائے اور جہنم کی آگ سے ہماری گردن کو آزاد فرمائے۔ آمین ثم آمین

مسائل رمضان

مسئلہ1 : روزے کی حالت میں عورت کا بچے کو دودھ پلانا جائز ہے،اس سے روزے میں کوئی فرق تو نہیں پڑیگا۔

مسئلہ2:خون کی جانچ کروانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا(نہیں جاتا)بلکہ برقرار رہتا ہے۔

مسئلہ3:روزے کی حالت میں سفید بالوں میں خضاب کر سکتے ہیں،البتہ سیاہ خضاب کا استعمال ہر حال میں ممنوع ہے اگرچہ روزہ اس سے نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ4: جس لڑکے پر علامت بلوغ ظاہر نہیں ہوئی ہے یعنی اس کو انزال نہیں ہوتا تو ایسا لڑکا تراویح میں امامت نہیں کر سکتا۔

مسئلہ5: بوقت ضرورت روزہ کی حالت میں خون کا عطیہ دے سکتا ہے، اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اگر خون دینے سے پہلے روزہ قصداً توڑ دیا تو اس کے کفارہ میں اسے 60 روزے لگاتار رکھنا واجب ہو جائیں گے۔اور ایک روزہ کی قضا بھی کرنی ہو گی۔

مسئلہ6 :روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے صحبت کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہو جاتے ہیں۔

مسئلہ7 :روزہ کی حالت میں خود کا تھوک نگلنا بلا کراہت جائز ہے۔

مسئلہ 8: نامحرم پر شہوت کی نظر ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا البتہ مکروہ ہو جاتا ہے۔

مسئلہ9: کان میں تیل یا دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ10: حافظ صاحب کو قرآن سنانے کے معاوضہ میں کچھ دینا کسی طرح جائز نہیں، خواہ بنام ہدیہ دیا جائے یا انعام کے طور پر، اجرت پر قرآن پڑھنے اور سننے والے دونوں ثواب سے محروم رہتے ہیں، ہدیہ کے جواز کی شکل صرف یہ ہو سکتی ہے کہ ختم قرآن کے موقع پر تو کچھ لین دین بالکل نہ ہو، حافظ صاحب بھی اللہ کے واسطے قرآن سنا کر مکمل کرادیں، دل میں کچھ لینے یا ملنے کی رغبت و خواہش نہ ہو، اور کسی اور موقع پر کوئی صاحب خیر، اپنی طرف سے حافظ صاحب کو کچھ ہدیہ دیدے یا امداد کردے تو گنجائش ہے، لیکن واضح رہے کہ دوسرے موقع پر بھی قرآن سنانے کے بدلے میں نہ دیا جائے۔

مسئلہ11: اگر انزال یا جماع کا اندیشہ نہ ہو تو روزہ کی حالت میں بیوی کو چھونا یا بوسہ لینا شرعاً منع نہیں ہے بلکہ گنجائش ہے۔

مسئلہ12: روزہ کی حالت میں سر پر تیل لگانا جائز ہے۔

مسئلہ13: احتلام ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ14: روزہ کی حالت میں اگر کوئی شخص مشت زنی کرے اور انزال ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے، البتہ اس پر صرف اس روزہ کی قضا لازم ہے کفارہ واجب نہیں۔

مسئلہ15: روزے میں بیوی کے پستان کو محض چھونے سے روزہ تو نہیں ٹوٹتا لیکن اگر انزال کا خوف ہو یا جماع میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو تو مس کرنا مکروہ ہے، بیوی کا جسم چاٹنا بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ16: حاملہ دودھ پلانے والی عورت کے لیے حکم: جو عورت حمل سے ہے یا بچے کو دودھ پلا رہی ہے، اگر وہ یہ سمجھتی ہے کہ روزہ رکھنے کی صورت میں عورت یا بچے کو یا دونوں میں سے کسی ایک کو شدید خطرہ یا طبّی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے تو ایسی صورت میں اس کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ وہ ان دنوں میں روزے نہ رکھے اور بعد میں اس کی قضا کرے۔

مسئلہ ایک روزہ کا فدیہ:

روزہ کا فدیہ: ایک روزہ کا فدیہ ایک صدقۃ الفطر کے برابر ہوتا ہے۔ البتہ کرنسی نوٹ کی صورت میں ہر سال قیمت کے کم و بیش ہو جانے کی وجہ سے اس میں کمی زیادتی آتی رہتی ہے۔ اس لیے کسی مستند عالمِ دین سے معلوم کر کے فدیہ ادا کیا جائے۔

جن صورتوں میں روزہ مکروہ نہیں ہوتا:

1) ہر قسم کا انجکشن یا ٹیکہ لگوانا۔
2) کسی عُذر سے رگ کے ذریعے گلوکوز چڑھوانا۔
3) ضرورت کے وقت خون چڑھوانا

4) طاقت کا انجکشن لگوانا

5) ایسی آکسیجن لینا جس میں ادویات کے اجزاء شامل نہ ہوں۔

6) کلی کرنے کے بعد منہ کی تری نگلنا

7) اپنا لعاب دہن جو منہ میں ہو نگل لینا، البتہ اسے منہ میں جمع کر کے نگلنا نہیں چاہیے۔

8) ضرورت کے وقت کوئی چیز چکھ کر تھوک دینا۔

9) نکسیر پھوٹنا۔

10) چوٹ وغیرہ کے سبب جسم سے خون نکلنا

11) مرگی کا دورہ پڑ جانا

12) حلق میں بلا اختیار دھواں، گردوغبار یا مکھی وغیرہ کا چلا جانا۔

13) بھول کر کھانا پینا یا بھول کر بیوی سے صحبت یعنی جماع کرنا

14) اگر جماع کا اندیشہ نہ ہو تو بیوی سے بوس و کنار کرنا

15) سوتے ہوئے احتلام (غسل کی حاجت) ہو جانا

16) کان میں پانی ڈالنا یا بے اختیار چلے جانا

17) خود بخود قے آجانا

18) آنکھوں میں دوا یا سرمہ لگانا

19) مسواک کرنا

20) سر یا بدن پر تیل لگانا

21) عطر یا پھولوں کی خوشبو سونگھنا

22) رومال بھگو کر سر پر ڈالنا یا کثرت سے نہانا

23) بچے کو دودھ پلانا

24) پان کی سرخی اور دوا کا ذائقہ منہ سے ختم نہ ہونا

25) دانتوں سے نکلنے والا خون نگل لینا بشرطیکہ وہ لعابِ دہن سے کم ہو اور منہ میں خون کا ذائقہ محسوس نہ ہو۔

مسئلہ: سگریٹ اور بیڑی وغیرہ کا استعمال:

سگریٹ، حقہ یا بیڑی وغیرہ کا استعمال اگر بحالتِ روزہ کیا گیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور اس پر بھی قضاء و کفارہ واجب ہو جائے گا۔

مسئلہ: روزہ مکروہ کرنے والی چیزیں:

مکروہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ روزہ کے صحیح ثمرات، اس کی رحمتیں، اس کی برکتیں، نیز اس کا اجر کامل طور پر حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس کے اندر کمی واقع ہو جاتی ہے۔ (ماخوذ از فتاویٰ دارالعلوم دیوبند)

ادب کی اہمیت

انسانی زندگی کے دن رات کے اعمال مثال کے طور پر رہن سہن۔ ملنا جُلنا اور لین دین کے عمدہ اصول اور ضوابط کو آداب کہا جاتا ہے۔

ان آداب کی پابندی سے ہی انسان تہذیب یافتہ اور شائستہ لوگوں میں شمار ہوتا ہے۔ اگر معاشرے کا ہر فرد آداب زندگی کو ملحوظ خاطر رکھے تو دوسرے لوگوں کو بہت زیادہ آرام پہنچ سکتا ہے۔ اور لوگوں کی ناگواری کا باعث نہیں بنتا۔

یہ حقیقت ہے کہ غیر مسلم اقوام نے مزہب ایک جگہ سے اور آداب دوسری جگہ سے حاصل کیے۔ مثال کے طور پر نصاریٰ نے مذہب انجیل سے مگر آداب روم اور یونان سے حاصل کیے۔ اسلام ایک ایسا مکمل دین ہے کہ اس نے ایمان، عبادات، اخلاق اور آداب سیرت نبوی ﷺ کو سر چشمہ قرار دیا۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام بڑی سے بڑی قوموں کے پاس قرآن اور اپنے پیغمبر ﷺ کا فرمان لیکر گیا اور اُن کو چند ہی دنوں میں مُہذب بنا دیا۔

دور حاضر کے مسلمانوں نے کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، اور زندگی کے دوسرے اصولوں میں کفار و مشرکین کو اپنا امام ورہبر بنا رکھا ہے۔اِن خدا فراموشوں کا جو بھی طریقہ آتا ہے، اسے جھٹ سے قبول کر لیتے ہیں۔ اور بڑے ہی فخر کے ساتھ اُن طریقوں پر عمل کرتے ہیں تعجب کی بات ہے ایمان تو لائیں نبی آخر الزمان ﷺ پر اور طور طریقے پسند کریں کافروں اور مشرکوں کے۔

اپنے آقا ﷺ کی اتباع کرنے میں کراہت محسوس کرنا،اور احساس کمتری یہ سراسر بیوقوفی ہے۔

ہم کو چاہیئے کہ اپنے آقا ﷺ کی سنتوں پر مر مٹ جائیں! اہل دنیا کی نظروں میں باعزت اور باکردار ہونے کے خیال میں اپنی آخرت کی عظمت کو نہ بھولیں۔

یادرکھ آخرت کی ذلت اور رسوائی بہت بڑی ہے۔

بعض لوگ آداب کو تو اچھا سمجھتے ہیں پر اس کی اہمیت کو نہیں سمجھ پاتے۔یہ بہت بڑی نادانی ہے۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"ادبنی ربی فاحسن تادیبی"

"مجھے رب نے ادب سکھایا اور بہترین سکھایا۔"

انسان کو چاہئیے کہ آداب زندگی سے اپنے اعمال صالحہ کو تقویت اور زینت بخشے۔

یاد رکھیے آپ کو عمل آداب سے خالی ہوگا وہ در حقیقت حسن و جمال سے خالی ہوگا۔اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ناپسندیدہ ہوگا۔ حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا۔

"اللہ جمیل و یحب الجمال"

اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں موت وحیات کی تخلیق کی غرض یوں بیان کی گئی ہے۔

"خلق الموت والحیٰوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا"

موت وحیات کو پیدا کیا تاکہ آزمایا جائے کہ تم میں سے کون اعمال کے لحاظ سے حسین تر ہے۔

اس سے معلوم ہوا اللہ رب العزت کو اعمال کثرت کی بہ نسبت اعمال کا حسن زیادہ پیارا ہے۔

مومن کو چاہیے کہ ہر عمل میں آداب کی رعایت کو ملحوظ خاطر رکھے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

"الدین کلہ ادب"

دین سراسر ادب ہے۔

یہ پکی بات ہے کہ جس کو ادب کی توفیق نصیب ہوئی اسے سعادت ملی اور جو ادب سے محروم ہو گیا وہ سعادت سے محروم ہو گیا۔ گویا باادب بانصیب بے ادب بے نصیب۔ علمائے امت

نے ادب کی اہمیت پر ایسی خوبصورت باتیں لکھی ہیں کہ ان میں سے تو بعض ضرب المثال کا درجہ پا چکی ہیں۔ مثال کے طور پر

"الادب جنته للناس"

ادب انسانوں کے لیے ڈھال ہے۔

"لا میراث کالادب"

ادب جیسے کوئی میراث نہیں

ادب اکابرین کی نظر میں:

ادب کی اہمیت کے متعلق امت کے اکابرین کے چند اقوال ذکر کرتا ہوں۔

امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

پہلے ادب سیکھو پھر علم سیکھو

امیر المومنین خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہر چیز کی کوئی قیمت ہوتی ہے، انسان کی قیمت اُسکا علم اور ادب ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ میرے پاس ایسے شخص کا ذکر آئے جسے اولین و آخرین دونوں کا علم ہو، مگر وہ آداب نفس سے خالی ہو تو مجھے اسکی ملاقات نہ ہونی پر کبھی

بھی افسوس نہیں ہو گا۔اور جب کبھی سننے میں آتاہے کہ فلاں آدمی آداب نفس کا حامل ہے۔ تو اس سے ملاقات نہ ہونے پر افسوس ہوتا ہے۔

ابوالليث سمرقندی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔اسلام کے پانچ قلعے ہیں۔ پہلا یقین، دوسرا اخلاص، تیسرا فرض کی ادائیگی، چوتھا تکمیل سنن، پانچواں آداب کی حفاظت۔ جب تک انسان آداب کی حفاظت اور نگرانی کرتا رہتا ہے، تو شیطان اس سے مایوس ہوتا رہتا ہے۔اور جب یہ آداب چھوڑنے لگتا ہے، تو شیطان سنتیں چھڑوانے کی فکر کرنے لگتا ہے۔ حتٰی کہ پھر فرائض، اخلاص، اور یقین تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

حضرت مخلد بن حسین رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہم کثرت حدیث کی بہ نسبت ادب کے زیادہ محتاج ہیں۔

حضرت علی بن عثمان ہجویری رحمتہ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب کشف المحجوب میں لکھتے ہیں:

تارک ادب اخلاق محمدی (ﷺ) سے بہت دور ہوتا ہے۔

حضرت ابو عبداللہ محمد بن علی الترمزی رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان ہے

جسے شریعت اور آداب بندگی کا علم نہ ہو وہ ہر گز علم حق سے بہرہ بند نہیں ہوتا۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان ہے:

بے ادب خالق و مخلوق دونوں کا معتوب ہے و مغضوب ہے۔

حضرت رویم رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت ابو عبداللہ بن خفیف رحمتہ اللہ علیہ سے فرمایا۔

"یا بنی اجعل عملك ملحا وادبك دقیقا۔ ای استکثر من الادب حتی تکون نسبۃ فی الکثرۃ نسبۃ الدقیق الی الملح"

اے بیٹے اپنے عمل کو نمک بنااور ادب کو آٹا بنا۔ یعنی ادب میں اضافہ کر حتیٰ کہ کثرت میں عمل و ادب کی سنبت نمک اور آٹے جیسی ہو جائے۔

حضرت ابو عبداللہ بلخی رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان ہے۔ آداب نفس کا حاصل کرنا علم کے حصول سے زیادہ اہم ہے۔

ادب شعراء کی نظر میں:

ادب کی اہمیت کے عنوان پر دنیامیں مختلف زبانوں میں اشعار کاایک بہت بڑاذخیرہ ہے۔ یہاں پر نمونہ کے طور پر عربی، فارسی، اور اردو زبان کاایک ایک شعر نقل کرتاہوں۔

"ادبوا النفس ایھا الاصحاب

طرق العشق کلھا آداب"

اے دوستو! اپنے اپ کوادب سکھاؤ۔اس لئے کہ عشق کے سب طریقےادب ہی ادب ہیں۔

"از خدا خوا ہیم توفیق ادب

بے ادب محروم مائند از لطف رب"

ہم اللہ تعالیٰ سے ادب کی توفیق مانگتے ہیں۔اس لیے کہ بے ادب اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں سے محروم رہتا ہے۔

خموش اے دل بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ادب سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

صحابہ اکرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کے واقعات

حضرت ابو سعید خُدری رضی اللہ عنہ دوسرے صحابہ اکرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ لوگوں میں کوئی چیز تقسیم فرمارہے تھے۔ ایسے میں بنو تمیم کا ایک شخص آیااور اس نے کہا۔

"اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) انصاف سے تقسیم فرمایئے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"تیرا ناس ہو، اگر میں انصاف نہیں کروں گا، تو کون انصاف کرے گا۔ اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو میں ناکام رہااور برباد ہو جاؤں گا۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

"اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجھے اجازت دیں۔ میں اس کی گردن اڑادوں۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"نہیں! اسے چھوڑ دو اس کے ایسے ساتھی ہیں کہ ان کے نماز روزے کے مقابلے میں تم اپنے نماز روزے کو کم سمجھو گے (یعنی ظاہر میں)۔ یہ لوگ قرآن پڑھیں گے، لیکن قرآن ان کی ہنسلی سے

آگے نہیں جائے گا(یعنی ان کے دل کی طرف نہیں جائے گا) اور یہ لوگ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کو لگ کر اس سے پار ہو جاتا ہے۔ تیر کے پھل کو دیکھا جائے تو اس میں کوئی چیز نظر نہیں آئے گی، پھر اس کی تانت کو دیکھا جائے جس سے تیر کے پھل کو لکڑی سے مضبوط کیا جاتا ہے۔ تو اس میں بھی کوئی چیز نظر نہیں آئے گی، پھر اس کے پَر کو دیکھا جائے تو اس میں بھی کوئی چیز نظر نہیں آئے گی، حالانکہ یہ تیر اس شکار کی اوجھڑی اور خون میں سے گزر کر پار گیا ہے، لیکن پورے تیر پر اس اوجھڑی اور خون کا نشان نظر نہیں آئے گا۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں سے ایک کالا آدمی ہو گا۔ اس کے ایک بازو کا گوشت خوب ہلتا ہو گا۔ یہ لوگ اس وقت ظاہر ہونگے جب لوگوں میں اختلاف وانتشار کا زور ہو گا۔''

یعنی آپ ﷺ نے ان لوگوں کی یہ نشانیاں بتائیں اور یہ جو تیر کا ذکر فرمایا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ جس طرح تیر پر کچھ نہیں لگتا، اسی طرح ان لوگوں پر قرآن کا کوئی اثر نہیں ہو گا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں گواہی دیتا ہوں میں نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ان لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی تھی اور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو لانے کا حکم دیا تھا۔ لوگ اسے ڈھونڈ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لائے تھے اور جو نبی کریم ﷺ نے نشانیاں ارشاد فرمائی تھیں، وہ میں نے

اس شخص میں پوری دیکھی تھیں، یعنی وہ کالا تھااس کے بازو کا گوشت خوب ہلتا تھا۔"(البدایہ: (4/362

جب منافقوں کا سردار عبداللہ بن اُبَی مر گیا تو اس کے صاحبزادہ (جو مسلمان تھے) حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

"آپ مجھے اپنی قمیض مبارک دے دیں۔ میں اس میں اپنے باپ کو دفناؤں گا اور آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں اور اس کے لیے استغفار فرمائیں۔"

آپ ﷺ نے انہیں اپنی قمیض دے دی اور فرمایا:

"جب جنازہ تیار ہو جائے تو مجھے خبر کر دینا۔ میں اس کی نمازِ جنازہ پڑھوں گا۔"

جب آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

"اے اللہ کے رسول! (ﷺ) کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقوں سی نمازِ جنازہ پڑھنے سے منع نہیں فرمایا؟"

آپ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے مجھے استغفار کرنے اور نہ کرنے، دونوں باتوں کا اختیار دیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، آپ ان منافقوں کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں۔"

چنانچہ آپ ﷺ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی:

اوران میں کوئی مر جائے تواس کے جنازے پر پر کبھی نماز نہ پڑھیں (سورہ توبہ:84)

ایک یہودی نے آپ ﷺ پر جادو کیا۔ جس کی وجہ سے آپ ﷺ چند دن بیمار رہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

"اے اللہ کے رسول! (ﷺ) ایک یہودی نے آپ پر جادو کیا ہے۔اس نے گرہیں لگا کر فلاں کنویں میں پھینک دی ہیں۔آپ کسی کو بھیج کر منگوالیں۔"

آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ حضرت علی اللہ عنہ نے اسے نکال کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے ان گرہوں کو کھولا تو آپ ﷺ اس طرح ٹھیک ہو کر کھڑے ہو گئے جیسے کسی بَندھن سے نکلے ہوں۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس واقعے کی تفصیل یوں بیان کرتی ہیں۔

حضور اکرم ﷺ پر جادو کیا گیا تھا۔اس کے اثر کی وجہ سے آپ ﷺ کو یوں محسوس ہوتا تھا کہ آپ اپنی بیویوں کے پاس گئے ہوئے ہیں، لیکن حقیقت آپ ﷺ نہیں گئے ہوتے تھے اور یہ اثر سب سے سخت جادو کا ہوتا ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اے عائشہ! کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی۔وہ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی ہے۔میرے پاس دو فرشتے آئے تھے ایک میرے سر کے پاس بیٹھ گیا،اور دوسرا پاوں کے پاس۔

سر والے نے پاؤں والے سے کہا: حضرت کو کیا ہوا؟

اس نے جواب دیا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیا گیا ہے۔

پہلے والے نے کہا: جادو کس نے کیا ہے۔

دوسرے نے کہا: لبید بن اعصم نے جو قبیلہ بنو رزیق کا ہے۔ وہ یہودیوں کا ساتھی اور طرف دار ہے اور منافق ہے۔

پہلے والے فرشتہ نے پوچھا: اس نے جادو کس چیز میں کیا ہے۔

دوسرے نے کہا: کنگھی پر اور کنگھی سے گرے ہوئے بالوں پر کیا ہے۔

پہلے والے نے پوچھا: یہ چیزیں کہاں ہیں۔؟

دوسرے نے جواب دیا: نر کھجور کے خوشے کے غلاف میں، زروان کنویں کے اندر جو پتھر رکھا ہوا ہے، اس کے نیچے رکھی ہوئی ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کنویں پر تشریف لے گئے اور یہ چیزیں اس میں سے نکال لیں اور فرمایا:

"یہ کنواں وہی ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا۔اس کنویں کا پانی سرخ تھااور اس کنویں کے کھجوروں کے درخت ایسے وحشت ناک تھے جیسے شیطانوں کے سر ہوں۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

"آپ نے یہ چیزیں لوگوں کو کیوں نہ دکھائیں،اوران کو دفن کیوں کرایا۔"

آپ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے مجھے تو(جادو) سے شفاعطا فرمادی اور میں کسی کے خلاف فتنہ کھڑا کرنا نہیں چاہتا تھا۔"(بخاری،مسلم)

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات زندگی

حجتہ السلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ شعبان یا رمضان ۱۲۴۸ ؁ھ کو قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ جو دیوبند سے بارہ میل دور مغرب کی جانب واقع ہے۔ آپ کے والد کا نام شیخ اسد علی بن غلام شاہ ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ بچپن سے ہی ذہین، محنتی، اور سعادت مند تھے۔ تعلیم کے دوران آپ اپنے طالب علم ساتھیوں سے نمایاں رہا کرتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے بچپن ہی قرآن مجید پڑھ لیا تھا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے قصبہ دیوبند میں فارسی، عربی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی اس کے بعد مولانا مملوک علی رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ ۱۲۶۰ ؁ھ میں دہلی پہنچے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالغنی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ سے علوم حدیث کی تکمیل حاصل کی۔ فراغت کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کتابت کا کام شروع کیا۔

سب سے پہلے آپ رحمتہ اللہ علیہ نے مولانا احمد علی سہارنپوری رحمتہ اللہ علیہ کی بخاری شریف کی تصحیح کی اور کتابت فرمائی۔اس کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ میرٹھ اور دہلی میں بھی کتابت کا کام کرتے رہے۔اس کے ساتھ ساتھ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے درس وتدریس کا سلسلہ بھی شروع کر رکھا تھا۔آپرحمتہ اللہ علیہ نے شیخ الہند حضرت مولانا محمودالحسن دیوبندیرحمتہ اللہ علیہ، حضرت مولانا احمد حسن امروہی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت مولانا حکیم محمد صادق مرادآبادیرحمتہ اللہ علیہ، حضرت مولانا فیض الحسن گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کو زمانہ کتابت میں حدیث پڑھائی۔آپرحمتہ اللہ علیہ نے شیخ المشائخ حضرت امداداللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی۔ سلوک اور تصوف کے منازل طے کرنے کے بعد آپرحمتہ اللہ علیہ خلافت سے نوازے گئے۔آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے آپ کو نیکی اور تقویٰ میں ڈھال رکھا تھا۔آپ کے مرشد حضرت امداداللہ مہاجر مکیرحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔

"ایسے لوگ کبھی پہلے زمانہ میں ہوا کرتے تھے،اب مدتوں سے نہیں ہوتے۔"

آپ رحمتہ اللہ علیہ خوش مزاج اور عمدہ اخلاق کے مالک تھے۔مسئلہ خود کبھی نہیں بتاتے تھے،بلکہ کسی کے حوالے سے بیان فرمایا کرتے تھے۔فتویٰ پر اپنا نام لکھنا اور مہر لگانا آپ رحمتہ اللہ علیہ کو ناپسند تھے۔امامت کروانے سے گھبراتے تھے۔ہمیشہ مقتدی بن کر نماز ادا کرتے تھے۔آپ رحمتہ اللہ علیہ مناظر تھے۔اور باطل فرقوں کے پادریوں سے کئی مناظرے کیے، اور کامیاب رہے۔

جہاد حُریّت کے سلسلے میں تبادلہ خیال ہوا۔ تو مولانا شیخ محمد محدث تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے بے سروسامانی کا ذکر کرتے ہوئے جنگ آزادی میں بھرپور حصہ لینے سے گریز کی تجویز دی۔ حجتہ السلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ نے مخالفت کی۔ اور فرمایا: کیا ہم اصحاب بدر سے زیادہ بے سروسامان ہیں؟ یہ فقرہ سُن کر حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ تڑپ اٹھے اور فرمایا:

"الحمد اللہ النشراح ہو گیا ہے۔"

اور جہادی کی تیاری شروع فرمادی۔ امیر حاجی امداداللہ مہاجر مکیر حمتہ اللہ علیہ، سپہ سلار مولانا قاسم نانوتویر حمتہ اللہ علیہ، اور قاضی حضرت گنگوہیر حمتہ اللہ علیہ مقرر ہوئے۔ اور تھانہ بھون دارالسلام قرار پایا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے حاجی امداداللہ مہاجر مکیر حمتہ اللہ علیہ کی اطاعت میں جہاد میں بھرپور حصہ لیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ۱۸۶۷ میں علوم اسلامیہ کی عظیم یونیورسٹی جامعہ دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی۔ جامعہ دارالعلوم دیوبند آپر حمتہ اللہ علیہ کا زندہ جاوید کارنامہ اور اور صدقہ جاریہ ہے۔ جو ان شاءاللہ قیامت تک جاری رہے گا۔ جب جامعہ دارالعلوم دیوبند کے افتتاح کی خبر آپر حمتہ اللہ علیہ کے مرشد حضرت مولانا حاجی امداداللہ مہاجر مکیر حمتہ اللہ علیہ کے پاس مکہ مکرمہ پہنچی۔ تو حضرت حاجی امداللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

"سبحان اللہ! آپ فرماتے ہیں ہم نے مدرسہ قائم کیا ہے۔ یہ خبر نہیں کہ کتنی پیشانیاں اوقات سحر سربسجود ہو کر گڑگڑاتی ہیں کہ خواوند کریم! ہندوستان میں اسلام کی بقاء اور علم کے تحفظ کا کوئی ذریعہ پیدا کر۔ یہ مدرسہ اُنہیں سحر گاہی دعاؤں کا ثمر ہے۔"

دارالعلوم دیوبند نے جو خدمات اسلام تحفظ اسلام،قرآن و حدیث کے علوم کی نشرو اشاعت،اور مسلمانوں کی عملی تربیت کے سلسلہ میں انجام دی ہیں وہ تاریخ کا ایک ایسا روشن باب ہے جو آنے والی نسلوں کے لیے باعث فخر ہیں۔

دارالعلوم دیوبند سے منسلک افراد اپنے اپنے دور کے مایہ ناز عالم، محقق، محدث، فقیہ ہیں ۔اور اپنے اپنے دور میں ممتاز علماء مانے گئے۔جامعہ دارالعلوم کے سرپرستوں میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے بعد مولانا رشید احمد گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ، حکیم الامت حضرت اشرف علی تھانوی رحمتہ اللہ علیہ، مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمتہ اللہ علیہ سرفہرست ہیں۔

جامعہ دارالعلوم دیوبند کے فضلاء میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمتہ اللہ علیہ، علامہ شبیر احمد عثمانی رحمتہ اللہ علیہ، شیخ السلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمتہ اللہ علیہ، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمتہ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمتہ اللہ علیہ،اور حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمتہ اللہ علیہ جیسے ہزاروں مشاہیر علماء شامل ہیں۔جن کے علم و عمل زہد و تقویٰ کی مثالیں اب نہیں ملتی۔

بہر حال حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ اپنے دور کے عظیم محقق اور مدث تھے۔اور سچے عاشق رسول ﷺ تھے۔ تواضع و انکساری کا یہ عالم تھا۔اگر کوئی آپ کو مولوی صاحب کہ کر پکارتا تو آپ ناراض ہوتے تھے۔اگر کوئی نام لیکر پکارتا تو آپ خوش ہوتے اور عزت و احترام سے بات کرتے۔

حکیم الامت حضرت مولانااشرف علی تھانویرحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی شان عالمانہ تھی نہ درویشانہ تھی بلکہ عاشقانہ شان تھی،اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس دوستانہ ہوتی تھی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ گاڑھے کے کپڑے پہنا کرتے تھے۔ایک مرتبہ دیوبند سے نانوتہ تشریف لے جاتے ہوئے ایک جولاہے نے بوجہ سادگی کے اپناہم قوم سمجھتے ہوئے پوچھا: کہ سُوت کا آج کیابھاؤہے؟تومولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے جواب دیا: بھائی آج بازار جانا نہیں ہوا(قصص الاکابر)

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ حج کے لیے تشریف لے جاتے تو حدود حرم میں جوتے نہیں اتارا کرتے تھے اور ننگے پاؤں چلا کرتے تھے۔اور فرماتے:

"جس زمین اور گلی کوچوں میں پیغمبر آخرالزمان ﷺ کے قدم مبارک لگے ہوں میں وہاں جوتے پہن کر چلوں۔"

اللہ اکبر! کیامحبت و عشق ہے اپنے آقائے نامدار ﷺ سے۔

بہر حال آپ رحمۃ اللہ علیہ روحانیت و علمیت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔درس وتدریس ،تبلیغ اور ارشاد کے علاوہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد تصانیف لکھی ہیں۔ حکیم الامت حضرت مولانااشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایاکرتے تھے۔اگران کتابوں کا ترجمہ عربی میں کردیا جائےاور آپ رحمۃ اللہ علیہ کانام نہ بتایاجائے تویہی کہاجائے گا کہ یہ کتابیں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ یاامام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی ہیں۔

آپ کی مشہور تصانیف:

تقریر دلپزیر، آپ حیات، انتصار الاسلام، مباحثہ شاہجہان پور، جمال قاسمی، اور توثیق الکلام وغیرہ ہیں اگرچہ مزکورہ کتابیں اردو زبان میں ہیں لیکن ان کا سمجھنا عوام تو عوام بعض علماء کے بس میں نہیں ہے۔ الفاظ اور زبان نہیات ہی سہل ہیں مگر علوم نہایت عالمانہ اور مشکل مذکور ہیں۔ حضرت مولانا قاسم نانوتویرحمتہ اللہ علیہ نے دو حج کیے۔ پہلا حج حضرت مولانا یعقوب نانوتویرحمتہ اللہ علیہ کی معیت میں ۱۲۷۷ھ میں کیا۔ اور دوسرا ۱۲۹۴ھ میں مولانا رشید احمد گنگوہی رحمتہ اللہ علیہاور دیگر ارکابرین اُمت کے ساتھ کیا۔

اور بلاآخر علم و عمل کا یہ آفتاب ۴ جمادی الاول ۱۲۹۷ھ بروز جمعرات کو ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ اللہ رب العزّت سے دعا ہے آپ رحمتہ اللہ علیہ پر کروٹ کروٹ رحمتیں نازل فرمائے اور ہمیں اُن کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العلمین!

ماہ رجب المرجب کی فضیلت

اسلامی مہینوں میں ساتواں مہینہ رجب المرجب کا ہے۔ لفظ رجب اسم مشتق ہے۔ اس کا اشتقاق تَرجِیبُ سے ہے عربی میں ترجیب کا معنٰی تعظیم کا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اِنّہ لَیُرَجَّبُ فِیہِ خَیرُ کَثِیرُ لِشَعبَانَ''

ماہ رجب میں شعبان کے لیے خیر کثیر کی تیاری کی جاتی ہے۔

بعض حضرات کا قول ہے۔ کہ ترجیب کا معنٰی ہے اللہ رب العزت کے ذکر کی تکرار، اور اللہ رب العزت کی عظمت کا اظہار۔

ماہ رجب میں فرشتے تسبیح، اور تقدیس کی کثرت کرتے ہیں ماہ رجب کو ''شہر رَجم'' بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی شیاطین کو سنگسار کر دینے کا مہینہ تاکہ مومنین کو دُکھ نہ دے سکیں۔

مروی ہے کہ جب ماہ رجب المرجب کا چاند نظر آیا تو جمعہ کے دن امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ممبر پر چڑھ کر خطبہ ارشاد فرمایا:

اے لوگو سنو! یہ اللہ کا مہینہ ہے۔ یہی زکوٰۃ دینے کا مہینہ ہے۔ جس پر قرض ہو وہ قرض ادا کر کے باقی بچی ہوئی رقم سے اُسے زکوۃ ادا کرنی چاہیئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خطبہ میں ''اصم'' کا لفظ ارشاد فرمایا اس کی وجہ لکھتے ہوئے ابن انباریؒ نے فرمایا عرب آپس میں ہمیشہ لڑتے رہتے تھے۔

جب ماہ رجب المرجب کا چاند نظر آتا تو عرب ہتھیار رکھ دیتے تھے۔ نہ ہتھیاروں کی کھٹ کھٹ سنائی دیتی تھی اور نہ ہی نیزوں کی جھنکار۔ اگر کوئی شخص اپنے باپ کے قاتل کو تلاش کرنے نکلتا اگر وہ ماہ رجب المرجب میں مل جاتا۔ تو اُسے کچھ نہ کہتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اِس نے اُس قاتل کو دیکھا ہی نہ ہو اور نہ ہی اُس کی خبر پائی ہو۔

بعض لوگوں نے ''اصم'' کہنے کی یہ وجہ بیان کی ہے کی کسی قوم پر اِس مہینہ میں اللہ کا غضب نازل ہونے کی کوئی خبر نہیں سُنی گئی۔ گزشتہ اقوام پر باقی تمام مہینوں میں اللہ کا عذاب آیا ہے۔ مگر ماہ رجب المرجب میں اللہ پاک نے کسی قوم کو عذاب میں مبتلا نہیں کیا۔ (غنیۃ الطالبین)

ماہ رجب المرجب میں ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی میں سوار ہونے کا حکم دیا کشتی حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں کو لیکر چھ ماہ تک تیرتی رہی۔

حضرت ابراہیمؒ نخعی کا قول ہے:

ماہ رجب المرجب میں اللہ رب العزت نے حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی میں سوار ہونے کا حکم دیا تھا۔ اللہ رب العزت نے آپ علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں کو طوفان سے محفوظ رکھا، اور زمین کو شرک و ظلم سے پاک کیا۔

حضرت ابو حازم از سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ماہ رجب المرجب حرمت کے مہینوں میں سے ایک مہینہ ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں روزے رکھے تھے، اور ساتھیوں کو بھی روزے رکھنے کا حکم دیا تھا۔ اللہ رب العزت نے اُن کو بچالیا۔ اور ڈوبنے سے محفوظ رکھا اور طوفان کے ذریعہ سے زمین کو کفر و معصیت سے پاک کیا۔" (غنیہ الطالبین)

امام ہتبہ رحمہ اللہ نے اسناد کے براویت یونس از حسن رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

"جس نے رجب کا ایک روزہ رکھا اُس کے ایک روزہ کو تیس سال کے روزوں کے مساوی قرار دیا جائیگا۔" (غنیتہ الطالبین ۲۶۱)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ماہ رجب اللہ کا مہینہ ہے۔ جو شخص کسی مومن کی سختی دور کرے گا اللہ رب العزت اس کو جنت الفردوس میں ایک محل عطا کرے گا۔ (غنیتہ الطالبین ۲۶۳)

حضرت عکرمہ رضی اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"رجب اللہ کا مہینہ ہے، شعبان میرا مہینہ ہے،اور رمضان میری اُمت کا مہینہ ہے۔"

موسیٰ بن عمرانؒ کہتے ہیں کہ میں نے خود سُنا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرمارہے تھے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جنت میں ایک دریا ہے جس کو "رجب" کہا جاتا ہے۔اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔جو رجب کا ایک روزہ رکھے گا'

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جنت میں ایک محل ہے ۔ جس میں ماہ رجب المرجب کے روزہ داروں کے علاوہ کوئی نہیں جائے گا۔

کہا جاتا ہے ماہ رجب المرجب مغفرت کے لیے مخصوص ہے،اور شعبان شفاعت کے لیے، رمضان نیکیاں ڈبل کرنے کے لیے اور شب قدر رحمت نازل کرنے کے لیے اور عرفہ کا دن دین کو کامل بنانے کے لیے ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ وسلم سے سُنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے تھے :

جس نے ماہ رجب المرجب کا ایک روزہ رکھا اُس نے گویا ہزار برس روزے رکھے اور ہزار غلام آزاد کیے۔ اور جس نے ماہ رجب میں کچھ خیرات کی گویا اُس نے ہزار دینار خیرات کئے۔ اللہ تعالیٰ اُس کے لیے بدن کے ہر بال کے مقابلہ میں ہزار نیکیاں لکھے گا، اور ہزار درجے بلند کرے گا۔ اور ہزار گناہ معاف فرمائے گا۔ اور ہر روز کے روزے اور ہر روز کی خیرات کے مقابلہ میں ہزار حج اور ہزار عمرہ لکھے گا۔ اور اسکے لیے جنت میں ہزار محل اور ہزار کمرے ہونگے۔ ہر کمرہ میں ہزار خیمے اور ہر خیمہ میں سورج سے ہزار مرتبہ بڑھ کر ہزار حوریں ہونگی۔ (غنیتہ الطالبین ۲۶۵)

اللہ رب العزت ہمیں ماہ رجب المرجب کی قدر کی توفیق عطا فرمائے۔ اور نیکیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العلمین

علامات محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

دعویٰ محبت کا ہونا تو ایک عمومی بات ہے۔ لیکن یاد رہے علامات محبت کا پایا جانا بھی از حد ضروری ہے۔اس لئے ان علامات کو ذکر کیا گیا ہے ان کو دیکھ کر اپنے آپ کو بھی محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی اور حقیقی صورت میں ڈھال لیجئے۔ یہ ایک آئینہ ہے اس میں دیکھ کر اپنی شخصیت کو سنوار لیجئے۔ یا یوں کہ لیجئے ہر چیز کی کوئی نہ کوئی علامت اور نشانی ہوتی ہے، جس سے وہ پہچانی جاتی ہے۔ محبت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی کچھ علامات ہیں جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ فلاں محبت میں دعویٰ کرنے والے میں واقعی محبت ہے یا نہیں؟ تو آیئے ہم ان علامات کا بغور مطالعہ کرتے ہیں، اور اِنہیں اپنی ذات میں جذب کرنے کا عہد بھی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی مدد سے۔

پہلی علامت:

محبت کی پہلی علامت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی جائے بلکہ خدا کی محبت کی علامت یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی جائے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قُلْ اِنْ کُنتُم تُحِبُونَ الله فَاتَّبِعُونِي يُحبِبكُمُ اللهُ(آل عمران)

''کہ دیجیئے اگر تم اللہ تعالٰی سے محبت استوار کرنا چاہتے ہو میری (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتباع کرو تو اللہ تعالٰی تم سے محبت کرے گا۔''

مکمل دین تم ہو گیا اے رہبر کامل
قیامت تک تیری سنت پر چلنا عین ایمان ہے

دوسری علامت:

محبت کی دوسری علامت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کثرت سے کیا جائے۔ کیونکہ اصولی طور پر کہ دیا گیا ہے۔

''مَن اَحَبَّ شَیئاً اَکثَرَ ذِکرَہُ''

جو کسی کے ساتھ محبت کرتا ہے اسکا ذکر کثرت سے کرتا ہے

زندگی کے ہر مسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حوالہ ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات کا بار بار دہرا جائے۔

اس دورِ سکوں سوز میں تسکیں نہ ملے گی
کیفِ دل وجاں ذکرِ پیغمبر سے ملے گا

محبت کی تیسری علامت:

محبت کی تیسری علامت یہ ہے کہ آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کے ساتھ اتنی محبت ہو کہ اس کے لئے سب کچھ قربان کرنے کو تیار رہے قرآن وسُنت کی تبلیغ واشاعت کے لیے ہر تکلیف خوشی خوشی برداشت کرے۔ جیسے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ہر تکلیف کو خوشی خوشی قبول کیا۔

نبی خاتم پہ جو سو جان سے قربان ہوتے ہیں
خدا شاھد ہے وہی کامل ایماں ہوتے ہیں

محبت کی چوتھی علامت:

محبت کی چھوتھی علامت یہ ہے کہ آپ ﷺ کی عظمت وحرمت کا ہر حال میں احساس رہے۔ آپ ﷺ کا ذکر آئے تو درود شریف پڑھے۔ آپ ﷺ کا نام لے تو تعظیم سے لے۔

کب اس دل بے تاب سے ہے استنی توقع
لے نام کوئی تیرا تو یہ آنکھ نہ چھلکے

محبت کی پانچویں علامت:

محبت کی پانچویں علامت یہ ہے کہ آپ ﷺ کی اور آپ ﷺ کے روضہ مبارک کی زیارت کا بے حد شوق ہو۔ ظاہر ہے کہ ایک محبت کی سب سے بڑی آرزو یہی ہوتی ہے کہ مجھے محبوب کا وصال اور ملاقات نصیب ہو۔

ہمیں اس لئے ہے تمنائے جنت
کہ جنت میں اُن کا نظارہ کرینگے

سوہنیاں نالو سوہنا چہرہ حضور (ﷺ) دا
مولا وکھاوے سانوں روضہ حضور (ﷺ) دا

محبت کی چھٹی علامت:

محبت کی چھٹی علامت یہ ہے کہ ہر اُس چیز سے محبت ہو جس کا تعلق اور جسکی مناسبت حضور ﷺ کی طرف ہو۔ آپ ﷺ کے خاندان سے محبت ہو۔ ازواج مطہرات سے (بحثیت امہات المؤمنین) محبت ہو۔ آپ ﷺ کے صحابہ سے محبت ہو۔ آپ ﷺ کے شہر اور اُس کے گلی کوچوں سے محبت ہو۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"عرب سے دین وجوہ سے محبت رکھو۔ایک تواس لیے کہ میں عربی ہوں۔دوسرا یہ کہ قرآن عربی میں ہے۔تیسرااس لیئے کہ جنت کی زبان عربی ہو گی۔"

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جس نے اہل عرب کو دھو کہ دیا وہ میری شفاعت میں داخل نہیں ہو گا۔اور اُس کو میری محبت اور دوستی حاصل نہیں ہو گی۔"

تیرے کوچے میں آنے والوں سے
روزوشب رسم وراہ کرتاہوں!

محبت کی ساتویں علامت:

محبت کی ساتویں علامت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے وارث علماء سے محبت ہو۔اور اولیاء ،اتقیاء،اصغیاء سے محبت ہو۔

محبت کی آٹھویں علامت:

محبت کی آٹھویں علامت یہ ہے کہ آپ ﷺ کے دیدار اور زیارت کا شیدائی ہو۔اس لیے کہ ہر حبیب اپنی محبوب کی زیارت اور ملاقات کا شیدائی ہوتا ہے۔اور جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہو تو آپ ﷺ کی تعظیم اور توقیر میں سر جھکا دیا جائے۔اور آپ ﷺ کا نام مبارک سنتے ہی انکساری کے آثار نمایاں ہو جائیں۔اور آپ ﷺ کے جلال و عظمت سے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ اسحاق تحبیبی سے نقل کرتے ہیں کہ اصحاب رسول

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، آپ ﷺ کی وفات کے بعد جب کبھی آپ ﷺ کا ذکر کرتے تھے تو اُن پر عاجزی و انکساری طاری ہو جاتی تھی۔اور اُن کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔اور آپ ﷺ کی جدائی میں رونے لگتے تھے۔ اور یہی حالت اکثر تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کی بھی تھی۔واللہ اعلم بالصواب(ندائے منبر و محراب جلداول از حضرت مولانااسلم شیخوپوریؒ)

محبت کی ایک علامت یہ بھی ہے جو مولانا قاسم نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ نے عمل کر کے بتلائی۔جب علماءاکرام کی پکڑ دھکڑ شروع ہوئی تو آپؒ کی گرفتاری کے وارنٹ بھی جاری ہوئے۔ خُدام اور متوسلین کے بہت زیادہ اصرار پر آپؒ ایک مکان میں روپوش ہوگئے۔اور تین دن کے بعد عام لوگوں کی طرح گھومنے پھرنے لگے۔لوگوں نے روپوشی کے لیے اصرار کیا تو آپؒ نے انکار کریا اور فرمایا:

"تین دن سے زیادہ روپوش ہونا سنت سے ثابت نہیں ہے۔"

اور ساتھ ہی ساتھ عشق حبیب اور اتباع رسول اللہ ﷺ کی بات کیے بغیر نہ رہ سکے۔اور فرمایا:

"جناب نبی کریم ﷺ ہجرت کے وقت غارِ ثُور میں تین دن روپوش رہے تھے۔"(سوانح قاسمی جلد۲ صفحہ نمبر:۱۷۳)

اللہ اکبر! اُلفت واتباع کا کیا لازوال نمونہ پیش کیا عزت بچانے اور جان بچانے کے لیے سنت کا یاد آجانااور بات ہے۔

عزت قربان کر دینے اور جان لُٹانے کے لیے سُنت کا اپنانا دل والوں کا کام ہے، ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے۔

اپنے خدا سے مانگو محمد (ﷺ) سے انتساب
ان کے حضور عشق کے دیپک جلائے جا
ناموسِ مصطفیٰ (ﷺ) کا تقاضا یہی ہے ان دنوں
مہروفا کے نام گردنیں کٹائے جا

آیئے ہم ایک لمحہ کے لئے غور کریں کہ ہمارے اندر یہ علامات پائی جاتی ہیں یا نہیں

ماہ رمضان احادیث کی روشنی میں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رمضان المبارک میں میری اُمت کو پانچ ایسی خصوصیات دی گئی ہیں جو پہلی اُمتوں کے پاس نہیں تھیں۔

(۱) روزہ دار کے منہ کی بدبو اللہ تعالیٰ کے ہاں مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

(۲) روزہ دار کے لیے دریا میں مچھلیاں دعائیں کرتی ہیں۔

(۳) روزہ دار کے لیے جنت ہر روز آراستہ کی جاتی ہے پھر حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ قریب ہے کہ میرے نیک بندے (دنیا کی) کی مشقتیں برداشت کر کے تیرے پاس آئیں۔

(۴) ماہ رمضان المبارک میں سرکش شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں۔

(۵) رمضان المبارک کی آخری رات کو روزہ داروں کی مغفرت کی جاتی ہے۔ صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کیا یہ شبِ مغفرت شب قدر ہے۔؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا کہ نہیں بلکہ دستور یہ ہے یہ مزدوری ختم ہوتے وقت مزدور کو مزدوری دے دی جاتی ہے۔(احمد)

نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں کی دعارد نہیں کی جاتی۔

(۱)روزہ دار کی افطار کے وقت مانگی گئی دعا

(۲)عادل بادشاہ کی دعا

(۳)مظلوم کی دعا

آسمان کی دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ میں تیری مدد ضرور کروں گا۔(احمد)

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

''اَلشَّعبَانُ شَھرِی وَرَمضَانُ شَھرُاللہُ''

شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ تعالٰی کا مہینہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان کو شہر اللہ اس لیے فرمایا اس میں چند ایک ایسی خصوصیات ہیں جو دوسرے مہینوں میں نہیں ہیں۔ مثلاً

(۱)اس مہینہ میں قران پاک نازل کیا گیا۔(البقرہ،آیت:۱۸۵)

(۲)اس مہینہ میں سب مسلمانوں پر روزہ رکھنا فرض کیا گیا۔(البقرہ آیت:۱۵۲)

(۳)اس ماہ میں شیاطین اور سرکش جنات کو قید کر دیا جاتا ہے۔(ترمزی،ابن ماجہ)

(۴)اس ماہ میں جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔(ترمزی،احمد،ابن ماجہ)

(۵)اس ماہ میں جنت کے سب دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔(نسائی،احمد)

(٦)اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔(بہیقی)

(۷)اس ماہ میں اللہ تعالیٰ رحمت خاص نازل فرماتے ہیں۔(طبرانی)

(۸)اس مہینہ میں عرش اُٹھانے والے فرشتوں کو کہا جاتا ہے اپنی عبادت چھوڑ دو اور روزہ داروں کی دعاؤں پر آمین کہو۔(ترغیب)

(۹)یہ مہینہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں روزہ رکھنے والوں کی سفارش کرے گا جو قبول کی جائے گی۔(بہیقی)

(۱۰)اس ماہ کے آخر میں اعتکاف سنت موکدہ ہے جس کا ثواب دو حج اور دو عمروں کے برابر ہے۔(بہیقی)

(۱۱)اس ماہ میں ایک رات ایسی بھی ہے جس کا نام لیلۃالقدر ہے۔اس رات کی عبادت کا ثواب ایک ہزار ماہ کی عبادت کے برابر ہے۔(سورۃالقدر)

(۱۲)اس مہینہ کا پہلا عشرہ رحمت،دوسرا مغفرت،تیسرا جہنم سے آزادی کا ہے۔(ترغیب)

(۱۳)اس ماہ میں ہر دن اللہ رب العزت کے ہاں جہنم کے قیدی چھوڑے جاتے ہیں۔

(۱۴)جنت کے آٹھ (۸)دروازے ہیں جن میں سے ایک دروازے کا نام ''باب الریان '' ہے۔اس دروازے سے صرف روزہ دار ہی داخل ہونگے۔(مشکوۃ شریف)

(۱۵)اس مہینہ کی آخری رات میں سب روزہ داروں کی بخشش کردی جاتی ہے(احمد، بزار)

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے قریب ارشاد فرمایاکہ رمضان کا مہینہ آگیا ہے جو بڑی برکت والا ہے۔اللہ رب العزت اس ماہ میں تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اپنی رحمت نازل فرماتے ہیں، غلطیوں کو معاف کرتے ہیں، دعا کو قبول کرتے ہیں۔بد نصیب ہے وہ شخص جو اس مہینہ میں بھی اللہ کی رحمت سے محروم رہ جائے۔(طبرانی)

شب قدر کی فضیلت

اِنا انزلنه فی لیلة القدر۔ وما ادراك ما لیلة القدر۔لیلة القدر خیر من الف شهر۔تنزل الملئة والروه فیها باذن ربهم من کُل امر ۔ سلام هی حتی مطلع الفجر۔(سورة القدر)

یوں تو رمضان المبارک کا پورا مہینہ ہی مقدس اور مبارک ہے اسکی ایک ایک گھڑی اور ایک ایک لمحہ قابل قدر ہے لیکن خاص طور پر یہ آخری عشرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق اللہ تعالٰی کی عبادات کے لیے خاص کیفیات رکھتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب یہ آخری عشرہ آتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت ہوتی تھی کہ

شدمئزره والی لیلة وایقظ اهله(صحیح بخاری ، فصل لیلة القدر ، باب العمل)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کمر کس لیتے تھے رمضان کے آخری عشرہ میں

یعنی رات بھر عبادت کے لیے تیار ہو جاتے تھے اور اپنی رات جاگ کر گزارتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے تھے عام دنوں میں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز

روزانہ پڑھا کرتے تھے جس کی رکعتیں لمبی لمبی ہوا کرتی تھیں۔ کبھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد میں آدھی رات گزارتے اور کبھی ایک تہائی رات گزارتے تھے۔

لیکن رمضان المبارک کے آخری عشرہ کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان راتوں میں عبادت کے لیے اپنی کمر کس لیتے تھے کیونکہ ان راتوں میں ایک رات ایسی ہوتی ہے جسے لیلۃالقدر کہتے ہیں۔

پچھلی امتوں کے عبادت گزاروں کی عمریں:

اسی آخری عشرہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک لیلۃالقدر رکھی جو ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کیوں فرمایا کہ یہ ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے؟ اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ اکرام رضی اللہ عنھم کے سامنے پچھلی اُمتوں کے عابدین کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ ان کی عمریں بڑی لمبی لمبی ہوتی تھیں خود قرآن کریم میں حضرت نوح علیہ السلام کی عمر کے بارے میں ارشاد ہے

فلبث فیھم الف سنة الا خمسین عاما (سورۃ العنکبوت آیت: ۱۴)

یعنی حضرت نوح علیہ السلام کی عمر نو سو پچاس سال ہوئی ان کے علاوہ اور امتوں کے لوگوں کی عمریں بھی لمبی لمبی ہوتی تھیں کسی کی عمر پانچ سو سال ہوئی کسی کی عمر سات سو سال ہوئی کسی کی عمر ہزار سال ہوئی۔

صحابہ اکرام رضی اللہ عنھم کی حسرت:

جب صحابہ اکرام رضی اللہ عنھم کے سامنے ان کی عمروں کا ذکر آیا تو صحابہ اکرام رضی اللہ عنھم نے اپنی حسرت کا اظہار فرمایا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ لمبی لمبی عمروں والے لوگ تھے اور جتنی عمر لمبی ہوئی اتنی ہی ان کو عبادت کرنے کا اور اطاعت کرنے کا بھی موقع زیادہ ملا جس کے نتیجے میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے اپنے دامن بھر لئے ساری عمر عبادت میں گزاری اور ان کی نمازوں کی تعداد زیادہ ہوئی ذکر وتسبیح کی تعداد زیادہ ہوئی اور ہماری عمریں تو کم ہیں ،ہم کتنی بھی عبادت کرلیں پھر بھی ان کے برابر نہیں پہنچ سکتے جن کی عمریں لمبی ہوئیں کیا ہم ان سے پیچھے رہ جائیں گے۔؟

لیلۃالقدر خیر ہی خیر ہے:

اس پر اللہ جل شانہ نے سورۃ القدر نازل فرمائی جس میں بتادیا اے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم تم گھبراؤ نہیں بے شک تمہاری عمریں ان لوگوں کے مقابلہ میں کم ہیں۔ لیکن ہم تمہیں ایک رات ایسی دیتے ہیں اگر اس ایک رات میں عبادت کرلو گے تو وہ ایک رات ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہوگی۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے خیر کا لفظ استعمال فرمایا عربی جاننے والے جانتے ہیں کہ خیر کا معنی ہیں بہت بہتر دیکھئے دو چیزوں کے درمیان انیس ، بیس کا فرق ہوتا ہے،اس موقع پر خیر کا لفظ نہیں

بولا جاتااور یہ نہیں کہا جائیگا کہ بیس،انیس کے مقابلے میں خیر ہے۔ لیکن جب دو چیزوں میں زمین و آسمان کا فرق ہو تواس وقت خیر کا لفظ بولا جاتاہے کہ آسمان زمین سے خیر (بہتر) ہے۔

لیلۃالقدر ہزار مہینوں سے کہیں زیادہ بہتر ہے:

لہذاقرآن کریم نے جوارشاد فرمایا

لیلۃ القدر خیر من الف شھر

اس کا معنی یہ نہیں کہ لیلۃالقدر ایک ہزار مہینے کے برابر ہے نہ یہ معنی ہے کہ وہ رات ایک ہزار ایک مہینے کے برابر ہے بلکہ یہ رات ایک ہزار مہینے سے کہیں زیادہ بہتر ہے جس کا ہم حساب نہیں کر سکتے۔

اس نعمت کو تلاش کرو:

البتہ یہ اللہ جل شانہ کی حکمت ہے کہ اتنی بڑی نعمت اگر ویسے ہی دیدی جاتی تو ناقدری ہوتی اس لیے فرمایا کہ اس نعمت کو تلاش کرواور اس نعمت کے حصول کے لیے تھوڑی سے تکلیف بھی اٹھاؤوہ یہ کہ ہم تمہیں یہ نہیں بتاتے کہ یہ شب قدر کون سی رات میں ہے؟

البتہ اتنا بتا دیتے ہیں کہ آخری عشرہ کی طاق راتوں میں آتی ہے، یعنی اکیسویں شب، تئیسویں شب، پچیس ویں شب، ستائیسویں شب، اور انیتس ویں شب میں سے کسی ایک

رات میں یہ شب قدر آتی ہے۔اگر شب قدر کو پانا ہے اور اس کی فضیلت حاصل کرنی ہے ہے تو پھر ان راتوں کو جاگنے کا اہتمام کریں۔اتنی بڑی فضیلت حاصل کرنے کے لیے ان پانچ راتوں میں جاگ لینا کوئی بڑی بات نہیں۔

یہ مانگنے کی راتیں ہیں:

یہ رات تو اس کام کی ہے کہ آدمی ایک گوشہ تنہائی میں بیٹھا ہو اور وہ ہو اور اسکا اللہ ہو اور اللہ جل شانہ کے ساتھ تعلق قائم کیا ہوا ہو، اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں اور عرض و معروض کر رہا ہو، یہ ہی اس رات کا صحیح مصرف ہے اور اس کے ایک ایک لمحے کو غنیمت سمجھو اور تنہائی میں عبادت کرنے کی کوشش کرو بہر حال اسی طرح باقی راتیں گزارنے کی ضرورت ہے، اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ان راتوں میں عبادت کرنے کی توفیق دیدے تو معلوم نہیں کس کس کا بیڑہ پار ہو جائے۔

لہذا ان راتوں میں اپنے دین اور دنیا کے مقاصد کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کر دو اور دعا کرو یا اللہ اپنے فضل و کرم سے ہمارے حالات کی اصلاح فرما دیجئے۔اگر اس طرح ہم نے یہ راتیں گزار لیں تو پھر ان شاءاللہ یہ رمضان بھی مبارک، یہ راتیں بھی مبارک، اس کی دعائیں بھی مبارک اللہ تعالیٰ اس رمضان کا ایک ایک لمحہ صحیح مصرف میں گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ثم آمین

رمضان کیسے گزاریں

تلاوت قرآن کریم کی کثرت کریں:

تلاوت قرآن کریم کا خاص اہتمام کریں کیونکہ اس رمضان کے مہینے کو قرآن کریم سے خاص مناسبت ہے اس لیے اس ماہ میں زیادہ سے زیادہ قرآن کریم کی تلاوت کریں۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ رمضان المبارک میں روزانہ ایک قرآن کریم مکمل کیا کرتے تھے اور ایک قرآن کریم رات میں مکمل فرماتے اور ایک قرآن کریم تراویح میں مکمل فرمایا کرتے تھے۔ یوں پورے رمضان میں امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ اکسٹھ (61) قرآن مجید مکمل فرماتے تھے۔

علامہ شامی رحمتہ اللہ علیہ رمضان المبارک کے دن اور رات میں ایک قرآن کریم مکمل فرمایا کرتے تھے۔ بڑے بڑے بزرگوں کے معمولات میں تلاوت قرآن کریم داخل رہی ہے۔

لہذا ہم بھی رمضان المبارک میں عام دنوں کی مقدار کے مقابلے میں تلاوت قرآن کریم کی مقدار کو زیادہ کریں۔

نوافل کی کثرت کریں:

دوسرے ایام میں جن نوافل کو پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی ان کو رمضان المبارک میں پڑھنے کی کوشش کریں۔ مثلاً تہجد کی نماز عام دنوں میں پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی لیکن رمضان المبارک میں سحری کے لیے رات کے آخری حصے میں اُٹھنا ہی ہوتا ہے تو کچھ دیر پہلے اٹھ جائیں اور تہجد کی نماز پڑھ لیں۔اس کے علاوہ اشراق کے نوافل، چاشت کے نوافل ،اوابین کے نوافل ، عام ایام میں ہم یہ نوافل نہیں پڑھتے کم از کم ہمیں رمضان المبارک میں ضرور پڑھ لینے چاہئیں۔

صدقات کی کثرت کریں:

رمضان المبارک میں زکوۃ کے علاوہ نفلی صدقات بھی زیادہ سے زیادہ کرنے کی کوشش کریں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کا دریا ویسے تو سارا سال ہی موجزن رہتا تھا لیکن رمضان المبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت ایسی ہوتی تھی جیسے جھونکیں مارتی ہوئی ہوائیں چلتی ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا اسے نواز دیا کرتے تھے۔ لہذا ہمیں بھی چاہیئے کہ ہم بھی صدقات کی کثرت کریں۔

اللہ کے ذکر کی کثرت کریں:

چلتے پھرتے ،اُٹھتے بیٹھتے ،اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کریں ہاتھوں سے بیشک کام کرتے رہیں اور ساتھ میں زبان سے اللہ کا ذکر بھی کرتے رہیں۔ جیسے کہ

سبحان اللہ والحمد اللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم

ان کے علاوہ درود شریف کی کثرت، استغفار کی کثرت اور دیگر جو ذکر زبان پر آجائے اس کی کثرت کریں۔ بس چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھے اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کثرت کریں۔

گناہوں سے بچنے کا اہتمام کریں:

رمضان المبارک میں خاص طور پر گناہوں سے اجتناب کریں اور حتی الامکان گناہوں سے بچنے کی کوشش کریں۔ یہ طے کرلیں کہ ان شاءاللہ یہ آنکھیں غلط جگہ پر نہیں اُٹھیں گی۔ رمضان المبارک میں ان شاءاللہ زبان سے غلط بات نہیں نکلے گی۔

یہ طے کرلیں کہ ان شاءاللہ ہماری زبان سے کسی بھائی کے لیے غیبت یا اس کے لیے نازیباً الفاظ نہیں نکلیں گے۔ غیبت سے بچنے کا اہتمام کریں، جھوٹ سے بچنے کی کوشش کریں۔ فضول کاموں سے، فضول مجلسوں سے، فضول باتوں سے بچنے کا اہتمام کریں۔

دعاکی کثرت کریں:

رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ کے حضور خوب دعائیں کریں۔رحمت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں،رحمت کی گھٹائیں جھوم جھوم کر برس رہی ہیں،مغفرت کے بہانے ڈھونڈے جا رہے ہیں،اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز دی جارہی ہے کہ ہے کوئی مجھ سے مانگنے والا جس کی دعائیں قبول کروں۔

صبح کا وقت ہو،شام کا وقت ہو،رات کا وقت ہو،بس ہر وقت اپنے رب سے دعائیں مانگو۔اللہ تعالیٰ تو یہ فرمارہے ہیں افطار کے وقت مانگو ہم قبول کرلیں گے،رات کو مانگو ہم قبول کرلیں گے روزہ کی حالت میں مانگ لو ہم قبول کرلیں گے،رات کے آخری پہر مانگ لو ہم قبول کرلیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمادیا ہے کہ ہر وقت تمہاری دعائیں قبول کرنے کے لیے دروازے کھلے ہیں اس لیے خوب مانگو۔اس لئے جتنا ہو سکے اللہ تعالیٰ سے خوب دعائیں کریں۔اپنے لیے،اپنے والدین کے لیے،اپنے اساتذہ کے لیے،اپنے احباب کے لیے،عالم اسلام کے لیے دعائیں مانگو اللہ تعالیٰ ضرور قبول کریں گے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس رمضان المبارک کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائےاور ان اوقات کو صحیح طور پر خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور رمضان المبارک کی ساعتوں سے ہمیں بھرپور فائدہ اٹھانے کی توفیق عطافرمائے۔آمین ثم آمین

توبہ کی فضیلت

قرآن وحدیث کی روشنی میں:

جس شخص نے ظلم کے بعد توبہ کی اور عمل صالح کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کر لیتا ہے۔بے شک اللہ غفور رحیم ہے۔القرآن

ا۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب بندہ(گناہوں کا)اقرار کرلے پھر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرماتا ہے(مسلم شریف)

۲۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ اس وقت تک قبول کرتا ہے جب تک اس کی موت نہ آجائے۔(اگر موت کے آچکنے کا یقین ہو جائے تو توبہ قابل قبول نہیں۔(ترمزی،ابن ماجہ)

۳۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ندامت توبہ ہے اور گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مانند ہے جس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔(شرح السنہ)

توبہ کی حقیقت:

توبہ کا لغوی معنٰی ہے رجوع کرنے اور بعید سے قریب کی طرف لوٹ کے آنے کے ہیں ۔(تبلیغ دین ص ۱۹۴اردو امام غزالی)

شرعی اصطلاح میں معصیت سے طاعت کی طرف لوٹنے اور رجوع کرنے کا نام توبہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے توبہ ندامت اور شرمندگی کا نام ہے۔

توبہ کی روح اور حقیقت وہ اندرونی ندامت اور شرمندگی ہے جو گناہ پر پچھتانے سے انسان کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ندامت دل کی اس بے کلی اور باطن کی اس سوزش کا نام ہے جو کسی غلطی اور قصور پر انسان میں پیدا ہوتی ہے۔

توبہ کی ماہیت:

غلطی کرکے اس پر دل دکھ جانا اور اس کے لیے لازم ہے اس غلطی کو ترک کردینا اور آئندہ پکا ارادہ کرنا کہ غلطی (گناہ) نہیں کروں گا اور خواہش کے وقت اپنے نفس کو روکنا۔(تعلیم الدین ۱۱۰)

توبہ تمام اعمال کی بنیاد ہے:

مسلمان ہونے کے معنٰی توبہ عن الشرک والکفر کے ہیں۔اس طرح توبہ اول الاعمال ہوئی، کیونکہ اسلام لانے کے بعد تمام اعمال صالحہ قبول ہوتے ہیں۔

ہمیں ہر وقت توبہ کی ضرورت ہے:

اگر ہم غور کریں تو معلوم ہو گا کہ ہمارا کوئی وقت گناہ سے خالی نہیں کیونکہ گناہ کا خلاصہ ہے خدا کی نافرمانی کرنا۔

اب دیکھیں کہ خدائے ذوالجلال نے ہمیں کس کس چیز کا حکم دیا ہے اور کن کن کاموں سے منع فرمایا ہے اور ہم ان میں سے کتنے امور سے بچتے ہیں تو معلوم ہو گا کہ ہمارا کوئی وقت گناہوں سے خالی نہیں لوگوں نے صرف گناہوں کی موٹی موٹی فہرست چوری، زنا، جواء وغیرہ یاد رکھی ہوئی ہیں گناہ کی حقیقت کی خبر نہیں۔

اس لیے ہمیں ہر وقت توبہ کی ضرورت ہے۔(تفصیل التوبہ ص۵)

اعمال میں نورانیت پیدا ہونے کے لیے توبہ ضروری ہے:

گناہ میں یہ خاصہ ہے کہ اللہ تعالٰی کی یاد سے دل گھبراتا ہے جیسے مجرم حاکم کے سامنے جانے سے گھبراتا ہے چاہے وہ کچھ بھی نہ کہے۔اپنے گریبان میں جھانکیے آپ کو فرق ضرور محسوس

ہوگا۔پس کسی طاعت کی قبولیت کے لیے توبہ عن المعاصی شرط نہیں لیکن عمل کی نورانیت کے لیے توبہ عن المعاصی شرط ہے ورنہ اعمال میں نورانیت نہیں ہوگی۔(اول الاعمال ص ۲۹)اور اگر اعمال میں نورانیت نہیں ہوگی تو ایک گناہ سے دوسرا گناہ پیدا ہوگا۔(اول الاعمال ص ۴۰)

آفات ارضی وسمائی دراصل ہمارے گناہ ہیں:

انسان رزق سے محروم کردیا جاتا ہے اس کی بُرائی کے سبب جو وہ کرتا ہے(الحدیث)

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے آج کل ہم پر جو مصائب آرہے ہیں ان کا اصلی سبب ہمارے گناہ ہیں۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

جو مصیبت تم پر آتی ہے وہ تمہارے اعمال بد کا نتیجہ ہیں اور بہت سے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔(القرآن)

اسی طرح اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

اے ایمان والو تم اللہ کے سامنے سچی توبہ کرو۔(القرآن)

اللہ تعالیٰ کی رحمت وعنایت ملاحظہ کیجئے یوں نہیں فرمایا کہ گناہ ہی نہ کرو بلکہ کہ فرمایا اگر گناہ ہو جائے تو توبہ کرلیا کرو۔جب تک مرض جڑ سے اکھاڑ کے نہ پھینکا جائے تو مرض نہیں جاتا پس جب تک معصیت نہیں چھوڑیں گے ان بلاؤں سے چھٹکارا پانا ممکن نہیں(الاستغفار ص ۱۲)

قبول توبہ کی علامت:

قبول توبہ کی علامت یہ ہے کہ اس گناہ کا نقش اس کے ذہن سے محو ہو جائے۔ محو سے مراد یہ ہے کہ اس کا اثر خاص یعنی قلق طبعی نہ رہے گو یاوہ بھی رہے اور قلق اعتقادی بھی رہے۔

توبہ کا مسنون طریقہ:

حدیث میں ہے جب گناہ ہو جائے دو رکعت نماز پڑھو اور پھر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو اے اللہ میرے گناہوں کو معاف فرمادے۔(اول الاعمال ص ۴۲)

بقاء توبہ کا طریقہ:

سونے سے پہلے عذاب الٰہی کا تصور کریں اور اپنے دن بھر کے گناہ یاد کریں۔ سوچیں کہ کل قیامت کے دن مجھ سے جب ان گناہوں کے بارے میں پوچھا جائے گا تو کیا جواب دوں گا اس گناہ پر یہ عذاب ہو گا۔ اس سے خوف پیدا ہو گا اور توبہ کی توفیق ہو گی۔ پس جب بھی عہد شکنی ہو تو عذاب الٰہی کو یاد کر کے اس سے توبہ کر لیجئے۔ ان شاءاللہ گناہ چھوڑنے میں فائدہ ہو گا۔)اول الاعمال ص ۴۵)(بحوالہ: خطبات جمعہ جلد دوم)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صدق دل سے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ

آپ کا نام محمد یعقوب اور تاریخی نام منظور احمد ہے۔ مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کی ولادت ۱۳ صفر المظفر ۱۲۴۹ھ کو مولانا مملوک علی ناتوویؒ کے گھر ہوئی۔آپؒ کا سلسلہ نصب خلیفہ بلا فصل سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ حجتہ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ آپؒ سے چھ یا سات ماہ بڑے تھے اس حساب سے آپؒ اور مولانا قاسم نانوتویؒ ہم زلف تھے۔

ابتدائی تعلیم نانوتہ کے مکتب میں حاصل کی بعد ازاں مولانا مملوک علی نانوتویؒ آپؒ کو ۱۲۵۹ھ کو دہلی لے گئے اور وہاں آپؒ کو گلستان اور میزان الصرف شروع کرائی۔آپؒ نے حدیث شریف کا علم شاہ عبدالغنی محدث دہلویؒ سے حاصل کیا۔ تمام علوم وفنون میں آپؒ اپنے دونوں ساتھیوں مولانا قاسم نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے کم نہ تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو ذکاوت و ذہانت بدرجہ اولیٰ نصیب فرمائی تھی،آپؒ کو طلب علم کا انتہائی شوق تھا۔آپؒ بڑے بڑے پیدیدہ مسائل ہنسی مزاق میں ہی حل فرمادیا کرتے تھے۔ادب و شاعری کا بھی آپؒ کو بے حد شوق تھا۔

تحصیل علم سے فراغت کے بعد آپ اجمیر شریف تشریف لے گئے اور وہاں تیس روپے ماہوار پر آپ مدرس مقرر ہوئے اجمیر شریف کے پرنسپل نے آپ کی ذہانت کو دیکھتے ہوئے ڈپٹی کلکٹر کا عہدہ منظور کرایا لیکن آپؒ نے انکار فرمادیا بعد ازاں آپؒ کو نبارس بھیج دیا گیا وہاں سے آپؒ ڈپٹی انسپکٹر کے عہدہ پر ضلع سہارنپور تشریف لائے۔جب دارالعلوم دیوبند کا قیام ہوا تو آپؒ دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس مقرر ہوئے۔آپؒ حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ کے مرید و خلیفہ مجاز تھے،آپؒ پر حالت جزب بہت زیادہ طاری رہتی تھی اسی وجہ سے آپ اپنے زمانہ میں مجذوب مشہور تھے۔اسی طرح اپؒ پر کشف بھی بہت زیادہ طاری ہوتا تھا۔

جب ملکہ کی تاج پوشی کی تقریب ہوئی،اس زمانہ میں مولانا یعقوب نانوتویؒ دلی میں تھے اور اکثر غائب رہتے تھے کسی نے آپؒ سے غائب رہنے کہ وجہ پوچھی توآپؒ نے فرمایا مجھے حکم ہوا ہے دلی میں جس جس جگہ تمہارا قدم جائے گا اس جگہ کو آباد کر دیا جائے گا اسی لیے میں ویران ماقامات کا گشت کیا کرتا ہوں تاکہ ویزاران ماقامات آباد ہو جائیں چنانچہ جہاں جہاں آپ کا قدم گیا وہ جگہ آباد و گئی(امیر الرویات)

جس وقت دیوبند کے کمروں پر چھپڑ پڑے ہوئے تھے تب مولانا یعقوب نانوتویؒ نے خواب دیکھا جنت میں مکان کچے ہیں اور ان پر چھپڑ پڑے ہوئے ہیں۔جب آپؒ خواب سے بیدار ہوئے تو تعبیر کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ الحمداللہ مدرسہ کے یہ مکانات مقبول ہیں۔

مولانا یعقوب نانوتویؒ باوجود کمالات، مکشوفات وکرامات کے غایت درجہ متواضع تھے۔آپؒ کی طبیعت بیں جاہ وجلال تھا، صاحب کمال اور ہمہ صفت بزرگ تھے۔

آپؒ کی تصنیفات میں سب سے مشہور تصنیف سوانح حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ ہے۔ آپؒ کے تلامذہ کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ، مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، محدث العصر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ آپؒ کے ممتاز ترین تلامذہ میں سے ہیں۔

آپؒ مولانا قاسم نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے قریبی ساتھی و ہمعصر تھے ہمیشہ ان حضرات کے ساتھ رہے اور حج بھی ادا کیے۔

آپؒ ۱۳۰۶ھ یکم ربیع الاول شب سنبہ میں ہیضہ کی بیماری میں مبتلا ہوئے اور شب دوسنب کو تقریباً ایک بجے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کی۔انااللہ واناالیہ راجعون نانوتہ میں باغ نو میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا گیا۔

دعا ہے اللہ پاک ہم سب کو حضرت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے،اور حضرت اپنی رحمتیں نازل فرمائے آمین ثم آمین

بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب

محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا میں اگر جلوہ افروز نہ ہونا ہوتا تو یہ جن و بشر، شمس و قمر، بحر و بر، پھولوں کی مہک، چڑیوں کی چہک، زمین کی نرمی، سورج کی گرمی، دریا کی روانی، جنگل کے درندے، ہوا کے پرندے، غرض کائنات کی کسی چیز کا نام و نشان بھی نہ ہوتا کیونکہ حدیث قدسی میں وارد ہے

لولاک لما خلقت الافلاک

(اے محبوب) اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو کائنات کو پیدا ہی نہ کرتا۔

رحمت کائنات سید الاولین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ذات ستودہ صفات ہیں کہ جن کی حاضر کائنات کو وجود ملا، جن کی برکت سے انسانیت کو شعور ملا، جن کی آمد کی برکت سے لشکر ابرہہ کعصف ماکول بنا، جن کی ولادت سے فارس کے آتش کدے بجھے۔ جن کی انگشت مبارک سے چاند دولخت ہوا، جن کی رسالت کی گواہی جمادات نے بھی دی، جن کے شہر کو رب ذوالجلال نے بلد امین کہا، جن پر نازل ہونے والی کتاب کو کتاب مبین کہا، جن کی امت کو خیر الامم کہا اس خاصان رسل کے آداب بجالانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

إِنَّآ أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا لِّتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ

بے شک ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا۔ تاکہ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی عزت کرو (یعنی ادب کرو)

ادب نبوی ﷺ سے متعلق قرآن مجید فرقان حمید میں اور بھی کئی مثالیں موجود ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ

اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کیا کرو اور نہ بلند آواز سے رسول سے بات کیا کرو جیسا کہ تم ایک دوسرے سے کیا کرتے ہو کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ (الحجرات، آیت نمبر 2)

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ

یعنی حضور اکرم ﷺ کی مجلس میں شور نہ کیا کرو۔ جیسے آپس میں ایک دوسرے سے بے تکلف چہک کر یا تڑک کر بات کرتے ہو نبی کریم ﷺ کے ساتھ یہ طریقہ خلاف ادب ہے۔

مسند بزاز میں ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یارسول اللہ ﷺ اللہ کی قسم اب تو میں آپ ﷺ سے اس طرح بات کروں گا جس طرح

کوئی سرگوشی کرتاہے۔در منثور میں ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے بہت دھیمی آواز میں بات کیا کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کا یہ ادب جس طرح آپ ﷺ کی زندگی مبارک میں تھااسی طرح آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی لازم ہے۔آج بھی مسجد نبوی ﷺ میں روضہ شریف کے سامنے یہ آیات لکھی ہوئی ہیں۔

صحابہ اکرم رضوان اللہ تعالیٰ علییھم اجمعین کو جب بھی نبی اکرم ﷺ کی محفل میں بیٹھنے کی سعادت نصیب ہوتی تو صحابہ اکرام ادب کی بناپر اپنی نگاہوں کو نیچے رکھا کرتے تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے رواہے کہ رسول اکرم ﷺ جب اپنے اصحاب،انصار و مہاجرین میں تشریف فرماہوتے توسوائے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کوئی بھی نبی علیہ السلام کی طرف نظر نہیں اٹھاتا تھا۔حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنھم اجمعین کا تعلق نبی کریم ﷺ کی ساتھ بہت خاص تھا۔آپ علیہ السلام ان شیخین رضی اللہ عنھم کی طرف دیکھ کر تبسم فرماتے اور یہ حضرات آپ علیہ السلام کے چہرہ مبارک کو دیکھ کر تبسم فرماتے۔گویا عشق و محبت کے قلبی جزبات مسکراھٹوں کی شکل میں نمودار ہوتے۔

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے سر کے سامنے کے حصہ میں بالوں کااس قدر لمبا گچھا تھاکہ جب آپ رضی اللہ عنہ زمین پر بیٹھ کراپنے بال کھولتے تو وہ زمین پر لگ جایا کرتے تھے۔ایک مرتبہ کسی نے عرض کیا حضرت آپ ان بالوں کو کٹوا کیوں نہیں دیتے ؟آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ

میرے ان بالوں کو ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے پیار سے پکڑا تھا۔اس کے بعد سے میں نے انہیں کٹوانا چھوڑ دیا۔

عشق وادب کی انتہاء دیکھیے اگر عام آدمی ظاہری نظر سے دیکھے تو اسے یہ بات معمولی نظر آئے گی مگر آداب واکرام میں بڑی وسعت ہے۔

سلف صالحین کیسے ادب فرماتے تھے ان کی مثال بھی عرض کر دیتا ہوں

امام مالک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ عادت تھی کہ مدینہ منورہ میں گلیوں سے گزرتے ہوئے راستہ کے درمیان میں چلنے کے بجائے دیواروں کے قریب چلا کرتے تھے۔کسی نے دریافت کیا حضرت آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ تو امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا ممکن ہے ان راستوں پر نبی اکرم ﷺ کے مبارک قدموں کے نشان موجود ہوں،اگر میرے قدم ان نشانات پر آگئے تو سخت بے ادبی ہو گی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اپنی کتاب جذب القلوب میں رقم طراز ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ ادب نبوی ﷺ کیوجہ سے مدینہ منورہ میں گھوڑے پر سواری نہیں کرتے تھے۔

امام مالک رحمہ اللہ روضہ اقدس اور مسجد نبوی ﷺ کا بہت زیادہ ادب کیا کرتے تھے، کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا

لورایتم مارایت کما انکرتم علی ماترون

اگر تم وہ دیکھتے جو میں دیکھتا ہوں تو پھر میرے عمل پر اعتراض نہ کرتے۔

یہ ادب نبوی ﷺ ہی کی برکت تھی کہ امام مالک رحمہ اللہ کو آپ علیہ السلام کی خواب میں بکثرت زیارت ہوا کرتی تھی۔

ایک شخص نے حجتہ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کو سبز رنگ کا نہایت خوبصورت جوتا ہدیہ کے طور پر پیش کیا۔آپؒ نے ہدیہ کو سنت سمجھتے ہوئے قبول کر لیا مگر جوتے کو استعمال نہ کیا، کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا قاسم کو زیب نہیں دیتا کہ گنبد خضریٰ کا رنگ بھی سبز ہو اور میرے جوتے کا رنگ بھی سبز ہو، سبز رنگ کا جوتا پہننا میرے نزدیک بے ادبی ہے۔

کسی نے حضرت گنگوہیؒ کو ایک کپڑا پیش کرتے ہوئے کہا حضرت میں یہ مدینہ سے لایا ہوں، آپؒ نے اس کپڑے کو بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا ایک طالب علم نے عرض کیا حضرت یہ تو غیر ملکی کپڑا ہے مدینے کا بنا ہوا نہیں، حضرت نے فرمایا جس ملک کا بھی بنا ہو اسے دیار محبوب ﷺ کی ہوا تو لگی ہے ناں

قاضی عیاض رحمہ اللہ شفاء شریف میں فرماتے ہیں کہ وہ تمام چیزیں جن کو آپ ﷺ سے نسبت ہے انکی تعظیم و تکریم کرنا، حرمین شریفین میں آپ ﷺ کے مشاہد و مساکن کی تعظیم کرنا،اور وہ چیزیں جو آپ ﷺ کے نام سے پکاری جاتی ہوں یا وہ جن کو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے چھوا ہو، ان سب کا ادب اکرام کرنا در حقیقت نبی ﷺ ہی کے اکرام میں داخل ہے۔

دعا ہے اللہ پاک ہم سب کو حقیقی معنوں میں نبی اکرم ﷺ کا امتی بننے کی توفیق عطا فرمائے،اور بارگاہ رسالت کاادب کرنے کی توفییق عطافرمائے۔آمین ثم امین

کتاب فطرت کے سرورق پر جو نام احمد (ﷺ) رقم نہ ہوتا
تو نقش ہستی ابھر نہ سکتا وجود لوح قلم نہ ہوتا
زمین نہ ہوتی فلک نہ ہوتا عرب نہ ہوتا عجم نہ ہوتا
یہ محفل کن فکاں نہ ہوتی اگر وہ شاہ امم نہ ہوتا

فضائل ختم نبوت

اللہ رب العزت نے نے انسانیت کی راہنمائی کے لئے انبیاء ورسل کو مبعوث فرمایا۔ نبوت ورسالت کا یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوااور حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اختیام پذیر ہوا۔

خلاّقِ اعظم نے اپنے محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمۃ للعالمین کے لقب سے سرفراز فرمایا۔ رب کائنات نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دین مبین کی تکمیل فرمائی اور وحی جیسی نعمت کو تمام فرمادیااور اسلام جیسے عالمگیر دین کو رہتی دُنیاتک کے لئے اپنا پسندیدہ دین قرار دے دیا۔

عقیدہ ختم نبوت اسلام کے بنیادی اور اساسی عقائد میں سے ہے جس کے مجروح ہو جانے سے ہمارے دامن ایمان میں کچھ بچتاہی نہیں۔ قرآنِ مجید نے جہاں ہماری نجات کے لیے توحید و قیامت، معاد و حشر کے عقیدہ کو جزو لازم ٹھہرایاہے وہاں عقیدہ ختم نبوت کو ایمان کا جزو لاینفک قرار دیاہے۔ جس سے سرِ مو تجاوز کو **خسر الدنیا والآخرہ** کامصداق بتایاہے۔

اللہ رب العزت قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا

(مسلمانو!) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں، اور تمام نبیوں میں سب سے آخری نبی ہیں اور اللہ ہر بات جاننے والا ہے۔ (سورۃ الاحزاب، آیت نمبر 40)

تمام امت کا اس پر اجماع ہے اور تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہیں کہ "خاتم النبیین" کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو منصبِ نبوت پر فائز نہیں کیا جائیگا۔

لفظ "خاتم النبیین" کی نبوی تفسیر:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے، ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی کسی قسم کا نبی نہیں۔" (ابوداؤد، ترمذی)

اس حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ "**خاتم النبیین**" کی تفسیر "**لانبی بعدی**" کے ساتھ خود فرمادی ہے۔

لفظ ''خاتم النبیین''پر صحابہ اکرام کی تفسیر

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آیت کی تفسیر میں فرمایا''اور لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور خاتم النبیین یعنی آخرالنبیین ہیں۔''(ابن جریر صفحہ 16 جلد 22)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے آیت خاتم النبیین کے بارہ میں یہ تفسیر نقل کی گئی ہے کہ

''اللہ تعالیٰ نے تمام انبیا کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کردیااور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان رسولوں میں سے جواللہ کی طرف سے مبعوث ہوئے آخری ٹھہرے۔''(درّ منثور صفحہ 204 جلد 5)

لفظ ''خاتم النبیین''اور اجماع امت

حافظ ابن کثیر رحمۃاللہ علیہ اس آیت کے ذیل میں اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں ''یہ آیت اس مسئلہ میں نص ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں تو رسول بدرجہ اولیٰ نہیں ہو سکتا، کیونکہ مقام نبوت مقام رسالت سے عام ہے۔

کیونکہ ہر رسول نبی ہوتا ہے اور ہر نبی رسول نہیں ہوتا اور اس مسئلہ پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متواتر احادیث وارد ہیں

جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت سے مروی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر صفحہ 493، جلد 3)

علامہ سید محمود آلوسی تفسیر روح المعانی میں زیر آیت خاتم النبیین لکھتے ہیں: اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا ایسی حقیقت ہے جس پر قرآن ناطق ہے، احادیث نبویہ نے جس کو واشگاف طور پر بیان فرمایا ہے اور امت نے جس پر اجماع کیا ہے۔

پس جو شخص اس کے خلاف کا مدعی ہو اس کو کافر قرار دیا جائے گا اور اگر وہ اس پر اصرار کرے تو اس کو قتل کیا جائے گا۔" (روح المعانی ص39ج22)

امام قرطبیؒ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ "خاتم النبیین کے یہ الفاظ تمام قدیم وجدید علماء کے امت کے نزدیک کامل عموم پر ہیں۔ جو نص قطعی کے ساتھ تقاضا کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔ (تفسیر قرطبیؒ صفحہ 196 جلد 14)

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "بے شک امت نے بالاجماع اس لفظ (خاتم النبیین) سے یہ سمجھا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ رسول، اور اس پر اجماع ہے کہ اس لفظ میں کوئی تاویل و تخصیص نہیں اور اس کا منکر یقیناً اجماع امت کا منکر ہے۔" (الاقتصاد فی الاعتقاد صفحہ 123)

عقیدہ ختم نبوت قرآن وحدیث کی روشنی میں

قرآن کو پڑھئیے الحمد کے الف سے لے کر والناس کے سین تک کہیں بھی نہ اشارۃً نہ کنایۃً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی ظلی، بروزی تشریعی و غیر تشریعی نبی کا اور وحی کا ذکر نہیں۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے ذکر میں قرآن نے یہ اسلوب اختیار فرمایا کہ ان کا ذکر کرتے وقت رسل جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔

مثلاً ''**یَا بَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ** ''(سورۃ اعراف) حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ''**ثُمَّ قَفَّیْنَا عَلٰٓی اٰثَارِہِمْ بِرُسُلِنَا**'' (سورۃ حدید) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ''**وَقَفَّیْنَا مِنْ بَعْدِہٖ بِالرُّسُلِ** ''(سورۃ بقرہ) تمام جگہوں میں رُسُل جمع ہی کا لفظ ہے۔

لیکن جب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی باری آئی تو اسلوب قرآنی بدل گیا اور جمع کے صیغہ رُسُل کے بجائے واحد کا صیغہ رسول استعمال کیا ''**وَمُبَشِّراً بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ**'' جس سے عقیدہ ختم نبوت واضح ہوتا ہے یوں قرآن کریم کو بنظرِ تحقیق دیکھئے تو عالم ارواح میں رب العالمین نے انبیاء کے میثاق میں **ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ** '' فرما کر عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔

سورۃ مائدہ میں اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں کہ

اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيناً

(سورہ مائدہ: 3)

یہ آیت بھی ختم نبوت کی دلیل ہے۔اللہ کریم نے اس میں تین چیزیں ذکر کی ہیں:

ا۔ کہ اے نبی کے امتیو میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اب اس دین کے بعد کسی نئے دین کی ضرورت نہیں ہے۔

۲۔ فرمایا میں نے تم پر اپنی نعمت مکمل کر دی ہے وہ نعمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت ہے لہٰذا اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں ہی۔

۳۔ فرمایا میں نے تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا ہے اب تمہاری ہر ضرورت و مشکل کا حل اسلام میں ہے اب نئی شریعت نئے نبی کی ضرورت نہیں ہے۔

عقیدۂ ختم نبوت قرآن مجید کی ایک سو آیات سے ثابت ہے اور دو سو دس احادیث مبارکہ میں وضاحت سے بیان کیا گیا ہے مگر یہاں اختصار کے ساتھ چند احادیث ذکر کرتا ہوں۔

ا۔ حضرت ابو حازم فرماتے ہیں کہ میں پانچ سال تک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ رہا۔ میں نے خود سنا کہ وہ یہ حدیث بیان فرماتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الأَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَه نَبِيٌّ وَاِنَّه لاَ نَبِيَّ بَعْدِيْ، وَسَيَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوْنَ، قَالُوْا: فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: فُوْا بِبَيْعَةِ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ، أَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ، فَاِنَّ الله سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ.

بنی اسرائیل کی سیاست خود ان کے انبیاء کرام کیا کرتے تھے۔جب کسی نبی کی وفات ہو جاتی تھی تو اللہ تعالیٰ کسی دوسرے نبی کو ان کا خلیفہ بنادیتا تھالیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں،البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا،اُن کے متعلق آپ کیا حکم دیتے ہیں۔آپ نے فرمایا ہر ایک کے بعد دوسرے کی بیعت پوری کرواور ان کے حق اطاعت کو پورا کرو،اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی رعیت کے متعلق اُن سے سوال کرے گا۔(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ذکر عن بنی اسرائیل، حدیث:۳۴۵۵)

۲۔حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

انَّ لِيْ أَسْمَاءً، اَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَنَا أَحْمَدُ، وَاَنَا الْمَاحِيْ يَمْحُو اللهُ بِيَ الْكُفْرَ، وَاَنَا الْعَاشِرُ الَّذِيْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمَيَّ، وَأَنَا الْعَاقِبُ الَّذِيْ لَيْسَ بَعْدَه اَحَدٌ.

بے شک میرے کئی اسماء ہیں، میں محمد ہوں، میں احمد ہوں اور ماحی ہوں یعنی اللہ تعالیٰ میرے ذریعے کفر کو مٹائے گا اور میں حاشر ہوں لوگوں کا حشر میرے قدموں میں ہوگا،اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ شخص ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔(صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی اسمائہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث:۶۱۰۶)

۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ.

اس وقت تمہاری کیا شان ہو گی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو گا اور امام تم میں سے کوئی شخص ہو گا۔(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان نزول عیسیٰ بن مریم حاکما بشریعۃ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث: ۳۹۲)

۴۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنِّيْ عَبْدُ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْن.

بیشک میں اللہ کا بندہ ہوں اور انبیاء کرام کا خاتم ہوں۔(المستدرک للحاکم، تفسیر سورۃ الاحزاب، حدیث: ۳۵۶۶، جلد: ۷، ص: ۴۵۳۔ مسند احمد، حدیث عرباض بن ساریہ، جلد ۴، ص: ۱۲۷)

۵۔ حضرت ضحاک بن نوفل رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لاَ نَبِيَّ بَعْدِيْ وَلاَ اُمَّةَ بَعْدَ اُمَّتِيْ.

میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری اُمت کے بعد کوئی امت نہیں ہو گی۔(المعجم الکبیر للطبرانی، عن ضحاک بن رمل الجہنی، حدیث: ۸۱۴۶، ج: ۸، ص: ۳۰۳)

۶۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

خَلَّفَ رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ، فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللہ! تَخَلَّفُنِيْ فِي النِّسَآءِ وَالصِّبْيَانِ؟ فَقَالَ: اَمَا تَرْضٰى أَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هٰرُوْنَ مِنْ مُوْسٰى؟ غَيْرَ أَنَّه لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ تبوک میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ساتھ نہیں لیا بلکہ گھر پر چھوڑ دیا تو انھوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم میرے ساتھ ایسے ہو جاؤ جیسے ہارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ لیکن میرے بعد نبوت نہیں۔ (صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ، حدیث: ۶۲۲۱-۶۲۱۸)

۷۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہو آلہ وسلم کا فرمان ہے:

فَاِنِّيْ آخِرُ الْاَنْبِيَاءِ، وَاِنَّ مَسْجِدِيْ آخِرُ الْمَسَاجِدِ.

بے شک میں آخر الانبیاء ہوں، اور میری مسجد آخر المساجد ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل الصلوٰۃ بمسجدی مکۃ والمدینۃ، حدیث: ۳۳۷۶)

۸۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے مخاطب ہو کر فرمایا:

يَا أَبَا ذَرٍ أَوَّلُ الْأَنْبِيَاء آدَمُ وَآخِرُه مُحَمَّدٌ.

اے ابوذر! انبیاءِ کرام میں سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخری حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔(الفردوس بماثور الخطاب للدیلمی، عن ابوذر، حدیث:۱:۳۹/۸۵)

۹۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فُضِّلَتُ عَلَى الأَنْبِيَآءِ بِسِتٍّ أُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمُ ونُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَأُحِلَّتُ لِيَ الْمَغَانِمُ، وَجُعِلَتْ لِيَ الأَرْضُ طَهُوْرًا وَمَسْجِدًا، وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً، وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ.

مجھے تمام انبیاء کرام پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی اوّل یہ کہ مجھے جوامع الکلم دیئے گئے اور دوسرے یہ کہ رُعب سے میری مدد کی گئی۔ تیسرے میرے لئے غنیمت کا مال حلال کر دیا گیا۔ چوتھے میرے لئے تمام زمین پاک اور نماز پڑھنے کی جگہ بنادی گئی۔ پانچویں میں تمام مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ چھٹے یہ کہ مجھ پر انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔(صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب المساجد و موضع الصلاۃ، حدیث:۱۱۶۷)

۱۰۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ کَانَتْ تَسُوْسُھُمْ اَنْبِیَائُھُم کُلَّمَا ذَہَبَ نَبِیٌّ خَلْفَه نَبِیٌّ وَّ اِنَّه لَیْسَ کَائِنًا فِیْکُمْ نَبِیٌّ بَعْدِیْ.

بنی اسرائیل کا نظام حکومت ان کے انبیاء کرام چلاتے تھے جب بھی ایک نبی رخصت ہوتا تو اس کی جگہ دوسرا نبی آجاتا اور بے شک میرے بعد تم میں کوئی نبی نہیں آئے گا۔(ابو بکر عبداللہ بن محمد ابی شیبہ، امام، المصنف، جلد ۱۵، ص: ۵۸۔ کراچی: ادارۃ القرآن ۱۴۰۶ھ)

۱۱۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت کردہ ایک طویل حدیث مبارکہ میں ہے:

بَیْنَ کَتِفَیْه خَاتَمُ النُّبُوَّةِ وَہُوَ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ.

حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری بنی ہیں۔(جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب وصف آخر من علی رضی اللہ تعالی عنہ، حدیث: ۳۶۳۸)

۱۲۔ علامہ علاؤالدین علی المتقی بن حسام الدین الہندی رحمہ اللہ نے ''کنزالعمال فی سنن الاقوال والافعال'' میں حضور اکرم صلی اللہ علیہو آلہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے:

یا ایھا الناس! انه لا نبی بعدی ولا امة بعدکم، الا! فاعبدوا ربکم وصلوا خمسکم، وصوموا شهرکم، وصلوا ارحامکم، وادوا زکاة اموالکم طیبة بها انفسکم، واطیعوا ولاة امرکم، تدخلوا جنة ربکم.

اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں اور نہ ہی تمہارے بعد کوئی اُمت ہے۔ سنو! اپنے رب کی عبادت کرو اور پنجگانہ نماز پڑھو اور اپنے مہینے (رمضان) کے روزے رکھو اور اپنی رشتہ داریاں جوڑو اور اپنے اموال کی زکوٰۃ خوشدلی سے ادا کرو اور اپنے اولوالامر کی اطاعت کرو، تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ (علی المتقی الہندی کنزل العمال فی سنن الاقوال والافعال، حدیث: ۴۳۶۳۷، بیروت: موسوعۃ الرسالۃ، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵/، ج: ۱۵، ص: ۹۴۷)

۱۳۔ امام بیہقی نے السنن الکبریٰ میں، امام طحاوی نے مشکل الآثار میں، علامہ جلال الدین سیوطی نے الدرالمنثور میں، علامہ علی المتقی الہندی نے کنزالعمال میں، امام ہیثمی نے مجمع الزوائد میں حضور ختمی المرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی نقل کیا ہے:

لا نبی بعدی ولا أمة بعد

میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی اُمت نہیں۔ (زغلول، ابوطاہر محمد السعید بن بسیونی، موسوعۃ اطراف الحدیث النبوی الشریف، بیروت: دارالفکر، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴/، ج: ۷، ص: ۲۸)

۱۴۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لئے جن چھ خصوصیات کا ذکر فرمایا ان میں سے ایک یہ بھی ہے:

"میں تمام مخلوق کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا اور مجھ پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔" (مشکوۃ صفحہ 512 باب فضائل سید المرسلین، مسلم جلد 1 صفحہ 199)

۱۵۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے بہت ہی حسین و جمیل محل بنایا مگر اس کے کسی کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ اس کے گرد گھومنے اور اس پر عش عش کرنے لگے اور یہ کہنے لگے کہ یہ اینٹ بھی کیوں نہ لگادی گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں وہی (کونے کی آخری) اینٹ ہوں اور میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں۔" (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث: ۳۵۳۴، ۳۵۳۵)

محترم قارئین اکرام! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت سب کے لیے ہے آپ انسانوں کے نبی ہیں، آپ جنوں کے نبی ہیں، آپ فرشتوں کے نبی ہیں، آپ آسمانوں کے نبی ہیں، آپ زمینوں کے نبی ہیں، آپ تمام نبیوں کے نبی ہیں، غرضیکہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام کائنات کے نبی ہیں۔

حضور خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی برکت سے زہد کا ہر گوشہ آئے گا لیکن نبوت سے نبوت نہیں آئے گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی برکت سے صداقت آئے گی، عدالت آئے گی سخاوت آئے گی، شجاعت آئے گی، دیانت آئے گی وفاآئے گی، تمنا، رضا، صبر، تحمل، تجمل، جمال، جلال، عقائد، اخلاق، اعمال، آئینگے۔ مگر نئ نبوت نہیں آے گی۔ الوھیت میں خدا یکتا ہے نبوت میں میرا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم یکتا ہیں۔ خدا رب العٰلمین ہے، کعبہ ھدی للعٰلمین ہے، قرآن ذکر للعٰلمین ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔

محترم قارئین ! ختم نبوت کا عقیدہ اساسی اور بنیادی عقیدہ ہے اس کے بغیر انسان کا ایمان و اسلام مقبول نہیں ہے اس لیے ہر مسلمان ختم نبوت کا عقیدہ رکھے۔عقیدہ ختم نبوت اتنا اہم ہے کہ قرآن مجید کی ایک سو سے زائد آیات میں اس کا ذکر ہے۔اور دو سو دس احادیث میں اس کا ذکر ہے۔ جس میں سے ایک سو سے زیادہ احادیث متواترہ ہیں۔جن میں سے میں نے چند آیات اور احادیث کا ذکر کیا ہے۔

نبیوں میں نبی ایسا کہ خاتم الانبیا ٹھرا
حسینوں میں حسین ایسا کہ محبوب خدا ٹھرا

دعا ہے اللہ رب العزت تحفظ ختم نبوت کا علم بلند کرتے ہوئے ختم نبوت کا کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ثم آمین

حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ

حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ دیوبند میں پیدا ہوئے،آپؒ کے والد ماجد حضرت مولانا فضل الرحمن عثمانی (جن کا شمار دارالعلوم دیوبند کے موسسین میں ہوتاہے اور جو دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کے ۴۲ سال تک رکن رہے۔)ایک جید عالم دین صاحب نسبت بزرگ اور اور حجتہ السلام حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کے رفیق و معاون تھے۔حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ کا سلسلہ سنب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے جاملتاہے۔آپؒ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی عزیزالرحمن عثمانیؒ، شیخ الاسلام حضرت مولاناشبیراحمد عثمانیؒ کے بھائی تھے۔

آپؒ نے تعلیم و تربیت دارالعلوم دیوبند شیخ الہند حضرت مولانا محمودالحسن دیوبندیؒ کے کے سایہ حاصل کی اور دارالعلوم دیوبند سے ہی سند فراغت حاصل کی۔حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ نے قطب الاقطاب حضرت مولانارشید احمد گنگوہیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اجازت و خلافت سے نوازے گئے۔آپؒ نے حضرت گنگوہیؒ کے زیر سایہ سلوک و تصوف کے منازل طے کیے۔۱۳۴۷ھ میں مہتمم جامعہ دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا احمد قاسمیؒ کی وفات کے بعد آپؒ دارالعلوم دیوبن کے چھٹے مہتمم مقرر ہوئے۔

آپؒ اپنی دانش و فہم و فراست میں یگانہ ہند تسلیم کیے جاتے تھے۔ دینی، تعلیمی، تدریسی خدمات کے علاوہ تصنیفی میدان میں بھی اپنا سِکَّہ جمایا۔ آپؒ کی مشہور و معروف تالیف "اشاعت اسلام" آپؒ کی وسعتِ معلومات اوت تدقیق نظر کی کافی شہادت ہے، اسکے علاوہ آپؒ نے قرآنی آیات، احادیث مبارکہ، اور علماء وفقہاء کے اقوال کی روشنی میں "مشورہ" کی اہمیت پر "اسلام میں مشورہ کی اہمیت" کے نام سے ایک مدلل کتاب تصنیف فرمائی۔

حکیم السلام حضرت مولانا قاری طیب قاسمیؒ فرماتے ہیں کہ؛

حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ کو حق تعالیٰ نے دین کا خاص فہم عطا فرمایا تھا، آپ کی دانش وتدبیر مشہور زمانہ تھی، ادبیات کے ماہر تھے۔ عربی نظم و نثر دونوں میں کمال قدرت رکھتے تھے۔ آپؒ کو عملی شخصیت کی بناء پر متہم دارالعلوم دیوبند مولانا احمد قاسمیؒ کے بعد عہدہ افتاء حکومت حیدرآباد دکن آپؒ کو ہی تفویض کیا گیا تھا، آپؒ کا حلم و تواضع مروّت اور تحمل مشہور زمانہ تھا۔ آپؒ حضرت گنگوہیؒ کے متوسل اور طریقت کے معمولات کے نہایت پابند تھے۔ وفات کے دن مجھ سے حسرت کے ساتھ فرمایا میرا بارہ ہزار اسم ذات پڑھنے کا معمول افسوس کہ آج پورا نہیں ہو سکا۔ شب بیدار و ہمہ وقت مشغول کار رہتے تھے، آپؒ کی مجلس پر شکوہ اور مورث طمانیت ہوتی تھی، عربی قصدیے اور کئی مفید ترین تصانیف آپؒ کا ترکہ ہیں جو امیت کو ملیں۔ ان تصانیف میں """اشاعت اسلام" ایک معرکتہ الآرا تصنیف ہے جو خاص وعام میں بہت مقبول ہے۔ (تاریخ دارالعلوم دیوبند)

شیخ السلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ:

حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ کا اسم گرامی ہمارے بزرگوں میں بہت نمایاں ہے،انتظامی مصروفیت کی بناء پر آپؒ کا علمی اور عملی مقام اگرچہ لوگوں پر واضح نہ ہو سکااور نہ حقیقت یہ ہے کہ علمی اور عملی دونوں حثیتوں سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپؒ کو عجیب کامالات عطافرمائے تھے۔آپؒ کو عربی اب کا بڑاذوق تھا،آپؒ کی عربی تحریریں زبردست اور ادیبانہ ہوا کرتی تھیں۔آج کل فضلاء دارالعلوم دیوبند کو جو سند جاری کی جاتی ہے اس کا پورا مضمون آپؒ کا ہی مرتب فرمایاہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ کو انتظامی صلاحیت اور سیاسی سمجھ بوجھ اس قدر غیر معمولی عطافرمائی تھی کہ وزیر بننے کے لائق انسان تھے اور جب ہم لوگوں نے حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی سیر سرپرستی عربی نظم ونثر کی مشق کے لیے "نادیۃ الادب" قائم کی تو حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانی قدس سرہ اس میں بڑی دلچسپی کے ساتھ حصہ لیا کرتے تھے۔مجھے تصنیف و تالیف اور مضمون نگاری کی طرف متوجہ کرنے میں حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ کا بڑا حصہ ہے۔حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ کی یہ عادت تھی کہ وہ انتظامی امور کے کاموں میں مصروف رہنے کے باوجود دارالعلوم کے طلباء پر خاص نظر رکھتے تھے اور جس بھی طالب علم میں کوئی صلاحیّت دیکھتے تو اس کی حوصلہ افزائی فرمایا کرتے تھےاور اس صلاحیت کو اجاگر کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔

دارالعلوم دیوبند میں زمانہ طالب علمی کے دوران ایک مرتبہ کسی اخبار یارسالے میں کوئی مضمون شائع ہوا جو کسی مسئلہ میں اجماع امت کے خلاف تھا حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ نے احقر کو

حکم دیا اس کا جواب لکھو میں نے تعمیل حکم کی اور جب یہ مضمون لکھ کر حضرت مہتمم صاحبؒ کو دکھایا تو وہ خوشی سے پھولے نہیں سمائے اور اُسی وقت مجھے علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علیؒ اور دوسرے اساتذہ کے پاس لے گئے اور ان کو میرا لکھا ہوا مضمون دکھایا حالانکہ وہ میرا زمانہ طالب علمی تھا اور مضمون بھی پہلا لکھا تھا پہلا مضمون ہونے کی وجہ سے یقیناً خامیاں بھی ہونگی لیکن حضرت مہتمم صاحبؒ نے میرے ساتھ جو معاملہ فرمایا اس نے میری ایسی حوصلہ افزائی کی کہ میرے اندر تحریری کام کا ایک شوق پیدا ہو گیا۔

دارالعلوم دیوبند پر سخت سے سخت وقت آئے بڑی سے بڑی شورشیں اٹھیں لیکن میں نے اس بندہ خدا کو کبھی پریشان نہیں دیکھا۔ سنگین سے سنگین حالات میں بھی اُن کے اطمینان اور خوداعتمادی میں فرق آتا نہیں دیکھا۔

دارالعلوم دیوبند میں خلاف معمول باتوں کو کبھی برداشت نہیں کیا اور اپنے حُسن تدبیر سے مدرسہ کو بڑے بڑے فتنوں سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی۔ دارالعلوم دیوبند کے متصل دیوبند کے ایک رئیس کی زمین تھی اس کا کچھ حصہ دارالوم کے لیے خرید لیا گیا۔

رئیس کے انتقال کے بعد اس کے ایک وارث نے ایک دن دارالعلوم دیوبن کے صحن میں آکر باآواز بلند آپؒ کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا اور اس زمین پر حق داری کا دعویٰ کر دیا۔ اس کا انداز گفتگو اس قدر اشتعال تھا کہ آپؒ کے بعض خدام کو فطری طور پر غصہ آگیا جیسے ہی خدام نے اس کو جواب دینے کا ارادہ کیا لیکن حضرت والاؒ نے روک دیا۔ مہتمم صاحبؒ نے فرمایا آئیں اندر بیٹھ کر

بات کرتے ہیں اور ان ساحب کو دفتر لے گئے خاطر تواضع کی اور جب اس شخص کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو آپؒ اُٹھے اور الماڑی سے کچھ کاغذات نکال کر لائے اور ان صاحب کے سامنے رکھتے ہوئے فرمایا یہ دیکھیں آپ کے مورث نے فلاں تاریخ کو یہ زمین دارالعلوم کے ہاتھ فروخٹ کی تھی اور اس کی یہ رجسٹری ہے۔اُن صاحب نے جب کا گزات دیکھے تو بے حد شرمندہ ہوااور مولانے جس صبر وضبط وتحمل کا مظاہرہ کیااس سے بے حد متاثر ہو کرر خصت ہوا۔

ایک مرتبہ دارالعلوم دیوبن میں کی انتظامیہ کے خلاف ایک شدید طوفان کھڑا ہوا جسمیں بعض لوگ حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ کی جان تک کے دشمن ہو گئے ،ان حالات میں بھی حضرتؒ تن تنہا چھت پر سوتے تھے،ایک دن میں نے عرض کیا حضرت ان ھالات میں آپ کااس طرح سونا مناسب معلوم نہیں ہوتاآپ کم از کم کمرے میں ہی سوجایا کریں لیکن حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ نے بے نیازی کے ساتھ ہنس کر مجھ سے فرمایا:

"میں تو اپنے باپ(یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کا بیٹا ہوں جس کے جنازے کو چار اُٹھانے والے میسر نہ آئے اور جسے رات کے اندھیرے میں بقیع کے حوالے کیا گیالہذا مجھے موت کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔"(ماہنامہ البلاغ مفتی اعظم نمبر)

حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ کا علمی وروحانی فیض بہت پھیلا،اپنے وقت کے بڑے بڑے علماء آپؒ کے فیض علمی سیراب وشاداب ہوئے۔آپؒ کے ممتاز تلامذہ میں

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانیؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ، مولانا سید بدر عالم میر ٹھی مہاجر مدنیؒ، مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ ایک جید عالم دین، محدث، فقیہ،ادیب، شاعر اور بہترین مدبّر اور منتظم تھے، ساری زندگی درس وتدریس ودرالعلوم دیوبند کی خدمت میں مصروف عمل رہے۔ ۱۹۳۰ میں دیوبند کا یہ عظیم ستارہ ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔

دعا ہے اللہ پاک حضرتؒ کے درجات بلند فرمائے، کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے، اور حضرتؒ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

انہیں کے نقش قدم پر ہوا ے خدا جینا!

ویرحم اللہ عبداً قال آمینا!

حضرت مولاناحافظ محمد احمد قاسمیؒ

حضرت مولاناحافظ محمد احمد قاسمیؒ قصبہ نانوتہ میں ۱۲۷۹ھ میں پیدائے۔آپؒ حجتہ السلام حضرت مولانامحمد قاسم نانوتویؒ کے فرزندار جمند تھے۔آپؒ نے نو سال کی عمر میں حافظ نور محمدؒ کے پاس قصبہ رام پور میں قرآن مجید حفظ کیا۔

حفظ قرآن مجید کے بعد آپؒ کو مزید تعلیم کے لیے بلند شہر میں قائم کیا گیا حجتہ السلام حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کے مدرسہ میں داخل کرا گیا۔

مزید تعلیم کے لیےآپؒ کو حضرت مولانااحمد حسن امروہیؒ کے پاس مدرسہ قاسم العلوم مرادآباد بھیجا گیا یہ مدرسہ بھی حضرت نانوتویؒ نے ہی قائم فرمایا تھااور مولانااحمد حسن امروہیؒ اُس مدرسہ کے صدر مدرس تھے۔آپؒ نے مختلف علوم وفنون کی تعلیم مولانااحمد حسن امروہیؒ سے حاصل کی۔

اس دوران حضرت نانوتویؒ کواپنے صاحبزادے کوخود تعلیم دینے کاخیال آیاتوآپؒ کومراد آباد سے دیوبند بلوالیا۔ حضرت نانوتویؒ کاحج کے سفر کا وقت قریب آچکا تھا اور سفر حج کی تیاریاں جاری تھیں لیکن حضرت نانوتویؒ کی صاحبزادہ کو تعلیم دینے کی خواہش ادھوری رہ گئے اوراس دار

فانی سے کوچ فرماگئے۔ حضرت مولاناحافظ محمد احمد قاسمیؒ نے باقی تعلیم دیوبند میں رہ کر شیخ الہند حضرت مولانا محمودالحسن دیوبندیؒ سے حاصل کی اور دورہ حدیث گنگوہ تشریف لے جاکر قطب الاقطاب حضرت مولانارشیداحمد گنگوہیؒ کے حلقہ درس میں بیٹھ کر مکمل کیااور یہیں سے سند فراغت حاصل کی۔

سند فراغت کے بعد حضرت مولاناحافظ احمد قاسمیؒ تھانہ بھون عربی مدرسہ تشریف لے گئے کچھ عرصہ وہاں پڑھاتے رہے۔

آپؒ مہتمم جامعہ دارالعلوم دیوبند حضرت مولاناشاہ رفیع الدینؒ کے زمانے میں ۱۳۰۳ھ میں دارالعلوم دیوبند تشریف لائے اور یہیں مدرس مقرر کردیے گئے۔ حضرت مولاناشاہ رفیع الدینؒ کی ہجرت مکہ مکرمہ کے بعد سرپرست جامعہ دارالعلوم دیوبند حضرت مولانارشیداحمد گنگوہیؒ نے حضرت مولاناحافظ محمد احمد قاسمیؒ کودارالعلوم دیوبند کا مہتمم مقرر فرمادیا۔

آپؒ نے دارالعلوم دیوبند کا انتظام پوری وجاہت جرات واستقلال کے ساتھ چلایا جس کے نمایاں اثرات تاریخ دارالعلوم دیوبند میں محفوظ ہیں اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت مولانااحمد قاسمیؒ کا چالیس سالہ دور ہی دارالعلوم دیوبند کا ترقیاتی دور ہے۔ حضرت مولاناحافظ احمد قاسمیؒ کے اوصاف بہت بلند تھے۔آپؒ کی طبیعت میں وقاراور متانت تھی۔

صاف گوئی، ظاہر وباطن کی یکسائی معروف وممتاز تھی، ہرایک سے صاف اور بے جھجک بات فرمایاکرتے تھے۔ جہاں شیخ الہندؒ کا نیاز مندانہ رنگ طبیعت میں تھا وہیں حضرت گنگوہیؒ کی

سرپرستی وروحانی اعانت حاصل تھی۔آپؒ کے ہی دور میں داراالعلوم دیوبند کی عمارت کو وسعت دی گئی ،شعبہ جات کا بڑھایا گیا،داراالعلوم کے اجتماعات مقرر کیے گئے یعنی مولانا حافظ احمد قاسمیؒ کے دور میں دارالعلوم دیوبند ہر شعبہ میں ترقی کرتا چلا گیا۔

جب کام کا بوجھ پڑا تو آپؒ کی اپنی نیابت کے لیے انتخاب نگاہ حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ پڑی جو ایک عالم ربانی، محدث ،ادیب اور صاحب فراست انسان تھے اور ان کے تدبر نے سونے پر سہاگہ کا کیام کیا۔ پشت پناہی وہمت باطنی شیخ الہند حضرت مولانا محمودالحسن دیوبندیؒ کی تھی، جرات وجاہت وقوت حضرت مولانا حافظاحمد قاسمیؒ کی تھی،تدبر و سیاست حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ کی تھی۔ان تینوں حضرات کی وجہ سے دارالعلوم دیوبند ترقی کے منازل طے کرتے ہوئے زمین سے آسمان پر ایک تارے کی ماند ابھر چکا تھا۔

حضرت مولانا حافظ احمد قاسمیؒ کی سکاوت اور فراخدلی مثالی تھی، مہمان نوازی میں شغف تھا،روز چند مہمان دستر خوان پر موجود ہوتے تھے، جس دن کوئی مہمان نہ ہوتا تو بوقت چھٹی دارالعلوم کے دروازے پر تشریف لاتے اساتذہ میں سے جو وہاں سے گزرتا انہیں اپنے ساتھ گھر لاتے اور کھانے میں شریک فرماتے تھے۔ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ اور حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ جیسے شیوخ کی دس سال تک تربیت کی اور اپنے ساتھ کھانا کھلایا۔ حضرت مولانا احمد قاسمیؒ اخلاص واعتماد علی اللہ میں راسخ القدم تھے اور بہت سی دوسری ممتاز اخلاقی قوتیں آپ کی شیوہ بن گئی تھیں

مشہور زمانہ علماء میں آپ کے دو بیٹے حضرت مولانا قاری محمد طاہر قاسمیؒ،اور حکیم السلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ مشہور ہوئے۔حکیم السلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ اپنے والد ماجد حضرت مولاناحافظ احمد قاسمیؒ کے صحیح جانشین ثابت ہوئے اور بعد ازاں دارالعلوم دیوبند کے مہتمم بھی مقرر ہوئے۔

حضرت مولاناحافظ احمد قاسمیؒ تمام عمر درس وتدریس، تبلیغ وارشاد،اور دارالعلوم دیوبند کی ترقی کے لیے کام کرتے رہے اور بالآخر دارالعلوم دیوبند کا ستارہ ۳جمادی الاوّل ۱۳۴۷ھ کو دارالعلوم دیوبند کی خدمات کے ہی سلسلہ میں دارالعلوم پر ہی نثار ہوگئے اوراپنی جان جان آفریں کے سپرد کرکے ہمیشہ کے لیے غروب ہوگئے۔

دعاہے اللہ پاک ہمیں ان کے نقش دم پر چلتے ہوئے دین اسلام کی اشاعت کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ثم آمین

دنیا فانی ہے

اس دنیا کا دستور ہے یہ جو ایک دن اس دنیا میں آیا ایک دن وہ اس دنیا سے رخصت ہو گا ،جو بھی اس دنیا میں ہے وہ سب فانی ہے ۔جو بھی آئے گا وہ ہمیشہ کے لیے رخصت ہو جائے گا۔ مہمان جیسی مثال دی گئی کہ جیسے وہ چند لمحے آتا ہے ،خوشیوں کے لمحے ہمارے ساتھ بتاتا ہے ،چند یوم ہمارے پاس قیام کرتا ہے اور ایک دن ہم سے رخصت ہو جاتا ہے۔ بلکل اسی طرح ایک دن تھا کہ جب سال 2021 پوری آب وتاب و شان و شوکت کے ساتھ ہمارے پاس آیا تھا تین سو پینسٹھ دن ہمارے ساتھ رہا اور اب ہم سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گیا ہے۔

یہ سال جاتے جاتے ہمیں پیغام دے گیا کہ صرف میں ہی نہیں رخصت ہو رہا بلکہ میں تمہاری زندگی کا ایک سال کم کر کے جا رہا ہوں یعنی تمہاری زندگی کا ایک حصہ میرے ساتھ رخصت ہو رہا ہے اور جس طرح میرا سورج ہمیشہ کے ڈوب گیا اسی طرح تمہاری زندگی کا سورج بھی ایک دن ہمیشہ کے لیے ڈوب جائے گا۔

اور یہ سال یہ بھی بتا رہا ہے اے انسان !جب میں آیا تھا اس وقت بہت سے لوگ تمہارے ساتھ تھے ،انہوں نے خوشیاں منائی تھیں ،لیکن میری رخصتی سے قبل وہ اس دنیا سے

رخصت ہو چکے ہیں۔ یاد رکھنا یہ گزرے لمحات لوٹ کر نہیں آئیں گے آج وقت ہے ان لمحات کو قیمتی بناؤ، اپنے ماضی میں جھانکو، جو لغزشیں ہوئیں ، جو خطائیں ہوئیں، جو نافرمانیاں ہوئیں ان کی معافی مانگ لو آج تمہیں اللہ نے موقع دیا ہے اس کو غنیمت جان ورنہ پچھتاوے کے سوا تیرے ہاتھ کچھ نہ آئے گا۔

گزرا ہوا سال تلخ تجربات، حسین یادیں، خوشگوار واقعات اور غم والم کے حادثات چھوڑ کر رخصت ہو جاتا ہے اور انسان کو زندگی کی بے ثباتی اور ناپائیداری کا پیغام دے کر الوداع کہتا ہے، سال ختم ہوتا ہے تو حیات مستعار کی بہاریں بھی ختم ہو جاتی ہیں اور انسان اپنی مقررہ مدت زیست کی تکمیل کی طرف رواں دواں ہوتا رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ میں کسی چیز پر اتنا نادم اور شرمندہ نہیں ہوا جتنا کہ ایسے دن کے گزرنے پر جس کا سورج غروب ہو گیا جس میں میرا ایک دن کم ہو گیا اور اس میں میرے عمل میں اضافہ نہ ہو سکا۔ (قیمۃ الزمن عند العلماء، ص:۲۷)

یہ عمر اور زندگی جو ہم کو عطا ہوئی ہے وہ صرف آخرت کی ابدی زندگی کی تیاری کی خاطر عطا ہوئی ہے کہ ہم اس کے ذریعے آنے والی زندگی کو بہتر بنا سکیں اور اپنے اعمال کو اچھا بنا سکیں۔ نئے سال کا جشن منانا مسلمانوں کا طریقہ نہیں بلکہ غیر مسلموں کا طریقہ ہے۔ مسلمانوں کو غیروں کی مشابہت سے بچنا چاہیئے کیونکہ ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو غیروں کی اتباع اور مشابہت اختیار کرنے سے بچنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ"۔ (ابوداؤد ۲۰۳/۲ رحمانیہ)

ترجمہ: جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی تو وہ انھیں میں سے ہے۔

سال نو کا پہلا مہینہ جب ہوتا تو اصحاب رسول ﷺ ایک دوسرے کو یہ دعا سکھاتے اور بتاتے:

"اللهمَّ أدْخِلْهُ عَلَيْنَا بِالأَمْنِ وَالإِيْمَانِ، وَالسَّلَامَةِ وَالإِسْلَامِ، وَرِضْوَانٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ وَجِوَازٍ مِّنَ الشَّيْطَانِ" (المعجم الاوسط للطبرانی ۲۲۱/۶ حدیث: ۶۲۴۱ دارالحرمین قاہرہ)

ترجمہ: اے اللہ اس نئے سال کو ہمارے اوپر امن وایمان، سلامتی واسلام اور اپنی رضامندی؛ نیز شیطان سے پناہ کے ساتھ داخل فرما۔

نیا سال ہمیں دینی اور دنیوی دونوں میدانوں میں اپنا محاسبہ کرنے کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ کہ ہماری زندگی کا جو ایک سال کم ہو گیا ہے اس میں ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا؟ ہمیں عبادات، معاملات، اعمال، حلال و حرام، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائے گی کے میدان میں اپنی زندگی کا محاسبہ کر کے دیکھنا چاہیے کہ ہم سے کہاں کہاں غلطیاں ہوئیں۔اس لیے کہ انسان

دوسروں کی نظروں سے تو اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کو چھپا سکتا ہے؛ لیکن خود کی نظروں سے نہیں بچ سکتا؛اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کاارشاد ہے کہ :

''حَاسِبُوْا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوْا''۔ (ترمذی ۴/ ۲۴۷ابواب الزہد، بیروت)

ترجمہ: تم خود اپنا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تمہارا احساب کیا جائے۔

سال نو پر انسان کو اپنے مستقبل کالائحہ عمل کا بھی سوچنا چاہیئے کہ مستقبل کے لائحہ عمل میں دینی اور دنیوی دونوں معاملات میں ہو جیسا کہ حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کاارشاد ہے:

''اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَکَ قَبْلَ ہَرَمِکَ ، وَصِحَّتَکَ قَبْلَ سَقَمِکَ، وَغِنَاکَ قَبْلَ فَقْرِکَ، وَفَرَاغَکَ قَبْلَ شُغْلِکَ ، وَحَيَاتَکَ قَبْلَ مَوْتِکَ''۔ (مشکاۃ المصابیح ۴۴۱/۲ کتاب الرقاق)

ترجمہ: پانچ چیزوں سے پہلے پانچ چیزوں کو غنیمت جان لو(۱) اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے (۲) اپنی صحت وتندرستی کو بیماری سے پہلے (۳) اپنی مالداری کو فقر وفاقے سے پہلے (۴) اپنے خالی اوقات کو مشغولیت سے پہلے (۵) اپنی زندگی کو موت سے پہلے۔

آخرت کی زندگی کی کامیابی اور ناکامی کا دارو مدار اسی دنیا کے اعمال پر منحصر ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

"وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى، وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرٰى، ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفٰى"۔ (سورئہ نجم، آیت/۳۹،۴۰،۴۱)

ترجمہ: اور ہر انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی کوشش خود اس نے کی، اور بیشک اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی، پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہر نیا سال خوشی کے بجائے ایک حقیقی انسان کو بے چین کر دیتا ہے؛ اس لیے کہ اس کو اس بات کا احساس ہوتا ہے میری عمر رفتہ رفتہ کم ہو رہی ہے اور برف کی طرح پگھل رہی ہے۔ وہ کس بات پر خوشی منائے؟ بلکہ اس سے پہلے کہ زندگی کا سورج ہمیشہ کے لیے غروب ہو جائے کچھ کر لینے کی تمنا اس کو بے قرار کر دیتی ہے اس کے پاس وقت کم اور کام زیادہ ہوتا ہے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمیں ماضی کا احتساب کرنے اور سال نو پر جشن کے بجائے، فضول خرچی کے بجائے امن و سلامتی کی دعا کرنے اور سب کے لیے خیر و بھلائی مانگنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

فضائل رمضان

رمضان المبارک بابرکت مہینہ ہے،رمضان المبارک ایمان وتقویٰ کا مہینہ ہے، رمضان المبارک کو رب تعالیٰ نے اپنا مہینہ ارشاد فرمایا ہے۔رمضان المبارک میں انسان کو اس طرف متوجہ کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے رب کریم سے ٹوٹے ہوئے رشتہ کو دوبارہ جوڑ سکے۔رمضان المبارک میں رحمت خداوندی کا دریا موجزن ہوتا ہے۔رمضان المبارک روحانیت میں ترقی،نورانیت میں اضافی،اجروثواب میں زدیادتی اور دعاؤں میں قبولیت کا مہینہ ہے۔

رمضان المبارک میں کسی سائل کو خالی ہاتھ،کسی امیدوار کو ناامیداور کسی طالب کو ناکام ونامراد نہیں لٹایا جاتا،بلکہ رمضان المبارک میں ہر شخص کے لیے رب کریم کی طرف سے رحمت ،بخشش وجہنم سے آزادی کی صدائے عام دی جاتی ہے۔سال بھر کے مہینوں میں رمضان المبارک ایک ایسا مہینہ ہے جس کاذکر صراحت کے ساتھ قرآن کریم میں آتا ہے،جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

''شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ۔'' (البقرۃ:آیت:۱۸۵)

"رمضان وہ (مبارک) مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، جو لوگوں کے لیے راہنمائی، ہدایت اور حق و باطل میں تمیز کرنے کا ذریعہ ہے، پس جو کوئی یہ (مبارک) مہینہ پائے اُسے چاہیے کہ وہ اس کے روزے رکھے۔"

قویٰ کا معنی ہے: نفس کو برائیوں سے روکنا اور اس کا سب سے بڑا ذریعہ روزہ ہے، جیسا کہ ایک صحابیؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا:

"اے اللہ کے رسول! مجھے کسی ایسے عمل کا حکم دیجیے جس سے حق تعالیٰ مجھے نفع دے"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"علیک بالصوم، فإنهٗ لا مثل لهٗ" (سنن نسائی، ج:۱، ص:۱۴۰)

"یعنی روزہ رکھا کرو، اس کے مثل کوئی عمل نہیں۔"

حدیث مبارکہ میں رمضان المبارک کے تین عشرے بتلائے گئے ہیں اور یہ تینوں عشرے تین مختلف خصوصیات کے حامل ہیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"رمضان کا پہلا عشرہ رحمت کا ہے، دوسرا عشرہ مغفرت کا اور تیسرا عشرہ جہنم سے آزادی کا ہے۔" (صحیح ابن خزیمہ، حدیث:1780)

رمضان المبارک کا پہلا عشرہ یکم رمضان المبارک تا دس رمضان المبارک اس عشرہ کو رحمت کا عشرہ کہتے ہیں۔ دوسرا عشرہ دس رمضان المبارک تا بیس رمضان المبارک اس عشرہ کو

مغفرت کا عشرہ۔اور تیسرا عشرہ بیس رمضان المبارک تاانیتس یا تیس رمضان المبارک ہوتا ہے جسے جہنم سے آزادی کا عشرہ کہا جاتا ہے۔رمضان المبارک میں ہر مسلمان کو کثرت سے دعا کا اہتمام کرنا چاہیئے کیونکہ یہ مہینہ دعاؤں کی قبولیت کا مہینہ ہے جس میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”رمضان المبارک کی ہر دن اور رات میں ہر مسلمان کی ایک دعا قبول کی جاتی ہے۔“(مسند احمد:744)

رمضان المبارک ہی وہ مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید وفرقان حمید کو نازل فرمایا یعنی شبِ قدر میں لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر مکمل قرآن کریم کا نزول ہوا، جیسا کہ ارشادِ خدواندی ہے:

”إِنَّآ أَنزَلۡنَٰهُ فِي لَيۡلَةِ ٱلۡقَدۡرِ وَمَآ أَدۡرَىٰكَ مَا لَيۡلَةُ ٱلۡقَدۡرِ لَيۡلَةُ ٱلۡقَدۡرِ خَيۡرٞ مِّنۡ أَلۡفِ شَهۡرٖ تَنَزَّلُ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةُ وَٱلرُّوحُ فِيهَا بِإِذۡنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمۡرٖ سَلَٰمٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطۡلَعِ ٱلۡفَجۡرِ۔“ (القدر:۳۵)

”بلاشبہ ہم نے قرآن کو شبِ قدر میں نازل کیا،اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شبِ قدر کیسی چیز ہے؟شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے،اس رات میں فرشتے اور روح اپنے رب کے حکم سے ہر معاملہ لے کر حاضر ہوتے ہیں،یہ رات سراسر سلامتی ہے،وہ یعنی اس کی خیر وبرکت صبح طلوعِ فجر تک رہتی ہے۔“

گویا رمضان اور قرآن کریم دونوں کا آپس میں گہرا تعلق ہے کہ قرآن رمضان میں آیا تو رمضان کا تذکرہ قرآن کریم میں آیا، اس لیے بعض علماء فرماتے ہیں کہ: رمضان اور قرآن کا جسم اور روح کا سا تعلق ہے۔ رمضان جسم ہے تو قرآن کریم روح ہے:

ماہِ صیام تیرا کیوں نہ ہو احترام
کہ نازل ہوا تجھ میں اللہ کا کلام

رمضان المبارک ایک ایسا مہینہ ہے کہ اس میں ایک انسان کوشش کرے تو ایک رمضان سارے گناہ بخشوانے کے لیے کافی ہے، جو شخص رمضان کے روزے رکھے اور یہ یقین کر کے رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام وعدے سچے ہیں اور وہ تمام اعمالِ حسنہ کا بہترین بدلہ عطا فرمائے گا تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''من قام رمضان إيمانًا واحتسابًا غفر لهٗ ما تقدم من ذنبه وما تأخر۔''

(المؤطا برواية محمد بن الحسنؒ)

''جو شخص ایمان کے ساتھ اور ثواب کی اُمید رکھتے ہوئے رمضان میں قیام کرے گا (یعنی تراویح اور نوافل وغیرہ پڑھے گا) اس کے پچھلے اور اگلے سب (صغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔''

ایمان اور احتساب کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام وعدوں پر یقینِ کامل ہو اور ہر عمل پر ثواب کی نیت اور اخلاص وللّٰہیت اور رضائے الٰہی کا حصول پیشِ نظر ہو۔ رمضان المبارک میں انسان کو ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے وہ تلاوت قرآن کرے، اللہ کو راضی کرے، اللہ کی

خوشنودی حاصل کرے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو اپنائے،اوراس ماہ مبارک میں سخاوت کرنے کی کوشش کریں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان المبارک میں سخاوت کااہتمام فرمایاکرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہمافرماتے ہیں کہ :

"آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے،اور یہ سخاوت رمضان المبارک میں مزید بڑھ جایاکرتی تھی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام رمضان المبارک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کے لیے مہینہ کے اختتام تک آیاکرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت جبرائیل علیہ السلام کو قرآن مجید سنایاکرتے تھے۔جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ملاقات ہوتی تواس وقت نیکیوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت آندھی سے بھی زیادہ تیز ہوجایاکرتی تھی۔"(صحیح مسلم:6149)

اسی لیے غریبوں، یتیموں، بیواؤں اور مسکینوں کے ساتھ ایثار اور ہمدردی کامعاملہ کیا جائے،ان پر سخاوت کی جائے، یہ اس لیے کہ ایک توان کا حق ہے اور دوسرااس لیے کہ صدقہ وخیرات کرنے سے ممکن ہے کہ اللہ کے کسی بندے کادل خوش ہوجائے تواللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائےاور ہمارامقصد پوراہوجائے۔

یاہوسکتاہے ہماری عبادت، ہماری تلاوت، ہماری نمازوں میں کوئی کمی رہ گئی ہو یااس قابل نہ ہوں کہ وہ قبولیت کامقام حاصل کرسکیں تواللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں قبول فرمالیں،اس لیےاس ماہ میں ہمیں پوری طرح خیرات وصدقات کی طرف

متوجہ ہونا چاہیے۔ رمضان المبارک میں انسان کی مغفرت کے بہت سارے مواقع موجود ہوتے ہیں، بہت سے ایسے لمحات ہیں جس میں انسان کی مغفرت کی جاتی ہے۔ جہنم سے آزادی کا پروانہ مل سکتا ہے۔اس لیے رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں، اللہ تعالیٰ کے سامنے سر بسجود ہو کر ندامت کے آنسو بہائیں ،اپنی غلطیاں اور خطاؤں پر معافی کے طالب ہوں، ان شاءاللہ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائیں گے۔ جو انسان رمضان المبارک کا مہینہ پالے اور اپنی مغفرت نہ کرا سکے اس کے لیے حدیث مبارکہ میں سخت وعید آئی ہے۔ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”منبر کے پاس جمع ہو جاؤ، ہم سب منبر سے قریب جمع ہو گئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر کی پہلی سیڑھی پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا: آمین۔ جب دوسری سیڑھی پر قدم مبارک رکھا تو پھر فرمایا: آمین۔ جب تیسری سیڑھی پر قدم مبارک رکھا تو پھر فرمایا: آمین۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ : یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! ہم نے آج آپ سے (منبر پر چڑھتے ہوئے) ایسی بات سُنی جو پہلے کبھی نہیں سُنی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے پاس جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے تھے جب میں نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: ہلاک و برباد ہو جائے وہ شخص جس نے رمضان المبارک کا مبارک مہینہ پائے، پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہو، میں نے کہا: آمین۔ پھر جب میں منبر کی دوسری سیڑھی پر چڑھا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: ہلاک ہو جائے وہ شخص جس کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہو اور وہ درود نہ بھیجے، میں نے کہا: آمین۔ جب میں نے تیسری

سیڑھی پر قدم رکھا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پائے اور وہ ان کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہو جائے۔ میں نے کہا: آمین۔"(مستدرک حاکم علی الصحیحین، کتاب البر والصلہ: 7256)

اس رمضان المبارک کو گزشتہ رمضان المبارک سے ممتاز کرنے کی کوشش کریں، نہ معلوم کہ اگلا رمضان نصیب ہو یا نہ اس لیے اس رمضان المبارک کو قیمتی بنائیں اور نیکیاں سمیٹنے کی کوشش کریں۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ پاک اس رمضان المبارک کو گزشتہ رمضان المبارک سے ممتاز کرنے کی توفیق عطا فرمائے، رمضان المبارک کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، نیکیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے، عبادات کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اپنی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہم سب کی مغفرت فرمائے اور اس رمضان کو ہمارے لیے باعث نجات بنائے۔ آمین ثم آمین

جنتیوں اور دوزخیوں کو اپنے ٹھکانوں کا کیسے علم ہو گا؟

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ میزان کی ایک زبان اور دو پلڑے ہیں اس میں نیکیاں اور گناہ تولے جائیں گے۔ نیکیوں کو بہترین صورت میں لاکر میزان کے پلڑے میں رکھ دیا جائے گا تو وہ پلڑا گناہوں والے پلڑے سے جھک جائے گا۔ پس اس کی وہ نیکیاں لے کر جنت میں اس کے گھر کے قریب رکھ دی جائیں گی۔ پھر مومن سے کہا جائے گا:

اپنے عمل کے پاس چلے جاؤ!

مؤمن جنت میں جائے گا اور اپنے عمل کے سبب اپنے گھر کو پہچان لے گا۔ اور گناہوں کو بری صورت میں لاکر میزان کے پلڑے میں رکھ دیا جائے گا۔ جس سے گناہوں والا پلڑا جھک جائے گا اور میزان خفیف ہو جائے گا کیونکہ باطل خفیف ہی ہوتا ہے۔ پس ان گناہوں کو جہنم میں اس گناہگار کے گھر کے قریب رکھ دیا جائے گا۔ اور گناہگار سے کہا جائے گا کہ

جہنم میں اپنے عمل کے پاس چلے جاؤ

گناہگار جہنم میں جائے گا اور اپنے عمل کے سبب اپنے گھر کو پہچان لے گا اور ان مختلف عذابوں کو بھی جو اللہ تبارک وتعالی نے تیار کئے ہوئے ہیں۔ (اخرجہ البیھقي في الشعب الایمان)۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ لوگ جنت اور جہنم میں اپنے گھروں اور اعمال کو ان لوگوں سے زیادہ

جانتے ہوں گے جو جمعہ کی نماز پڑھ کر اپنے گھروں کو لوٹ رہے ہوں۔(اخرجہ البیھقي في الشعب الایمان)

حضور ﷺ میزان پر تشریف فرما ہونگے

حضرت انس فرماتے ہیں:

سألت النبي أن يشفع لى يوم القيامة فقال لي انا فاعل قال قلت يارسول الله فاين اطلبک ؟ قال اطلبنى اول ما تطلبني على الصراط قلت فان لم القك على الصراط؟ ق.ال ف.اط.ل.ب.ن.ى.ع.ن.د الميزان قلت فان لم القك عند ال.م.ي.زان ؟ ق.ال ف.اط.لبنى عند الحوض فاني لا اخطىء هذه الثلاثة مواطن»

''میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ میرے لئے قیامت کے دن شفاعت فرمائیں گے ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں شفاعت کروں گا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں آپ ﷺ کو کہاں تلاش کروں ؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے تو تم مجھے پل صراط پر تلاش کرنا۔ میں نے عرض کیا: اگر میں آپ ﷺ کو پل صراط پر نہ مل سکوں ؟ فرمایا: پھر مجھے میزان کے پاس تلاش کرنا۔ میں نے عرض کیا: اگر میں آپ ﷺ کو میزان پر بھی نہ مل سکوں ؟ فرمایا: پھر مجھے حوض پر تلاش کرنا۔ میں ان تین مقامات کے علاوہ اور کسی جگہ پر نہیں ہوں گا۔''

(اخرجہ الترمذي وحسنہ والبیھقي)

حضرت مولانا حافظ محمد یسین دیوبندیؒ

حضرت مولانا حافظ محمد یسین دیوبندیؒ ۱۲۸۶ھ میں دیوبند ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب کا نام تحسین علی اور دادا کا نام میاں جی امام علی تھا۔ حضرت مولانا حافظ محمد یسین دیوبندیؒ کا سلسلہ نسب خلیفہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ حصول علم کے لیے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ حضرت مولانا ملّا محمودؒ صاحب، شیخ الہند مولانا محمودالحسن دیوبندیؒ، حضرت مولانا سعد احمد دہلویؒ جیسے جید اساتذہ سے علم دین حاصل کیا اور ۱۳۰۱ھ میں دارالعلوم دیوبند سے ہی حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ سے دورہ حدیث کی تکمیل کر کے سند فراغت حاصل کی۔

سند فراغت حاصل کرنے کے بعد اتفاقا دارالعلوم میں مدرس کی جگہ خالی تھی، اسی جگہ حضرت مولانا حافظ محمد یسین دیوبندیؒ کا تقرر کر دیا گیا۔ حضرت مولانا حافظ محمد یسین دیوبندیؒ نے قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپؒ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے خاص مریدین میں شامل ہوتے ہوتے تھے اور حضرت مولانا رشید احمد گنوہیؒ سے ہی منازل سلوک طے فرمائیں۔ آپؒ کی اولاد صالحہ میں ایک نام حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانیؒ بھی تھے جو پاکستان کے مفتی اعظم اور جامعہ درالعلوم دیوبند میں صدر مدرس رہے۔

حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ فرمایا کرتے تھے کہ: حضرت مولانا حافظ محمد یسین دیوبندیؒ دیوبند کے نہایت اہل علم اور باعزت خاندان کے فرزند تھے۔آپؒ کے آباؤ اجداد علمی مشاغل میں مصروف اور اہل شہر کے معتمد علیہ تھے۔(اکابرین علماء دیوبند)

حضرت مولانا حافظ محمد یسین دیوبندیؒ کے درس میں طلباء،اہل شہر، عربی یافتہ و فارغ التحصیل علماء بھی شریک ہوتے تھے اور عالمانہ بحث و اشکال پیش کیا کرتے تھے۔ حضرت مولانا حافظ محمد یسین دیوبندیؒ کی ایک نمایاں خصوصیت، یااثر صحبت یا برکت تھی کہ طالب علم کے دل میں ابتداء ہی سے اللہ رب العزت وانبیاءاکرام علیہم السلام کی محبت، بزرگان دین کی عقیدت جاگزیں ہوجایا کرتی تھی۔ جس کا پائیدار اثر طالب علم کے لیے دینی و دنیوی اصلاحِ حال کے لئے آخری زمانہ تک مفید ثابت ہوتا تھا۔

حضرت مولانا حافظ محمد یسین دیوبندیؒ پابندی شریعت ،رعایت آداب طریعت،وائے اعمال و عبادات میں متقیدین ، متلعلقین کے لیے ایک بہترین نمونہ پیش نظر تھے۔الغرض حضرت مولانا حافظ محمد یسین دیوبندیؒ ایک مستند عالم،عامل،اور شیخ کامل تھے۔

آپؒ نے کئی مفید رسالے تحریر فرمائے،آپؒ نہایت متواضع ،خندہ جبیں اور عارف بزرگ تھے۔ساری عمر درس وتدریس اور اصلاح وتربیت میں میں گزاری۔دیوبند کا یہ ستارا تمام عمر دین کی خدمت کرتے کرتے ۹ صفر المظفر ۱۳۵۵ھ بروز جمعۃ المبارک تک دیوبند میں ہی ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔

سفر عشق

پوری دنیا سے عاشقین، محبین اور پروانے جوق در جوق مناسک حج ادا کرنے کے لیے حرم کعبہ میں پہنچ رہے ہیں۔ حرم کعبہ کی پاک فضائیں لبیک اللھم لبیک کی صداؤں سے سے گونج رہی ہے۔ رب کے بندے اپنے رب کے حضور ندامت کے آنسو بہا رہے ہیں اور اپنے رب کی خوشنودی و کرم نوازیاں حاصل کرنے کے لیے رب تعالیٰ کے حضور گڑگڑا رہے ہیں۔

حرم کعبہ وہ جگہ ہے جہاں نہ کوئی امیر نہ کوئی غریب، نہ کوئی کالا، نہ کوئی گورا، نہ عربی نہ عجمی، نہ بادشاہ نہ عوام بلکہ سب کے سب خلاق اعظم کے بندے ہیں اور اسی کے گھر کے سامنے اسی کی عبادت میں مصروف ہیں۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو اللہ پاک حج جیسی عظیم نعمت سے نواز رہے ہیں۔

انسانی طبیعت یہ تقاضا کرتی ہے کہ انسان اپنے وطن، اہل و عیال، دوست و رشتہ دار اور مال و دولت سے انسیت و محبت رکھے اور ان کے قریب رہے۔ جب آدمی حج کے لیے جاتا ہے؛ تو اسے اپنے وطن اور بیوی و بچے اور رشتے دار، عزیز و اقارب کو چھوڑ کر اور مال و دولت خرچ کر کے جانا پڑتا ہے۔ یہ سب اس لیے کرنا پڑتا ہے کہ حج کی ادائیگی شریعت کا حکم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ

شریعت نے حج کے حوالے سے بہت ہی رغبت دلائی ہے، انسان کو کعبہ مشرفہ کے حج وزیارت پر ابھارا، سب سے بڑھ کر شریعت نے حج کا اتنا اجر وثواب متعین فرمایا ہے کہ سفر حج ایک عاشقانہ سفر بن جاتا ہے۔ حج کی فضیلت قرآن وحدیث میں وارد ہوئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

"حج کے چند مہینے معلوم ہیں، سو جو کوئی ان میں حج کا قصد کرے تو مباشرت جائز نہیں اور نہ گناہ کرنا اور نہ حج میں لڑائی جھگڑا کرنا، اور تم جو نیکی کرتے ہو اللہ اس کو جانتا ہے۔"(سورہ بقرہ، آیت: ۱۹۷)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "کسی گناہ کے بغیر، اس کا ظاہری مطلب صغائر وکبائر (چھوٹے اور بڑے): سارے گناہوں کا معاف کیا جانا ہے"۔ (فتح الباری)

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا، عرض کیا گیا، اس کے بعد فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، عرض کیا گیا، اسکے بعد فرمایا: حج مبرور، ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ درمیانی عرصہ کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کی جزا صرف جنت ہے (اسکے علاوہ کوئی اور جزا نہیں ہوسکتی)

ایک اور حدیث میں ہے کہ "پے درپے حج اور عمرے کیا کرو کیونکہ یہ دونوں فقر اور گناہوں سے اس طرح صاف کردیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے اور سونے چاندی کے میل کو صاف

کردیتی ہے اور حج مبرور کا ثواب صرف جنت ہے۔حج و عمرہ ایسی عبادا تیں جو آپ کے گناہوں اور فقر کو ختم کردیتی ہے۔ حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"حج اور عمرہ پر دوام برتو؛ کیوں کہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو ختم کرتے ہیں، جیسا کہ دھونکنی لوہا سے زنگ کو دور کردیتی ہے"(المعجم الاوسط، حدیث: ۳۸۱۴)

اسی طرح ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا:

"حج اور عمرہ ایک ساتھ کیا کرو؛ کیوں کہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو مٹاتے ہیں جیسا کہ بھٹی لوہا، سونا اور چاندی سے زنگ ختم کردیتی ہے اور حج مبرور کا ثواب جنت ہی ہے"۔(ترمذی شریف، حدیث نمبر: ۸۱۰)

حجاج اکرام کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالٰی کے مہمان ہیں، اللہ تعالٰی ان کی مانگ ان کو عطا فرماتے ہیں، ان کی دعاؤں کو قبول کرتے ہیں، ان کی شفارش قبول کرتے ہیں اور ان کے لیے ہزار ہزار گنا تک ثواب بڑھایا جاتا ہے"۔(اخبار مکۃ للفاکہی، حدیث: ۹۰۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ:

اللہ کے راستے کا مجاہد اور حج و عمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں۔اللہ نے انہیں بلایا؛لہٰذا انہوں نے اس پر لبیک کہا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مانگا ہے؛ تو اللہ نے ان کو نوازا ہے"۔(ابن ماجہ، حدیث:۲۸۹۳)

اس لیے بڑے خوش نصیب لوگ ہیں جو حج کی سعادت حاصل کرنے کے لیے حرم کعبہ پہنچ چکے ہیں یا پہنچ رہے ہیں۔ حجاج اکرام سے دعاؤں کی درخواست کرنی چاہئیے کیونکہ رب تعالیٰ حاجی کی دعا کو قبول کرتا ہے۔ حجاج اکرام کو بھی چاہئیے جہاں بھی اللہ کے حضور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیں وہاں اپنے والدین عزیزو اقارب دوست احباب بطور خاص امت محمدیہ ﷺ کو ضرور بالضرور یاد رکھیں۔

دعا ہے امسال جو حجاج اکرام حج کی نیت سے حرم پہنچے ہیں رب کریم ان کی عبادات،اذکار، تلاوت، حج، قربانی و دعائیں قبول فرمائیں اور ہمیں بھی زندگی میں بار بار حج بیت اللہ کی سعادت نصیب فرمائیں۔آمین ثم آمین

فضائل ذی الحجہ

فضیلت والے مہینے

اللہ رب العزت قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں

''اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ''

''حقیقت یہ ہے کہ الہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے۔ جو اللہ کی کتاب (یعنی لوح محفوظ) کے مطابق اس دن سے نافذ چلی آتی ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا۔ ان بارہ مہینوں میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں، یہی دین (کا) سیدھا سادہ (تقاجا) ہے، لہذاان مہینوں کے معاملے میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔'' (سورۃ التوبہ، آیت نمبر ۳۶)

حرمت والے چار مہینے ہیں: ''۱۔ ذیقعدہ ۲۔ ذی الحجہ ۳۔ محرم ۴۔ رجب'' (تفسیر ابن کثیر ط العلمیۃ (۱۲۷/۴)

فضائل ذی الحجہ

ذی الحجہ اسلامی اور قمری سال کاآخری مہینہ ہے۔اس کی حرمت روزاوّل سے مسلم ہے۔ حرمت کے چار مہینوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ یہ مہینہ بابرکت، مبارک اوراس کی فضیلت قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔اس مہینے کی کچھ عبادات ایسی ہیں جو سال کے کسی مہینے اور دن میں نہیں کی جاسکتیں، جیسے حج اور قربانی۔

مسلمان ان عبادات کو اپنی اپنی استطاعت کے مطابق بجالاتے ہیں، سبقت کی کوشش کرتے ہیں، محنتیں اور مشققتیں اٹھاتے ہیں، کوئی حج کی عبادت میں سر گرداں رہتا ہے، کوئی قربانی کی عبادت میں مصروف ہوتا ہے۔

"ذی الحجہ کا پورا مہینہ ہی قابل احترام ہے لیکن اس کے ابتدائی دس دن تو بہت ہی فضیلت اور عظمت والے ہیں۔اس ماہ کی ابتدائی دس راتیں لیلۃالقدر کا مرتبہ رکھتی ہیں۔"(مشکوۃ۱۲۸)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا"کوئی ایسے دن نہیں جن میں نیک اعمال اللہ جل شانہ کو عشرۂ ذی الحجہ (میں نیک اعمال) سے زیادہ محبوب ہوں، پوچھا گیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیااللہ کے راستے میں جہاد سے بھی (ان دنوں کی عبادت افضل ہے؟)آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (جی ہاں) اللہ کے راستے میں جہاد بھی برابر نہیں ہو سکتا مگر وہ شخص جو اللہ کے راستے میں جان و مال سمیت نکلے

اور ان میں سے کسی چیز کے ساتھ واپس نہ لوٹے۔"(رواہ البخاری مشکٰوۃ المصابیح، رقم الحدیث: ۱۴۶۰، باب فی الاُضحیۃ)

"اللہ جل شانہ کی عبادت و بندگی اور حسن عمل کے لئے عشرہ ذی الحجہ سے بہتر کوئی زمانہ نہیں یہ وہ خاص عشرہ ہے جس میں کیا جانے والا عمل اللہ رب العزت کو بے حد محبوب ہے اور اس کی بڑی قدر و قیمت ہے۔"(معارف الحدیث ص:۱۷، ۴، ج:۳)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

"اللہ رب العزت کو نیک عمل جتنا ذی الحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں محبوب ہے اتنا کسی اور دنوں میں نہیں۔"(صحیح بخاری)

حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں: "ذی الحجہ کی پہلی دس راتوں میں اپنے چراغ نہ بجھایا کرو (یعنی رات میں قیام اور قرأت کا اہتمام کرو) آپ کو ان ایام میں عبادت بہت پسند تھی اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ اپنے خادموں کو اٹھایا کرو تاکہ وہ سحری کریں اور عرفہ کے دن کا روزہ رکھیں۔"(حلیت الاولیاء ص:281، ج:4، سیر اعلام النبلاء ص:236، ج:4)

دس راتوں کی قسم

اللہ رب العزت سورۃ الفجر میں ارشاد فرماتے ہیں

"وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْر"

قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی جفت اور طاق کی اس رات کی جب وہ رات کو چلے۔

اس آیت میں فجر سے مراد صبح اور عشر سے مراد نہر ہے یعنی ذی الحجہ کا پہلا عشرہ جس میں قربانی کا دن بھی شامل ہے، وتر سے مراد یوم عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ اور شفع سے مراد دسویں ذی الحجہ ہے۔(شعب الایمان ص ۳۵۲،ج:۳)

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں کسی چیز کا قسم اُٹھانا اپنی کسی بات کی توثیق کے لیے نہیں ہوتا، بلکہ جس چیز کی قسم اللہ تعالیٰ اٹھاتے ہیں تو اس سے مقصود اس کی جلالت شان اور عظمت کو بیان کرنا ہوتا ہے۔ یہاں پر بھی ذوالحجہ کی پہلی دس راتوں کی اہمیت اور فضیلت کو اجاگر کرنا مقصود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عشرہ ذوالحجہ کو مختلف عبادتوں کے ذریعہ خصوصیت بخشی ہے۔اس پورے عشرہ میں اسلام کے اہم ترین اعمال انجام دئے جاتے ہیں اور عبادتوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

بال اور ناخن نہ کاٹنا

عشرہ ذوالحجہ کی آمد کے ساتھ سب سے پہلا حکم اس شخص کے لئے عائد ہوتا ہے جو قربانی کا ارادہ رکھتا ہو کہ وہ اپنے ناخن و بال نہ کاٹے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

"اذا رایتم ہلال ذی الحجۃ و اراد احدکم ان یضحی فلیمسک عن شعرہ و اظفارہ۔" (مسلم، حدیث نمبر ۳٦٦۲)

جب کسی شخص کا قربانی کا ارادہ ہو تو وہ ذی الحجہ کا پہلا عشرہ شروع ہوتے ہی اپنے بال و ناخن کٹوانے سے پرہیز کرے۔ یہ حکم مستحب ہے اور ان لوگوں کے لئے جو قربانی دینے والے ہوں، ذوالحجہ کا چاند دیکھنے سے لیکر جب تک کہ ان کی طرف سے قربانی نہ ہو جائے۔ اس وقت تک سر کے بالوں اور دیگر بالوں کو نکالنے اور ناخن کاٹنے سے احتیاط کرنا چاہئے، جو لوگ قربانی دینے والے نہیں ہے ان کے لئے یہ حکم نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص قربانی دینے سے پہلے ایسا کر لے تو کوئی گناہ نہیں اور اس سے قربانی میں خلل نہیں آتا۔ (ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام: ۳۴)

عشرۂ ذی الحجہ میں تسبیحات کی کثرت

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ۔ (الحج 28)

اور چند مقررہ دنوں میں اللہ کا نام لیں۔

ان مقررہ دنوں سے بعض حضرات نے ذوالحجہ کا عشرہ مراد لیا ہے۔ (روح المعانی: ۱۴۵، ج: ۱۷)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ جل شانہ کے نزدیک عشرۂ ذی الحجہ کے برابر زیادہ عظمت والے دن کوئی

نہیں اور نہ کسی دنوں میں نیک عمل اتنا پسند ہے (جتنا ان دنوں میں) پس تم ان دنوں میں کثرت سے تسبیح (سبحان اللہ)، تکبیر (اللہ اکبر) اور تہلیل (لاالہ الااللہ) کیا کرو۔"(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: ١١١١٦)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "کوئی دن بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ عظیم اور پسندیدہ نہیں ہے جن میں کوئی عمل کیا جائے، ذوالحجہ کے ان دس دنوں کے مقابلے میں، تم ان دس دنوں میں تہلیل، تکبیر اور تحمید کی کثرت کیا کرو۔ (مسند احمد، حدیث نمبر ۵۲۹۴)

یوم عرفہ:

یوم عرفہ کے دن کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ عرفہ (نویں ذوالحجہ) کے دن سے زیادہ بندوں کو جہنم سے نجات دیتے ہوں اور اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن بندوں کے سب سے قریب ہوتے ہیں پھر فخر سے فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ یہ بندے کیا چاہتے ہیں؟(مسلم حدیث نمبر 2410)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن (نویں ذوالحجہ) اپنے بندوں پر نظر فرماتا ہے اور جس کے دل میں ذرا سا بھی ایمان ہوتا ہے وہ ضرور بخش دیا جاتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ان کے شاگرد حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا کہ یہ مغفرت تمام لوگوں کیلئے یا عرفات والوں کیلئے خاص ہے۔ انہوں نے فرمایا یہ مغفرت تمام لوگوں کے لئے ہے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان کو کسی بھی دن اتنا ذلیل و خوار، اتنا دھتکارا ہوا اور اتنا جلا بھنا ہوا نہیں دیکھا گیا جتنا کہ وہ عرفہ کے دن ذلیل و خوار اور سیاہ غضبناک دیکھا جاتا ہے اور یہ صرف اس لئے کہ وہ اس دن رحمت کو (موسلادھار) برستے ہوئے اور بڑے بڑے گناہوں کی معافی کا فیصلہ ہوتے ہوئے دیکھتا ہے۔ (شعب الایمان)

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے غنیہ میں لکھا ہے کہ جو شخص ذوالحجہ کے دس دنوں کی عزت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے دس چیز مرحمت فرما کر اس کی تکریم کرتا ہے۔

(۱) عمر میں برکت (۲) مال میں برکت واضافہ (۳) اہل و عیال کی حفاظت (۴) گناہوں کا کفارہ (۵) نیکیوں میں اضافہ (۶) نزع میں آسانی (۷) ظلمت میں روشنی (۸) میزان میں وزن (۹) دوزخ کے طبقات سے نجات (۱۰) جنت کے درجات پر عروج۔

ذی الحجہ کے روزے ونویں ذی الحجہ کے روزے کی خاص فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ایسا کوئی دن نہیں ہے جس میں عبادت کرنا اللہ تعالیٰ کو عشرۂ ذی الحجہ میں عبادت کرنے سے زیادہ محبوب ہو، اس کے ہر دن کا روزہ ایک سال کے

روزوں کے برابر ہے۔اوراس میں ہر رات کی عبادت شب قدر کی عبادت کے برابر ہے۔"(جامع الترمذی،رقم الحدیث:۷۵۸)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا"میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ یومِ عرفہ کا روزہ گزشتہ ایک سال اور آیندہ ایک سال کے گناہوں کے لیے کفارہ بن جائے گا۔"(سنن الترمذی،رقم الحدیث:۷۴۹)

اہم وضاحت:

اگر حاجی کو اس روزے کی وجہ سے یومِ عرفہ کے قیمتی دن کی عبادات اور دعا مانگنے میں خلل پیدا ہونے کا اندیشہ ہو، تو ایسی صورت میں حاجی کے لیے یہ روزہ رکھنا مکروہ ہے۔(شامی)

مسئلہ:

واضح رہے کہ یکم ذوالحجہ سے نو ذوالحجہ تک روزہ رکھنا مستحب ہے لیکن عید کے دن روزہ رکھنا شرعاً ممنوع ہے کیوں کہ حدیث میں اس دن روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے،اسی طرح عیدالاضحیٰ کے دوسرے اور تیسرے دن بھی روزہ رکھنا جائز نہیں۔البتہ عیدالاضحیٰ کے دن اگر کوئی شخص اپنے کھانے اگر کوئی شخص اپنے کھانے کی ابتداء قربانی کے گوشت سے کرے اور اس سے پہلے کچھ نہ کھائے تو اس کو فقہاء کرام نے مستحب لکھا ہے اور یہ عمل سنت سے ثابت ہے۔(بدائع الصنائع ہندیہ)

تکبیرات تشریق و تکبیرات تشریق کس پر واجب ہیں؟

تکبیراتِ تشریق: **"اللہ اکبر اللہ اکبر لاالٰہ الااللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد"**

تکبیراتِ تشریق واجب ہونے کے لیے تین شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

ا۔ مقیم ہونا، مسافر پر تکبیر کہنا واجب نہیں۔ ۲۔ شہر ہونا، گاؤں والوں پر تکبیر کہنا واجب نہیں۔ ۳۔ جماعتِ مستحبہ ہونا، اکیلے نماز پڑھنے والوں پر واجب نہیں۔ لہٰذا اگر کسی شخص میں یہ تینوں شرائط موجود ہوں تو ایّام تشریق میں اس پر تکبیر تشریق واجب ہے، اگر ان میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو اس پر تکبیرِ تشریق واجب نہیں تاہم حضرات صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ تکبرات تشریق ہر اس شخص پر واجب ہے جس پر نماز فرض ہے لہٰذا منفرد مرد و عورت، مسافر اور گاؤں والوں سب پر تکبیر واجب ہے۔ بعض فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے حضرات صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے قول کو ترجیح دی ہے، اس لیے اگر صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے قول پر عمل کیا جائے تو اس میں زیادہ احتیاط ہے اور بہتر ہے۔ (مأخذہ فتاویٰ عثمانی: ۵۴۹/۱ بتصرف)

مفتٰی بہ قول کے مطابق تکبیرات تشریق نو ذوالحجہ کی فجر سے لے کر عید کے چوتھے دن یعنی تیرہ ذوالحجہ کی نماز عصر تک ہر فرض نماز کے بعد ایک دفعہ بلند آواز سے کہنا واجب ہے، البتہ

عورتیں یہ تکبیرات آہستہ آواز سے کہیں۔ واضح رہے کہ تکبیرات تشریق صرف ایک مرتبہ کہنا واجب ہے، ایک سے زیادہ مرتبہ کہنا خلافِ سنت ہے۔(شامی)

عید کے مسنون اعمال

عیدالاضحیٰ کے دن (اور دیگر ایام میں بھی) سب سے پہلا اور اہم کام یہ ہے کہ نماز فجر جماعت کے ساتھ مسجد میں پڑھنے کا اہتمام کیا جائے، اور دیگر نمازیں بھی اپنے اپنے وقت پر باجماعت مسجد میں ادا کی جائیں۔ نماز فجر کی ادائیگی کے بعد عید کی نماز کی تیاری کی جاتی ہے، اس وقت کے اعمال یہ ہیں:

ا۔ سنت کے مطابق غسل کرنا۔ ۲۔ مسواک کرنا۔ ۳۔ اپنے پاس موجود سب سے اچھے کپڑے پہننا۔ ۴۔ خوشبو لگانا۔

عید گاہ جاتے ہوئے تکبیرات تشریق کا حکم

عید گاہ جاتے ہوئے بلند آواز سے تکبیر تشریق **(الله اکبر الله اکبر لاالٰہ الاالله والله اکبر الله اکبر ولله الحمد)** کہنا سنت ہے۔(شامی)

عید کی نماز کے بعد معانقہ کرنااور عید مبارک کہنا

عید کے موقع پر معانقہ کرنا سنت سے ثابت نہیں۔ لہٰذا اس کو عید کی سنت سمجھ کر کرنا اور اس کو باعثِ ثواب اور ضروری سمجھ کر اس کی پابندی کرنا بدعت ہے، البتہ اگر سنت سمجھے بغیر کرلیا جائے تو بدعت نہیں۔ تاہم اگر مسجد میں معانقہ کیا جائے تو مسجد کے تقدس کا خیال کرنا ضروری ہے۔(ماخذہ، فتاوٰی عثمانی، بتصرف: ۱، ۱۰۳)

''عید مبارک'' ایک دعا ہے اور دعا ہونے کی حیثیت سے اس کا استعمال درست ہے، جیسا کہ بعض روایات سے عید کے دن **تقبل الله منا ومنک** کہنا ثابت ہے۔(کما روی عن واثلۃ رضی اللہ عنہ مرفوعا، السنن الکبری للبیہقی، رقم الحدیث: ۶۲۹۵)

عید گاہ کا آتے اور جاتے ہوئے راستہ تبدیل کرنا سنت ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن راستہ بدل دیتے تھے۔(صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۹۸۶) مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز کے لیے جس راستہ سے عید گاہ تشریف لے جاتے، واپسی میں اس کو چھوڑ کر دوسرے راستے سے تشریف لاتے تھے۔ دعا ہے اللہ پاک ذی الحجہ کے ان فضیلت کو حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

جنت کا تعارف

جنت کا تعارف قرآن مجید کی روشنی میں

جنت کی چوڑائی زمین وآسمان کی وسعت کے برابر ہے(سورۃ آل عمران: ۱۳۳)

جنت کے پھل اور بہاریں دائمی ہوں گی(سورۃالرعد:۳۵)

جنت میں بھوک اور پیاس نہیں ہو گی(سورۃ طہٰ: ۱۱۸)

اہلِ جنت سونے کے کنگھن اور سبز ریشم کے لباس پہن کر تکیہ دار مسندوں پر مزے کریں گے(سورۃ کہف: ۳۱)

اہلِ جنت عقل پر نہ اثر ہونے والی سفید رنگ کی لذیذ شراب پیئں گے(سورۃ صافات: ۴۵-۴۶)

اہلِ جنت کے لئے ہیروں اور موتیوں جیسی شرمیلی نگاہوں والی خوبصورت بیویاں ہوں گی جنہیں اس سے پہلے کسی انسان یا جن نے چھوا تک نہیں ہو گا۔(سورۃالرحمان:: ۵۶-۵۸)

جنت کا تعارف احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں

جنت کے سو(100)درجات ہیں ہر درجہ کے درمیان زمین و آسمان کے برابر فاصلہ ہے۔(ترمذی)

جنت کے محلات سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بنے ہیں اس کا گارا تیز خوشبو والا مِسک ہے اس کے سنگریزے موتی اور یاقوت کے ہیں اور اس کی مٹی زعفران کی ہے۔(ترمذی)

جنت میں ایک درخت کا سایہ اس قدر طویل ہو گا کہ اس کے سائے میں ایک (گھوڑ) سوار سو(100)سال تک چلتا رہے تب بھی سایہ ختم نہیں ہو گا۔(بخاری)

جنت میں کمان برابر جگہ ساری دنیا اور دنیا بھر کی تمام نعمتوں سے زیادہ قیمتی ہے۔(بخاری)

جنت کے پھلوں کا ایک خوشہ زمین و آسمان کی ساری کی ساری مخلوق کے کھانے سے بھی ختم نہیں ہو گا۔(مسند احمد)

اللّٰھم انا نسئلک الجنۃ ونعوذبک من النار

حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ

حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ ۸ شوال ۱۲۹۴ کو پیدا ہوئے۔آپؒ کا تاریخی نام مختار احمد، عرفی نام میم شاہ اور اصل نام سید اصغر حسین تھا۔ ناناصاحب سید محمد عبداللہ شاہ صاحب عرف میاں جی منّا شاہ صاحبؒ (موسس دارالعلوم دیوبند) کا تجویز کردہ نام فرخ سیر ہے۔

آپؒ کے والد ماجد کا نام سید محمد حسن شاہؒ ہے۔ حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ کو بسم اللہ آپؒ کے نانا میاں جی منا شاہؒ نے کرائی اور قرآن مجید کی تعلیم دی۔ اردو فارسی کی تعلیم آپؒ نے اپنے والد محترم سے حاصل کی اور بعد ازاں جامعہ دارالعلوم دیوبند میں داخل ہو کر مولانا محمد یسین دیوبندیؒ اور مولانا منظور احمد صاحبؒ سے فارسی علوم کی تکمیل کی۔

فارسی کے علوم کی تکمیل کے بعد آپؒ ۱۳۱۰ھ میں دارالعلوم دیوبند کے شعبہ عربی میں داخل ہوئے اور درس نظامی کی تعلیم مکمل کی۔آپؒ نے شیخ الہند حضرت مولانا محمودالحسن دیوبندیؒ، حضرت مولانا مفتی عزیزالرحمن عثمانیؒ، حضرت مولانا حافظ محمد احمد قاسمیؒ، حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ جیسی علمی شخصیات سے علم دین کی تکمیل کی اور استفادہ حاصل کیا۔ ۱۳۲۰ھ میں علوم عربیہ کی تکمیل کے بعد دارالعلوم دیوبند میں ہی ایک سال چند ماہ دفتری امور انجام دیتے رہے اس کے بعد ۱۳۲۱ھ میں آپؒ کو جونپور مدرسہ مسجد اتالہ میں صدر مدرس مقرر کیا گیا۔

آپؒ جونپور مدرسہ میں ۱۳۲۷ھ تک دینی خدمات انجام دیتے رہے۔ حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ ۱۳۲۷ھ میں اپنے استاد شیخ الہند حضرت مولانا محمودالحسن دیوبندیؒ کے حکم پر واپس جامعہ دارالعلوم دیوبند تشریف لائے۔ جامعہ دارالعلوم دیوبند میں درس وتدریس کے ساتھ ساتھ آپؒ کو ''ماہنامہ القاسم'' کا ایڈیٹر مقرر کیا گیا۔

آپؒ کی بلند پایہ خصوصیات میں ایک خصوصیت اسباق کے اوقات کی پابندی بھی ہے۔ ۱۳۵۴ھ میں آپؒ کی جوان العمر صاحبزادی کا انتقال ہوا آپؒ نے نہایت صبر وشکر کے ساتھ انا اللہ وانالیہ راجعون پڑھا اور بعد از نماز فجر تجہیز وتکفین کا کام اپنے صاحبزادوں کے سپرد فرما کر خود سبق پڑھانے مدرسہ تشریف لے آئے اور حسب دستور وقت مقررہ تک اسباق پڑھائے اور اسباق کے بعد طلباء اکرام سے دعائے مغفرت کرائی اور جنازہ تیار ہونے پر جنازگاہ تشریف لائے اور نماز جنازہ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی امامت میں ادا کی۔

حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ حضرت شاہ عبداللہ عرف میاں جی منا شاہؒ سے بیعت تھے اور حضرت میاں جی منا شاہ صاحبؒ بڑے مستجاب الدعوات اور کاملین میں سے تھے۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ (مہتم جامعہ دارالعلوم دیوبند) حجتہ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ (بانی دارالعلوم دیوبند) سے راویت کرتے ہیں کہ دارالعلوم دیوبند کی سنگ بنیاد کی اینٹ رکھنے کا جب وقت آیا تو مولانا قاسم نانوتویؒ نے فرمایا کہ

"دارالعلوم دیوبند کی پہلی اینٹ وہ رکھے گا جس کے دل میں کبھی صغیرہ گناہ کا خیال بھی نہ آیا ہو۔" اور ساتھ ہی حضرت میاں جی مناشاہؒ کا نام پیش فرمادیا جس کو سب حضرات نے پسند کیا اور دارالعلوم دیوبند کے سنگ بنیاد کی پہلی اینٹ حضرت میاں مناشاہؒ نے اپنے دست مبارک سے رکھی جس کے آثار و قبولیت ظاہر ہیں۔(ارشادات حکیم الاسلام ص ۴۳)

حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ نے حضرت شاہ عبداللہ عرف میاں جی مناشاہؒ کی صحبت میں رہ کر سلوک کے منازل طے کیے۔آپؒ کو بیعت و خلافت کی اجازت حضرت امداداللہ مہاجر مکیؒ سے بھی حاصل تھی۔اور اسی طرح آپؒ کو حضرت میاں جی مناشاہؒ نے وصال سے ایک دن قبل اجازت بیعت و خلافت سے نوازا تھا۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانیؒ فرمایا کرتے تھے کہ:

حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ جو حضرت میاں صاحب کے لقب سے مشہور تھے ۔دارالعلوم دیوبند میں درجہ علیا کے استاذ تھے ان سے ابو داؤد شریف پڑھنے والے بر صغیر میں ہزاروں علماء ہونگے۔

علوم قرآن کے بہت بڑے ماہر اور بہت عظیم محدث جملہ علوم و فنون کے بہت بڑے محقق مگر بہت کم گو حدیث کے درس میں نہایت مختصر مگر جامع تقریر ایسی ہوتی تھی کہ حدیث کا مفہوم دل میں اتر جائے اور شبہات کو دبخود کافور ہو جائیں۔

حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ اپنے وقت کے عظیم محدث، مفسر، فقیہ ،عارف و کامل ،صاحب کشف کرامات اور شیخ کامل تھے ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر ایک سنت کے عامل تھے۔ سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بہت اہتمام فرمایا کرتے تھے۔جب آپؒ نے ''گلزار سنت'' کتاب تصنیف فرمائی تو شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ نے اس کتاب کو پسند فرمایااور اپنے مریدین سے کو ہدایت دی کہ گلزار سنت کا مطالعہ کرواور اس پر عمل کیا کرو۔

آپؒ نے تمام زندگیہ درس وتدریس میں اور تبلیغ واصلاح میں گزاری۔آپؒ مرید بہت کم رکھتے تھے البتہ یہ بات مشہور ہے کہ نسانوں سے زیادہ جنات آپؒ کے مرید ہیں۔ عصر کی نماز کے بعد دعاو غیرہ کا وقت مقرر تھااس لیے ہزاروں لوگ بعزاز نماز عصر دیوبند میں جمع ہو جاتے تھے۔ علماء طلباءاور بہت سے لوگ صرف زیارت اور ملاقات کے لیے ھاضر ہوتے تھے۔آپؒ علم سے عمل سے دعاء سے، غرض ہر طرح سے منبع فیوض وبرکات تھے۔

انہی کا واقعہ ہے کہ آپ کا زنانہ مکان اور نشست گاہ کچی مٹی کی بنی ہوئی تھیں، ہر سال برسات کے مواقع پر اس کی لپائی پتائی ناگزیر تھی جس میں کافی پیسہ اور وقت خرچ ہوتا تھا۔ایک مرتبہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے حضرت میاں صاحب رحمۃاللہ علیہ سے کہا کہ :

''حضرت ! جتنا خرچ سالانہ اس کی لپائی پر کرتے ہیں، اگرایک مرتبہ پختہ اینٹوں سے بنانے میں خرچ کرلیں تو دو تین سال میں یہ خرچ برابر ہو جائے اور ہمیشہ کے لیے اس محنت سے نجات ہو۔''

یہ سن کر پہلے تو فرمایا:

''ماشاءاللہ بات تو بہت عقل کی کہی، ہم بوڑھے ہو گئے ادھر دھیان ہی نہ آیا۔''

پھر کچھ توقف کے بعد جو حقیقت حال تھی وہ بتائی اور تب پتہ چلا کہ یہ حضرات کس مقام سے سوچتے تھے ؟فرمایا کہ :

''میرے پڑوس میں سب غریبوں کے کچے مکان ہیں، اگر میں اپنا مکان پکا بنوالوں تو غریب پڑوسیوں کو حسرت ہوگی اور اتنی وسعت نہیں کہ سب کے مکان پکے بناؤں''۔

حضرت والد صاحب ؒتحریر فرماتے ہیں:

''اس وقت معلوم ہوا کہ یہ حضرات جو کچھ سوچتے ہیں وہاں تک ہر ایک کی رسائی نہیں ہو سکتی، چنانچہ انھوں نے اس وقت تک اپنے مکان کو پختہ نہیں کیا جب تک پڑوسیوں کے مکان پکے نہیں بن گئے۔''(ماہنامہ البلاغ کراچی۔ ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ، ص:۳۹،ج:۱۔)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ :

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت والد صاحبؒ اُن کے گھر تشریف لے گئے تو انھوں نے آموں سے تواضع کی جب آم چوس کر فارغ ہو گئے تو والد صاحبؒ گٹھلیوں اور چھلکوں سے بھری ہوئی ٹوکری اُٹھا کر باہر پھینکنے کے لیے چلے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا تو پوچھا: ''یہ ٹوکری کہاں لے کر چلے''؟

عرض کیا: ”چھلکے باہر پھینکنے جارہاہوں“

ارشاد ہوا ”پھینکنے آتے ہیں یا نہیں“؟

والد صاحبؒ نے کہا کہ ”حضرت! یہ چھلکے پھینکنا کون سا خصوصی فن ہے جسے سیکھنے کی ضرورت ہو؟“

فرمایا: ہاں! تم اس فن سے واقف نہیں، لاؤ، مجھے دو“،

خود ٹوکری اُٹھا کر پہلے چھلکے گٹھلیوں سے الگ کیے، اس کے بعد باہر تشریف لائے اور سڑک کے کنارے تھوڑے تھوڑے فاصلے سے معین جگہوں پر چھلکے رکھ دیے اور ایک خاص جگہ گٹھلیاں ڈال دیں۔

والد صاحبؒ کے استفسار پر ارشاد ہوا کہ: ”ہمارے مکان کے قرب وجوار میں تمام غرباء ومساکین رہتے ہیں، زیادہ تر وہی لوگ ہیں جن کو نانِ جویں بھی بمشکل ہی میسر آتی ہے، اگر وہ پھلوں کے چھلکے یکجا دیکھیں گے تو ان کو اپنی غریبی کا شدت سے احساس ہو گا اور بے مایگی کی وجہ سے حسرت ہو گی اور اس ایذا دہی کا باعث میں بنوں گا اس لیے متفرق کر کے ڈالتا ہوں اور وہ بھی ایسے مقامات پر جہاں جانوروں کے گلے گزرتے ہیں، یہ چھلکے ان کے کام آجاتے ہیں اور گٹھلیاں ایسی جگہ رکھی ہیں جہاں بچے کھیلتے کودتے ہیں، وہ ان گٹھلیوں کو بھون کر کھا لیتے ہیں، یہ چھلکے اور گٹھلیاں بھی بہر حال ایک نعمت ہیں، اُن کو بھی ضائع کرنا مناسب نہیں۔“

راقم الحروف کے برادرِ مرحوم مولانا محمد زکی کیفی صاحب جو اس واقعے کے وقت موجود تھے تحریر فرماتے ہیں:

"یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہنے کی ہے کہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود تو شاید ہی کبھی کوئی آم چکھ لیتے ہوں، عموماً مہمانوں ہی کے لیے ہوتے تھے اور محلے کے غریب بچوں کو بلا بلا کر کھلانے میں استعمال ہوتے تھے، اس کے باوجود چھلکے گٹھلیوں کا یکجا ڈھیر کر دینے سے گریز فرماتے تھے کہ غریبوں کی حسرت کا سبب نہ بن جائیں۔"(یہ تھے اکابر دیوبند)

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ جو کھانا گھر سے آتا تھا، خود تو بہت کم خوراک کھاتے تھے باقی کھانا محلے کے بچوں کو کھلا دیتے تھے جو بوٹی بچ جائے اس کو بلی کے لیے دیوار پر رکھ دیتے اور جو ٹکڑے بچ جاتے ان کو چھوٹا چھوٹا کر کے چڑیوں کے لیے اور دستر خوان کے ریزوں کو بھی ایسی جگہ جھاڑتے تھے جہاں چیونٹیوں کا بل ہو۔(انوارِ انوری، ص: ۴۰۔)

آپؒ کی تصانیف میں فتاویٰ محمد، فقہ حدیث، اذان و اقامت، حیات خضر علیہ السلام، سوانح امام ابو حنیفہؒ، سوانح مولانا رومؒ، حیات شیخ الہند، دست غیب، گلزار سنت، مفید الوارثین، میراث المسلمین، علم الاولین، نیک بیویاں، سراجی پر حاشیہ، شرح جامع ترمذی، ارشاد النبی ﷺ، افعال النبی ﷺ، تعبیر نامہ خواب جیسی کتابیں آپؒ کا علمی شاہکار ہیں۔

آپؒ نے اپنی زندگی میں تین حج کیے۔

پہلا حج حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے قیام کے زمانہ میں ادا کیا اور کافی دن حضرت حاجی صاحبؒ کی صحبت میں گزارے۔

دوسرا حج ۱۳۴۵ھ میں دا کیا اور تیسرا حج ۱۳۵۰ھ میں ادا کیا۔اور حج اس شان سے ادا کرتے تھے کہ اپنی آمد اور روانگی کو صیغہ راز میں رکھا کرتے تھے۔

حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ کا گجرات کا سفر بہت ہوتا تھااور رمضان المبارک کا زیادہ تر حصہ راندھیر ضلع سورت میں گزارا کرتے تھے۔آخری سال طبعیت علیل تھی اس لیے راندھیر میں زیادہ قیام فرمایا۔

۲۲ محرام الحرام ۱۳۶۴ھ بروز پیر بعد از نماز فجر اپنے کچھ خاص حضرات کو بلایا اور و صیت فرمائی کہ دنیا سے سب کو جانا ہے اگر میرا انتقال ہو جائے تو انتظار کی ضرورت نہیں۔

فورا غسل دیکر کفن میرا ساتھ ہے اس کو پہنا کر نماز پڑھ کر عام قبرستان میں دفن کر دیا جاجائے،اور نماز جنازہ حافظ محمد صالح صاحب(جو وہاں کے ایک بزرگ تھے۔)پڑھادیں گے۔

۲۲ محرام الحرام ۱۳۶۴ھ بروز پیر تقریبا ایک بجے حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ نے نے اپنی ساتھوں سے فرمایا اب ہم جاتے ہیں اور کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے اس دار فانی سے رخصت ہو گئے۔

میرے بھائی مولانا محمد حفظ الرحمن فاروقؒ

تعلیم

مولانا محمد حفظ الرحمن فاروق صاحبؒ 1987 کو لاہور میں ایک علمی خاندان کے ہاں پیدا ہوئے، استاد محترم حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے چار بیٹوں میں سے دوسرے نمبر پر تھے، نام محمد حفظ الرحمن فاروق رکھا گیا۔آپ نہایت خوش مزاج ملنسار طبیعت کے مالک تھے۔ جامعہ عثمانیہ گلشن بلاک لاہور میں قاری محمد اسلم خراسانی صاحب مدظلہ سے حفظ کی تکمیل کی، دہرائی کے لیے چند عرصہ جامع مسجد عمر عمر بلاک لاہور میں قاری محمد افضل صاحبؒ کے پاس بھی تشریف لے گئے۔ حفظ مکمل کرنے کے بعد جامعہ عثمانیہ گلشن بلاک لاہور سے درس نظامی کی تعلیم کاآغاز کیا۔ والد محترم واستاد حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ، استاد محترم حضرت مولانا یسین احمد عثمانی نوراللہ مرقدہ، استاد محترم حضرت مولانا شوکت علی اعوان صاحب، استاد محترم حضرت مولانا محمد عبداللہ ہزاروی صاحب سے ابتدائی چار درجات کی تعلیم حاصل کی۔ بعدازاں جامعہ عثمانیہ لاہور میں داخل ہوئے۔ شیخ المشائخ، جامع المحاسن، جامع المعقول والمنقول شیخ الحدیث، استاد محترم حضرت مولانا مفتی خلیل الرحمن حقانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ، استاد محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ، استاد محترم

شیخ الحدیث حضرت مولانا عاشق حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ ،استاد محترم شیخ الحدیثحضرت مولانافرید احمد حقانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ ،استاد محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الرؤف علوی صاحب دامت برکاتہم العالیہ ،استاد محترم حضرت مولانا محمد قاسم عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ ،استاد محترم حضرت مولانا محمد عبید الرحمن صدیق صاحب دامت برکاتہم العالیہ جیسے عظیم اور اپنے فن میں ماہرین استادوں سے علم دین حاصل کیااور انہی اساتذہ کے زیر سایہ رہ کر درس نظامی مکمل کیااور انہی اساتذہ سے دستار فضیلت حاصل کی۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے امتیازی نمبروں سے امتحانات پاس کیے اور دورہ حدیث کی سند حاصل کی ،ہائر ایجوکیشن کمیشن پاکستان سے ایم اے اسلامیات کیا،پنجاب یونیورسٹی لاہور سے عربی امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کیا۔لاہور کے عظیم تجوید کے ادارہ جامعہ صدیقیہ سے استاد محترم حضرت مولانا قاری حبیب الرحمن صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے علم تجوید مکمل کیا۔

خدمات

بعد از فراغت 2012 میں جامع مسجد مکی گلشن بلاک میں بطور نائب امام تقرر ہوا،اور 2013 میں یہاں امام التراویح کے منصب پر فائز ہوئے۔بعد ازاں مسجد الصادق ٹیکنالوجی کالج لاہور میں امام مقرر ہوئے اور بطور ناظم جامعہ عثمانیہ گلشن بلاک لاہور میں تقرر کیا گیااور چند عرصہ بعد اسی جامعہ میں درجہ تجوید کے استاد مقرر ہوئے۔ حکومت پنجاب کے تحت قرآن کریم و تجوید لازمی قرار دیے جانے کے بعد اساتذہ کو ٹریننگ دینے والے اولین دستہ میں استاد منتخب ہوئے اور

احسن کارکردگی سے اپنا ایک الگ مقام بنایا۔2017 میں حرم تشریف لے گئے اور عمرہ کی سعادت حاصل کی، مملکت خداداد واپسی پر جمعیت فضلاء عثمانیہ کے مرکزی ناظم نشرواشاعت مقرر ہوئے،اور جمعہت علماءاسلام اقبال ٹاؤن لاہور میں بطور ناظم عمومی خدمات سرانجام دیں۔

چند حسین لمحات

مولانا محمد حفظ الرحمن فاروقؒ ہم چار بھائیوں میں سے دوسرے نمبر پر تھے۔ محبت کرنے والے ایک عظیم انسان تھے۔نہ کسی سے کوئی شکوہ نہ کوئی شکایت بس چہرے پر ہمیشہ ایک مسکراہٹ۔ والدین کے لاڈلے،اساتذہ کی آنکھوں کے تارے،بھائیوں کے سہارے تھے۔جو بھی ان سے ایک بار ملتا تھا وہ ان کا گرویدہ ہو جایا کرتا تھا۔پہلی ملاقات میں کوئی ایسا نہیں کہہ سکتا تھا کہ ہماری پہلی ملاقات ہے بلکہ یہ کہا کرتے تھے کہ جیسے ہم برسوں سے ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔

قرآن کے سچے عاشق اور اللہ پاک نے انہیں ایک پُرسوز آواز سے نوازا ہوا تھا۔جب بھی قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو جھوم جھوم کر اور ڈوب کر کیا کرتے تھے۔جو بھی ان کی تلاوت سنتا تھا تو جھوم جھوم جاتا تھا۔جہاں وہ نماز پڑھاتے تھے وہاں کے چند احباب بھائی جان سے سورۃ الرحمان سننے کی فرمائش کرتے۔جب وہ عشق قرآن میں ڈوب کر سورۃ الرحمان کی تلاوت کرتے تو وہی لوگ راوی ہیں کہ ہمارے ساتھ ساتھ یہ درخت یہ پودے،یہ درودیواریں جھوم جا کرتی تھیں اور ایک ایسا سماں بن جاتا تھا کہ ہم انہیں بتانے سے قاصر ہیں۔ہم وہ لمحات بتانے سے قاصر ہیں کہ جب وہ نماز میں کبھی کبھی ایک نئے انداز سے تلاوت کرتے تو ہماری کیا کیفیت ہوا کرتی تھی۔

درجہ حفظ کی کلاس کے استاد مولانا قاری محمد اسلام صاحب ایک دن فرمانے لگے جب مجھے ڈینگی کا بخار ہوا اور شدید ہوا تو بھائی جانؒ میرے پاس تشریف لائے۔ میں کچھ پریشان بھی تھا کہ بار بار میرے خون کے سفید سیل گر رہے تھے اور پیچھے گاؤں میں والدین الگ پریشان تھے۔ جب مجھے پریشانی میں دیکھا تو فرمانے لگے

قاری صاحب! پریشان کیوں ہوتے ہو، یہ قرآن پڑھنے والے بچے آپ کے ہیں، یہ آپ کے اپنے روحانی بیٹے ہیں، آپ خود قرآن مجید بچوں کو پڑھاتے ہیں فکر کیوں کرتے ہو۔ یہ جو بچے پڑھ رہے ہیں انہیں سے کہیں قرآن پڑھ پڑھ کر آپ پر دم کریں، قرآن میں شفاء ہے اور انہیں کہیں دعا کریں پھر دیکھیے گا آپ کیسے روبصحت ہونگے۔ قرآن میں بڑی طاقت ہے گھبرائیں مت اللہ کرم کرے گا۔

بلکہ آپ کو خوش ہونا چاہئیے کہ قرآن پڑھنے والے بچے آپ کے پاس ہیں جب یہ اپنے ہاتھ بارگاہ الٰہی میں اٹھائیں گے پھر دیکھیے گا اللہ کیسے کرم کرے گا۔ قاری صاحب فرماتے ہیں ان الفاظ کے بعد جو مجھے سکون، اطمینان نصیب ہوا اسے میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا اور میری تمام پریشانی زائل ہو گئی۔

کچھ عرصہ قبل میں باہر کسی کام سے گیا واپس آیا تو دیکھا بھائی جان میرے انتظار میں کمرے میں بیٹھے ہیں اور قرآن مجید کی تلاوت کر رہے ہیں، اتنے خوبصورت انداز میں پڑھ رہے تھے کہ دل کر رہا تھا وہ پڑھتے رہیں اور میں سنتا رہوں، یکدم ایک بات ذہن میں آئی تو میں نے بھائی جان

سے کہا آپ جس انداز میں ابھی تلاوت کر رہے ہیں اسی انداز میں آپ مجھے مکمل قرآن کریم ریکارڈ کر کے دیں یا آپ کچھ حصہ روز کا ریکارڈ کر کے دے دیا کریں میں اسے محفوظ کر لوں گا اور جب قرآن مجید مکمل ریکارڈ ہو جائے گا تو استفادہ عام کے لیے یوٹیوب وغیرہ پر اپلوڈ کر دینگے۔ مسکرا کر کہنے لگے جس انداز میں پڑھ رہا ہوں اس میں کافی طاقت لگتی ہے روز کا ایک سپارہ ریکارڈ کرنا اس کے لیے وقت چاہئیے۔ وفات سے کچھ عرصہ قبل میں نے دوبارہ کہا تو مسکرائے اور کہنے لگے ٹھیک ہے ایسا کرو میرے موبائل میں آڈیو ریکارڈنگ ایپ کر دو میں ان شاءاللہ ریکارڈ کر کر کے دیتا رہوں گا ۔اس کے بعد انہوں نے کئی بار خود کہا داؤد ریکارڈ کر لو، پر میری سستی یا کاہلی کہ لیں کہ میں ریکارڈ نہ کر سکا۔

آج جب جو ریکارڈنگ محفوظ ہیں ان میں ان کی تلاوت سنتا ہوں تو یہ سوچتا ہوں کہ اس وقت ان کی آواز میں ریکارڈ کر لیتا تو آج یوں بیٹھا افسوس نہ کر رہا ہوتا۔

''افکار قاسمی ''ہو، ''الغزالی فورم ''ہو یا ''روزنامہ اسلام ''ہو یا کوئی انٹرنیٹ پر کہیں میری تحریر موجود ہو اسے پڑھتے اور اس پر اپنی رائے کا اظہار کیا کرتے تھے بلکہ وہ مضمون تمام احباب سے شئیر بھی کیا کرتے اور اس بات پر فخر کرتے تھے کہ میرا چھوٹا بھائی مختلف موضوعات پر کمال مضامین لکھتا ہے اور بعض دفعہ میں کہتا ٹوٹے پھوٹے الفاظ کو آپ کمال کہ رہے ہیں کچھ رحم کریں۔ مسکرا کر کہتے تمہیں کیا معلوم اللہ تعالیٰ آپ سے کتنا عظیم کام لے رہا ہے اور وہ الفاظ آپ کے قلم سے لکھوا رہا ہے جو ایک عام انسان نہیں سوچ سکتا۔ مجھے یاد ہے جب میں نے استاد محترم حضرت

مولانا مفتی محمد ناصرالدین مظاہری صاحب مدظلہ (مدیر اعلیٰ افکار قاسمی، مدیر آئینہ مظاہر العلوم ،استاذالحدیث جامعہ مظاہر العلوم) کے از حد اصرار اور ان کی نگرانی میں اپنا پہلا سفر نامہ ''پھر سُوئے حرم لے چل''لکھنے کی کوشش کی،اور اس کو قسط وار لکھا۔اس کو اندرون و بیرون ملک اتنی پذیرائی ملی لوگوں نے اسے پی ڈی ایف میں لانے کا مطالبہ شروع کردیا۔اور جب مولانا عطار فیع صاحب نے اس کو پی ڈی ایف بنا کر انٹرنیٹ پر جاری کیا تو بھائیوں میں سے سب سے پہلے حوصلہ افزائی کرنے والے مولانا محمد حفظ الرحمن فاروق صاحبؒ تھے۔آج یہ سفر نامہ ایک پی ایچ ڈی سکالر کی تھیسس میں شامل ہوا ہے۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ایک مضمون کی فرمائش کی،میں نے مواد اکٹھا کیا اور اتنا مواد ہو گیا کہ ایک مختصر سی کتاب بن سکتی تھی،میں نے اسے ڈیزائن کیا اور سب سے پہلے بھائی جان کو دکھایا کہ دیکھیں کیسی بنی ؟تو فوراً کہا کمال کردیا،بعدازاں انہوں نے خود اپنے تمام دوستوں سے اس کو شئیر بھی کیا اور ساتھ مزید حوصلہ بڑھایا کہ لکھا کرو ایسے ہی انسان ترقی کے منازل طے کرتا ہے۔

میں اپنے کمرے میں بیٹھا''افکار قاسمی''کے لیے مضمون تیار کر رہا تھا کہ کسی کام سے بھائی جانؒ میرے پاس تشریف لائے۔کہنے لگے کیا لکھ رہے ہو؟عرض کی ربیع الاوّل کی مناسبت سے ''عشق رسول ﷺ'' کے عنوان سے ''افکار قاسمی'' کے لیے مضمون لکھ رہا ہوں۔مسکرائے اور سوالیہ نظروں سے دیکھا اور پھر بولے کہ ''مضمون''یا''کتابچہ''؟یہ الفاظ کہے اور مسکرا کر باہر

کی جانب چلے گئے۔ لیکن یہ الفاظ میرے ذہن میں نقش ہو گئے۔ کئی دفعہ کوشش کی کہ بھائی کی اس خواہش کو پایہ تکمیل تک پہنچاؤں پر ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ ایک گناہ گار وخطاکار امتی اپنے آقاﷺ کی شان اقدس میں کلمات لکھ سکتا ہے۔جب بھی بھائی کو دیکھتا تو ان کے الفاظ یاد آجاتے لیکن باوجود کوشش کی لکھ نہ پاتا۔ایک دن کچھ ایسا منظر دیکھا کہ ایک پُرنور جگہ بیٹھا ہوں تمام اطراف نور ہے اور دل و دماغ میں روحانیت سی چھائی ہوئی ہے اور میرا قلم لکھتا جارہا ہے اور جہاں توقف کرتا ہوں وہاں رب کی رحمت کو پاتا ہوں۔ صبح اٹھا دل مطمئن تھا اور عجیب کیفیت تھی۔وضو کیا،رب سے دعا کی،درود و سلام پڑھا اور سامنے اپنے کتابیں رکھیں اور مطالعہ شروع کر دیا اور اس وقت الہ کی مدد دیکھی جب ایک مضمون مکمل ہوتا رب کائنات دوسرا مضمون ذہن میں ڈال دیتے اور اس طرح رب کے فضل و کرم سے والدین بھائی اساتذہ کی دعاؤں سے میں نے ان کی خواہش کی تکمیل کر دی،اور آخر میں اکابرین علماء دیوبند کے نعتیہ کلام کا مجموعہ بھی لکھ دیا۔اور اپنی سمجھ کے مطابق اس کو ڈیزائن کر دیا اور سب سے پہلے اس کو بھائی جان ؒ کو ہی ارسال کی اور پوچھ لیا بھائی جان یہ پی ڈی ایف کیسی لگی ؟اس وقت کے الفاظ یاد نہیں کہ انہوں نے وٹس ایپ پر اس وقت کیا الفاظ کہے تھے لیکن دوسرے دن صبح میرے پاس تشریف لائے موبائل ہاتھ میں پکڑا اور سکرین پر پی ڈی ایف کا ٹائیٹل اور چہرے پر ایک عجیب سی خوشی اور اس وقت جو ان میں خوشی محسوس کی وہ الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔

کافی دیر میرے پاس بیٹھے رہے دعائیں دیتے رہے اور حوصلہ افزائی کرتے رہے اور بار بار موبائل سکرین پر دیکھتے اور مسکرا کر دعا دیتے تھے۔

اور یہ پی ڈی ایف بھی الحمد اللہ ہر خواص و عام میں مقبول ہوئی، اور بہت سے لوگوں نے اپنی خصوصی دعاؤں سے نوازا، بلکہ بیرون ملک سے بھی لوگوں نے اس پی ڈی ایف پر اپنی تاثرات دیے جس کا سارا صلہ پیارے بھائی جان کو جاتا ہے۔ان سطور کے لکھتے وقت ان کا وہ مسکراتا چہرہ آنکھوں کے سامنے موجود ہے اور یوں محسوس ہورہاہے کہ میرے پیارے بھائیؒ میرے ساتھ موجود ہیں۔

ان شاءاللہ کوشش کروں گا کہ بھائی جان کی یادوں کو اکٹھا کر کے ایک پی ڈی ایف کی شکل میں جلد پیش کر سکوں۔ مجھے امید ہے جس محبت سے اور جزبے انہوں نے میرے ذریعے سے لوگوں تک عشق رسول ﷺ اور مناقب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پہنچائے۔ان شاءاللہ بھائی جانؒ اُن کی زیارات سے مستفید ہوئے ہونگے اور ان کے لیے صدقہ جاریہ ہونگی۔

دعاہے خلاق اعظم ان کی کامل مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے، کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔آمین ثم آمین

آپ تمام احباب سے دعاؤں کی خصوصی درخواست ہے۔

ویر ویراں دے درد ونڈادے ویر ویراں دیاں بانہواں

باپ سراں دے تاج محمدؐ او ماواں ٹھنڈیاں چھاواں

غیر محسوس مگر تباہ کن سزائیں

کسی شاگرد نے اپنے استاد سے کہا:

"ہم رات دن اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ ہمیں سزا نہیں دیتا."

استاد محترم نے جواب دیا:

"ایسی بات نہیں ! بلکہ اللہ تعالی ہمیں کتنی سزائیں دیتا ہے مگر ہمیں اس کا احساس نہیں ہوتا۔

اللہ تعالی کی سزائیں کیا ہوتی ہیں سنو !

1-مناجات الہی کی لذت سے محرومی

کیا رب سے مناجات کی لذت تم سے چھین نہیں لی گئی ؟

2-قساوت قلبی:

اس سے بڑی سزا کیا ہو سکتی ہے کہ انسان کا دل سخت ہو جائے ؟

3-نیکیوں کا توفیق نہ ملنا:

ایک بڑی سزا یہ بھی ہے کہ تمہیں نیکیوں کی توفیق بہت کم ملے۔

4-تلاوت قرآن سے غفلت:

کیا ایسا نہیں ہوتا کہ دن کے دن گزر جاتے ہیں مگر تلاوت قرآن کی توفیق نہیں ملتی بلکہ بسااوقات قرآن کی یہ آیت سنتے ہیں جس میں اللہ تعالی نے فرمایا کہ

اگر یہ قرآن پہاڑ پر نازل ہوتا تو اللہؒ کے خوف سے ریزہ ریزہ ہو جاتا

ہم یہ آیت سنتے ہیں مگر ہمارے دلوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا؟

5-تہجد سے محرومی:

لمبی لمبی راتیں گزر جاتی ہیں مگر کبھی تہجد کی توفیق نہیں ملتی ؟

6-نیکیوں کے موسم بہار کی ناقدری:

نیکیوں کے موسم بہار آتے اور گزر جاتے ہیں جیسے

رمضان کے روزے، شوال کے روزے اور ذوالحجہ کے مبارک ایام وغیرہ....

مگر ان موسم میں کما حقہ عبادت کرنے کی توفیق نہیں ملتی اس سے بڑی سزا اور کیا ہو سکتی ہے؟

7-عبادت کو بوجھ محسوس کرنا:

کیا تم عبادت کو بوجھ نہیں محسوس کرتے؟

8-ذکر الٰہی سے لاپرواہی:

کیا اللہ کے ذکر سے تمہاری زبان خاموش نہیں رہتی؟

9-نفسانی خواہشات کے سامنے شکست:

کیا نفسانی خواہشات کے سامنے خود کو کمزور نہیں محسوس کرتے؟

10-دنیا کی محبت:

کیا تم مال و دولت اور منصب و شہرت کی بے جا حرص ولالچ میں مبتلا نہیں ہو؟

اس سے بڑی سزا اور کیا ہو سکتی ہے؟

11-کبیرہ گناھوں کو معمولی سمجھنا:

کیا ایسا نہیں کہ تم بڑے بڑے گناہوں کو معمولی اور حقیر سمجھتے ہو جیسے جھوٹ غیبت چغلی؟

12-فضول کاموں میں مشغولیت:

کیا بیشتر اوقات تم فضول اور لایعنی چیزوں میں مشغول نہیں رہتے؟

13-آخرت سے غفلت:

کیا تم نے آخرت کو بھلا کر دنیا کو اپنا سب سے بڑا مقصد نہیں بنالیا ہے؟

یہ ساری محرومیاں اور بے توفیقی بھی اللہ کی طرف سے عذاب اور سزائیں ہیں مگر تمہیں اس کا احساس نہیں ہوتا.

یادرکھو!

اللہ تعالی کا یہ بہت معمولی عذاب ہے جسے ہم اپنے مال واولاد اور صحت میں محسوس کرتے ہیں اور حقیقی عذاب اور سب سے خطرناک سزاوہ ہے جو دل کو ملتی ہے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعاءمانگواور اپنے گناہوں کی معافی طلب کرو۔

کیونکہ گناہ کے سبب بندہ عبادت کی توفیق سے محروم کردیاجاتاہے.

اللَّهُم أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ، وحُسنِ عِبَادتِك

ترجمہ

اے اللہ! آپ مجھے اپناذکر کرنے، شکر کرنے اور بہترین طریقہ پر عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ثمہ آمین یارب العالمین

اردو زبان کی کہانی

ایک وقت تھا جب ہر طرف اردو کا بول بالا تھا۔اس زبان کو ہر کوئی سیکھنا چاہتا تھا۔ تعلیم اسی زبان میں حاصل کرنا چاہتا تھا۔ مائیں بچوں کو اسی زبان میں کہانیاں سنایا کرتی تھیں۔ والدین کوشش کرتے تھے کہ بچہ اردو میڈیم سکول میں داخل ہو اور اردو ادب سے بچہ کو واقفیت ہو۔

جب تو دو لوگ آپس میں ملاقات کرتے تو اس زبان میں میزبان مہمان کا استقبال کرتا اور مہمان کا وقار بڑھا کرتا تھا۔ پھر وقت نے کچھ پلٹا کھایا۔ آہستہ آہستہ ہم اس زبان سے ناواقف ہونے لگے۔ اردو میڈیم سکول انگریزی میڈیم میں تبدیل ہو گئے۔ ایک دو تین والی گنتی کی جگہ ون ٹو تھری والی گنتی نے لے لی۔ والدین، والد/بابا/والدہ/ماں سے پاپا/ماما/ڈیڈ/ممی بن گئے۔ وقت گزرتا گیا اور یہ زبان ہم سے کہیں دور سے دور جاتی رہی۔ آج حال یہ ہے کہ عموما اردو زبان کا کوئی حرف بولا جائے تو کہا جاتا ہے "پلیز ٹرانسلیٹ ان انگلش"۔

زبان کا یہ حال ہے کس کی وجہ سے ہماری پہچان ہے، جس زبان کو دنیا میں جانا جاتا ہے، جس زبان کی وجہ سے ہمارا وقار تھا ہم نے اس کو ترک کرکے غیروں کی زبان کو اپنا کر فخر کرنا شروع کر دیا۔ اردو صرف ہماری زبان ہی نہیں ہماری ثقافت اور ہماری دنیا میں پہچان ہے۔

مجھے یاد ہے میں نے بچپن میں جب سکول میں انگریزی کے کچھ الفاظ سیکھے اور گھر آکر جب اس کاورد کیا تو شاید والد محترم یا کسی بزرگ نے الفاظ کہے تھے۔

"اگر تم نے اس زبان کو بھلادیا لوگ تمہیں بھلادینگے۔ تمہاری پہچان، تمہاری ثقافت سب اسی زبان سے وابستہ ہے۔"

آج یہ الفاظ یاد آتے ہیں جب ہم اس زبان کی اہمیت کو سمجھتے تھے اس وقت ہم کیا تھے اور آج جب اس کی افادیت کھو چکے ہیں تو کیا ہیں۔ میں یہ تو نہیں کہتا کہ لوگ بلکل بھول گئے ہیں ان کو افادیت اس زبان کی معلوم ہے وہ آج بھی کئی زبانوں پر عبور رکھتے ہوئے اس زبان کو بولنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ سے ایک انگریز ملنے آیا۔

انگریز انگریزی میں بات کرتا ترجمان اس کا اردو میں ترجمہ کر کے مولانا مرحوم کو بتاتا اور پھر مولانا مرحوم کی اردو میں بات سن کر انگریز کو انگریزی میں ترجمہ کرتا۔

اسی دوران ترجمان نے کوئی جملہ غلط بولا۔

مولانا مرحوم نے اس کی تصحیح کی یہ جملہ ایسے نہیں ایسے ہے۔

ترجمان نے کہا مولانا! آپ کو جب انگریزی آتی ہے تو براہ راست بات کیوں نہیں کر لیتے

مولانا ابوالکلام آزادؒ نے جواب دیا:

"وہ سات سمندر پار کر کے یہاں پہنچا اور اپنی زبان نہیں بھولا تو میں اپنے ملک میں رہ کر اپنی زبان کیسے بھول جاؤں۔"

یہ الفاظ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں جو آج ہم صرف چند باتیں انگریزی کی بول کر سوچتے ہیں ہم بڑے عظیم المرتبت انسان ہیں کہ ہم انگریزی بولنا جانتے ہیں۔

بات کرنے کا حسین طور طریقہ سیکھا
ہم نے اُردو کے بہانے سے سلیقہ سیکھا

ایک اور مثال ملک چین کی ہے جنہوں نے اپنی چینی زبان پر بھروسہ کر کے دنیا کو دیکھا دیا ہے انگریزی زبان ترقی کی ضامن نہیں ہے ترقی تو اپنی مادری زبان کے ساتھ جڑے رہ کر بھی کی جاسکتی ہے۔

چینی صدر کے سامنے جب انگریزی زبان میں سپاس نامہ پیش کیا گیا تو انھوں نے جواب میں ایسا جملہ بولا جو کہ ضرب المثل کی حیثیت حاصل کر گیا۔

ان کے الفاظ تھے کہ

"چین ابھی گونگا نہیں ہوا"

دوسری طرف ہم بحیثیت قوم انگریزی زبان کے دلدادہ بنے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے آج انگریزی زبان سیکھنا، بولنا ہر شخص کی ضرورت کے ساتھ مجبوری بن گیا ہے۔

اپنے گھر میں اجنبی اردو ہے آج

اہل اردو کاش رکھ لیں اس کی لاج

پاکستان میں ہمیشہ سے الٹی گنگا بہتی ہے آج تک اردو کو عملی طور پر سرکاری زبان کا درجہ نہیں دیا گیا۔انگریزوں نے ہمیں ایسا نظام تعلیم دیا ہے جس سے کلرک تو پیدا ہو سکتے ہیں لیکن رہنما پیدا نہیں کیے جا سکتے۔ عظیم بیوروکریٹ اور سیاست دان تو پیدا ہو سکتے ہیں لیکن محب زبان پیدا ہونا اب مشکل لگتا ہے۔

انگریزوں نے ہماری تعلیم کے ساتھ ساتھ ہمارے رہن سہن اور روایات کو بھی سلب کر لیا ہے۔اگر کسی ملک کی زبان کو چھین لیا جائے تو اس کی شناخت ختم ہو جاتی ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ ملک میں غیر ملکی زبان کے رٹا کلچر سے ڈگری تو مل سکتی ہے، مگر علم و سائنس کو نہیں سمجھا جا سکتا۔ پاکستان شاید دنیا کا واحد ملک ہے، جس کی عوام کو اپنی قومی زبان کا حق مانگنے کے لیے عدالتوں میں دھکے کھانے پڑے۔ایسا تماشا اور کہیں نہیں ہے۔

یہ زبان ہماری قومی ملکی تہذیب و تمدن کی ضامن ہے،اس کی جڑیں معاشرہ میں تہذیبی اخلاقیات اور ہندوستان کی عظیم جمہوری تاریخ میں پیوست ہیں، اردو کا دائرہ کار ساری دنیا میں پھیال ہوا ہے، شاید ہی دنیا کا کوئی ملک ایسا ہو جہاں اردو لکھنے ، پڑھنے ، بولنے اور سمجھنے والے افراد موجود نہ ہوں۔

لیکن افسوس اس بات پر ہے کہ آج اردو کے بڑے بڑے محقق، ادبا، شعراء، نقاد و مبصرین کے بچے اردو سے نہ صرف ناآشنا ہیں بلکہ انہیں اردو سے کوئی سروکار بھی نہیں ہے۔یہ

لوگ اپنے بچوں کو اردو میڈیم اسکولوں میں پڑھانا تو دور اردو کے آس پاس پھٹکنے بھی نہیں دیتے عام طور پر نئی نسل کا اردو سے بتدریج لگاؤ کم تو ہو ہی رہا ہے، اردو سے بیگانہ بھی ہوتی جا رہی ہے اور معاملہ برابر بڑھ رہا ہے، اردو کے تئیں عدم دلچسپی، بے حسی، بے توجہی کی انتہا ہو رہی ہے۔

تھا عرش پہ اک روز دماغِ اُردو
پامالِ خزاں آج ہے باغِ اُردو
غفلت تو ذرا قوم کی دیکھو کاظم
وہ سوتی ہے بجھتا ہے چراغِ اُردو

آج ہم سب پر لازم اور ضروری ہے کہ اردو زبان کو سیکھیں، اس زبان کو پڑھیں اور بول چال عام کریں۔ اس کا کھویا ہوا عروج دوبارہ حاصل کرنے کے لیے کوشش کریں۔

سلیقے سے ہواؤں میں خوشبو گھول سکتے ہیں
ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جو اردو بول سکتے ہیں

شوال کے روزے

رمضان المبارک کی مبارک ساعتوں کے اختتام کے بعد جو پہلا دن آتا ہے یعنی عید الفطر کا دن یہ دن یکم شوال کہلاتا ہے۔

ماہِ شوال اسلامی سال کا دسواں قمری مہینہ ہے۔

ماہِ شوال کا لغوی معنی اور وجہ تسمیہ:

''شوال'' عربی مصدر ''شول'' سے مشتق ہے، اور ''شول'' کے معنی ''اوپر اٹھنا اور اوپر اٹھانا، بلند ہونا اور بلند کرنا'' کے آتے ہیں۔

عربی میں کہا جاتا ہے

''شالت الإبل بأذنابها للطراق''

یعنی نر اونٹ نے جفتی کرنے لیے اپنی دم اوپر اٹھالی۔ (قاموس الوحید، ص: ۸۹۹، ط: ادارۃ اسلامیات)

''شوال'' ''تشویل'' سے مشتق ہے اور ''تشویل'' کا معنی ''اونٹ کے دودھ کا کم ہونا'' کے ہیں۔

عربی میں کہا جاتا ہے

"شوّلت الناقة و شوّلت المزادة"

یعنی اونٹی کا دودھ اور مشکیزے کا پانی کم ہو گیا۔ (قاموس الوحید، ص: ۹۰۰، ط: ادارۃ اسلامیات)

علامہ ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں ایک روایت نقل کی ہے، جس میں "شوال" کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اس مہینے میں لوگوں کے گناہ اٹھالیے جاتے ہیں (معاف کر دیئے جاتے ہیں)، اس لیے اس مہینے کو "شوال" کہا گیا۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر: (45/335، ط: دارالفکر) کذا فی کنزالعمال لعلی المتقي: (رقم الحدیث: 24284، 8/588، ط: مؤسسة الرسالة)

شوال کے چھ روزے:

رمضان المبارک کے روزوں کے بعد شوال کے چھ روزے رکھنا مستحب ہے۔ اس کی فضیلت احادیث مبارکہ میں وارد ہوئی ہے:

۱۔ عن أبي أيوب عن رسول الله ﷺ قال: من صام رمضان ثم أتبعه ستًّا من شوال فذاک صيام الدهر". رواه الجماعة إلا البخاري والنسائي". (اعلاء السنن لظفر احمد العثمانی کتاب الصوم باب استحباب صيام ستة من شوال وصوم عرفة رقم الحديث ۲۵۴۱ ط: ادارة القرآن کراچی)

"حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے اور پھر شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ ہمیشہ (یعنی پورے سال) کے روزے شمار ہوں گے۔"

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

"مَنْ صَامَ رَمَضَانَ، وَسِتًّا مِنْ شَوَّالٍ، فَكَأَنَّمَا صَامَ السَّنَةَ كُلَّهَا". (مسند احمد)

"جس نے رمضان کے روزے رکھے اور (اس کے بعد) شوال کے چھ روزے رکھے تو گویا اس نے پورے سال کے روزے رکھے۔"

اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآنِ کریم کے وعدہ کے مطابق ہر نیکی کا بدلہ کم از کم دس گنا ملتا ہے، گویا رمضان المبارک کے ایک ماہ کے روزے دس ماہ کے روزوں کے برابر ہوئے، اور شوال کے چھ روزے ساٹھ روزوں کے برابر ہوئے، جو دو ماہ کے مساوی ہیں، اس طرح رمضان کے ساتھ شوال کے روزے رکھنے والا گویا پورے سال روزہ رکھنے والا ہو جاتا ہے۔

شوال کے چھ روزوں کا نبوی (ﷺ) حساب:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

"اللہ تعالیٰ نے ایک نیکی کا بدلہ دس کے برابر رکھا ہے، لہذا رمضان کے ایک ماہ کے روزے دس مہینوں کے برابر اور عید الفطر کے بعد چھ دن کے روزے پورے سال کے روزوں کے برابر ہیں۔"(سنن نسائی: ۲۸۶۱، صیام ستۃ ایام من شوال)

دوسری روایت میں ہے

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

رمضان کے روزے دس ماہ اور چھ روزے (شوال) کے دو ماہ ہیں، تو یہ پورے سال کے روزے ہوئے۔(صحیح ابن خزیمہ، حدیث نمبر:2115)

تیس کو جمع کریں چھ کے ساتھ تو حساب آتا ہے چھتیس، اب چھتیس کو دس کے ساتھ ضرب دیں تو حساب آتا ہے تین سو ساٹھ۔

علماء کی تشریح:

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہے، اس حساب سے رمضان کا مہینہ دس ماہ کے قائم مقام ہوا اور شوال کے چھ روزے دو ماہ کے قائم مقام ہوئے، تو گویا ایک سال مکمل ہو گیا ، اس طرح پورا سال روزہ رکھنے کا اجر ملے گا۔(شرح النووي:(1/369)

علامہ ابن رجب حنبلیؒ نے شوال کے چھ روزوں کے کئی فوائد ذکر فرمائے ہیں:

ا۔ پورے سال کے روزہ رکھنے کا اجر ملتا ہے۔

۲۔ قیامت کے دن فرائض میں نقص اور کمی کو نوافل سے پورا کیا جائے گا، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن تمام اعمال میں سب سے پہلے نماز کے متعلق سوال ہو گا، تو ہمارا پروردگار فرشتوں سے فرمائے گا، حالانکہ وہ خوب جانتا ہے، دیکھو! میرے بندہ کی نماز کامل ہے یا ناقص؟ اگر وہ کامل ہو گی تو کامل ہی لکھ دی جائے گی۔ (یعنی اس کا ثواب پورا لکھا جائے گا) اگر اس میں کچھ کمی رہ گئی ہو گی، تو اللہ فرشتوں سے فرمائے گا، دیکھو! میرے بندہ کے پاس کچھ نفل بھی ہیں؟ اگر نفل ہوں، تو میرے بندہ کے فرائض کی کمی اس کے نوافل سے پوری کر دو۔ پھر تمام اعمال کا حساب اسی طرح لیا جائے گا۔ (یعنی فرض کی کوتاہی کو نفل سے پورا کر لیا جائے گا) (سنن أبي داؤد: (رقم الحدیث: 766، 1/229، ط: المکتبة العصریة)

لہذا شوال کے چھ روزے بھی نماز سے پہلے اور بعد کی سنتوں اور نوافل کی طرح ہیں، ان کے ذریعے اللہ تعالی رمضان المبارک کے روزوں کے نقص اور کمی کو پورا کر دیں گے۔

۳۔ رمضان کے بعد شوال کے روزے رکھنا، اس بات کی دلیل اور علامت ہے کہ رمضان کے فرض روزے قبول کر لیے گئے۔ احادیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالی جب کسی بندے کے نیک عمل کو قبول فرماتے ہیں، تو اس کو مزید نیک عمل کی توفیق عطا فرماتے ہیں۔ اس لیے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ ایک نیکی کے بعد دوسری نیکی کرنا، پہلی نیکی کے قبولیت کی علامت ہے۔

۴۔ اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کو صومِ رمضان کی ادائیگی کی نعمت و توفیق پا لینے پر ذکرِ الٰہی و تکبیر و تسبیح وغیرہ سے اپنی شکر گزاری کا حکم فرمایا ہے۔

"رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہِ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں، لہٰذا اب سے جو شخص اس مہینے کو پائے، اس کو لازم ہے کہ اس پورے مہینے کے روزے رکھے اور جو کوئی مریض ہو یا سفر پر ہو، تو وہ دوسرے دنوں میں روزوں کی تعداد پوری کرے۔ اللہ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے، سختی کرنا نہیں چاہتا، اس لیے یہ طریقہ تمہیں بتایا جا رہا ہے تاکہ تم روزوں کی تعداد پوری کر سکو اور جس ہدایت سے اللہ نے تمہیں سرفراز کیا ہے، اس پر اللہ کی کبریائی کا اظہار و اعتراف کرو اور شکر گزار بنو۔" (بقرہ، آیت نمبر: 185)

لہٰذا رمضان کی توفیق پا لینے، اور گناہوں کی مغفرت پر شکر گزاری میں یہ بھی شامل ہے کہ اس کے بعد چند روزے رکھے جائیں۔ حضرت وہیب بن الورد رحمہ اللہ سے اگر کسی نیکی پر مرتب ہونے والے ثواب کے بارے میں پوچھا جاتا تھا تو فرماتے: نیک عمل کے اجر و ثواب کے بارے میں مت پوچھو، بلکہ یہ جاننے کی کوشش کرو کہ اس عمل کی ادائیگی پر شکریہ کیسے ادا کیا جائے کہ رحمن و رحیم رب نے تمہیں اس کی توفیق عطا فرمائی۔ (لطائف المعارف لابن رجب الحنبلي، ط: دار ابن کثیر)

چھ روزے کس ترتیب سے رکھیں:

شوال کے چھ روزے یکم شوال یعنی عید کے دن کو چھوڑ کر شوال کی دوسری تاریخ سے لے کر مہینہ کے آخر تک الگ الگ کرکے اور اکٹھے دونوں طرح رکھے جا سکتے ہیں۔ لہذا ان روزوں

کااہتمام کرناچاہیے۔البتہ اگر کوئی روزہ نہ رکھے تواسے طعن و تشنیع کانشانہ نہیں بناناچاہیے؛ کیوں کہ یہ مستحب روزہ ہے، جسے رکھنے پر ثواب ہےاور نہ رکھنے پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔

متفرق مسائل:

۱۔یادرکھیں! عیدالفطر کے بعد شوال کے یہ چھ روزے فرض، یاواجب نہیں ہیں۔ بلکہ مستحب ومسنون ہیں۔

۲۔شوال کے مہینے میں یہ چھ روزے رکھتے ہوئے قضاءاوران روزوں کی نیت جمع کرنادرست نہیں ہے۔بلکہ جداجداہی رکھناضروری ہے۔

۳۔اگران روزوں میں سے کوئی روزہ رکھ کر کسی وجہ سے توڑناپڑ جائے تواس کی صرف قضاءلازم ہوگی، کفارہ نہیں

۴۔اسی طرح اگر کوئی شخص ہر سال ان روزوں کے رکھنے کااہتمام کرتاہے مگراس سال نہ رکھ سکاتو وہ گناہگار نہیں ہوگااور نہ ہی اس پران روزوں کی قضاواجب ہوگی۔

لبیک یااقصی

مسجد اقصیٰ:

مسجد اقصیٰ کو ''المسجد الاَقصی'' اور ''الحرم القدسی الشریف'' وغیرہ سے جانا جاتا ہے۔ مسجد اقصیٰ فلسطین کے شہر یروشلم (القدس) میں واقع ہے۔ مسجد اقصیٰ روئے زمین پر تعمیر ہونے والی دوسری مسجد ہے۔

سألت رسول الله ﷺ عن أول مسجد وضع في الأرض، قال المسجدالحرام، قلت ثم أي؟ قال المسجد الأقصى، قلت كم بينهما قال أربعون عاما (صحيح مسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة)

''میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اس روئے زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد تعمیر کی گئی؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: مسجد حرام۔ میں نے پھر سوال کیا: اس کے بعد کون سی مسجد تعمیر کی گئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مسجد اقصیٰ۔ میں نے کہا: ان دونوں کی تعمیر کے دوران کل کتنا وقفہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: چالیس سال۔''

اس حدیث مبارکہ سے تین باتیں معلوم ہوئیں

ا۔اس زمین پر سب سے پہلی مسجد جو کہ اللہ کی عبادت کے لیے تعمیر کی گئی،مسجد حرام ہے۔

۲۔دوسری مسجد جو کہ اللہ کی عبادت کے لیے تعمیر کی گئی،مسجد اُقصیٰ ہے۔

۳۔ان دونوں مساجد کی تعمیر کے درمیان چالیس سال کا وقفہ ہے۔

مسجد اقصیٰ کی فضیلت:

مسجد اقصیٰ کے ارد گرد کی زمین بابرکت ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

سبحن الذی أسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الأقصی الذی بارکنا حوله (الاسراء:۱)

"پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے بندے کو ایک رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصی تک کہ جس کے ارد گرد ہم نے برکت رکھ دی ہے۔"

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد اُقصی کے ساتھ ساتھ اس کے ارد گرد کی سرزمین یعنی فلسطین و شام کا علاقہ بھی بابرکت ہے۔

مسجد اقصیٰ مسلمانوں کا قبلہ اول ہے:

کعبہ شریف کی طرف رُخ کرکے نماز کے حکم سے قبل مسلمانوں نے مسجد اقصیٰ کی طرف رخ کرکے نماز ادا کی۔

حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ہم نے نبی کریم ﷺ کے ہمراہ 16 یا 17 ماہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں بیت اللہ کی طرف رُخ کرنے کا حکم دیا۔" (صحیح بخاری: ۴۴۹۲)

مسجد اقصیٰ سرزمین محشر:

مسجد اقصی کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ یہ جس سرزمین پر واقع ہے وہ سرزمین حشر کی جگہ ہے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! ہمیں بیت المقدس کے بارے میں بتلایئے؟ توآپ ﷺ نے فرمایا:

وہ سرزمین حشر کی جگہ ہے۔(ابن ماجہ: ١٤٠٧)

مسجد اقصیٰ معراج رسول ﷺ کی ایک منزل:

مسجد اقصیٰ کی ایک یہ فضیلت بھی قابل ذکر ہے کہ جس وقت اللہ تعالی نے خاتم النبیین ﷺ کو عظیم اعزاز معراج کی صورت میں عطاء فرمایا، جو ایک عظیم معجزہ ہے، سفر میں ایک اہم منزل وہ پڑاؤ تھا جو آپ نے مسجد اقصیٰ میں فرمایا، پھر یہی وہ جگہ ہے جہاں سے آپ کو آسمان کی بلندیوں کی طرف لیجایا گیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

"میرے پاس براق لایا گیا، یہ ایک سفید رنگت کی لمبی سواری تھی، گدھے سے کچھ بڑی اور خچر سے کچھ چھوٹی، اس کا ایک قدم انتہائے نظر کی مسافت پر پڑتا تھا۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: میں اُس پر سوار ہوا، یہاں تک کہ میں بیت المقدس پہنچ گیا، وہاں پہنچ کر اس سواری کو اس حلقے سے باندھ دیا جس حلقے سے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام (اپنی سواریاں) باندھتے ہیں، پھر میں مسجد میں داخل ہوا، اس میں دو رکعات ادا کیں، پھر باہر نکل آیا، حضرت جبرئیل علیہ السلام دودھ اور شراب کا ایک الگ الگ برتن میرے پاس لائے، میں نے ان میں سے دودھ والا برتن لے لیا، اس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: آپ نے فطرت (کے عین مطابق چیز کو) پسند فرمایا ہے۔ اس کے بعد وہ ہمیں آسمان کی طرف لے کر چل پڑے۔" (مسلم: ۱۶۲)

مسجد اقصیٰ سے حج کا عمرہ کا احرام باندھنا:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ، أَوْ عُمْرَةٍ مِنَ الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى إِلَى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَمَا تَأَخَّرَ۔ أَوْ۔ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ۔ (سنن ابی داؤد: ۱۷۴۱)

"جس نے مسجد اقصی سے مسجد حرام کے لیے حج یا عمرہ کا احرام باندھا، اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ یا۔ جنت اس کے لیے واجب ہو جائے گی"۔

مسجد اقصیٰ کی طرف سفر کرنا:

مسجد اقصیٰ ان تین مساجد میں شامل ہے کہ جن کا تبرک حاصل کرنے کے لیے یا ان میں نماز پڑھنے کے لیے یا ان کی زیارت کے لیے سفر کو مشروع قرار دیا گیا ہے۔آپ کا ارشاد ہے:

لا تشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد مسجدی هذا و مسجد الحرام و المسجد الأقصی (صحیح بخاری 'کتاب الجمعة' باب فضل الصلاة فی مسجد مكة و المدینة)

"تین مساجد کے علاوہ کسی جگہ کا قصد کر کے سفر کرنا جائز نہیں ہے میری اس مسجد کا یعنی مسجد نبوی کا، مسجد حرام کا اور مسجد اقصیٰ کا۔"

مسجد اقصیٰ میں نماز کا ثواب:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي بَيْتِهِ بِصَلَاةٍ، وَصَلَاتُهُ فِي مَسْجِدِ الْقَبَائِلِ بِخَمْسٍ وَعِشْرِينَ صَلَاةً، وَصَلَاتُهُ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي يُجَمَّعُ فِيهِ بِخَمْسِ مِائَةِ صَلَاةٍ، وَصَلَاتُهُ فِي الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى بِخَمْسِينَ أَلْفِ صَلَاةٍ، وَصَلَاتُهُ فِي مَسْجِدِي بِخَمْسِينَ أَلْفِ

صَلَاةٍ، وَصَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِائَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ۔(سنن ابن ماجه: 1413
)

"ایک آدمی کی ایک نماز اپنے گھر میں، (ثواب میں) ایک نماز کے برابر ہے، اس کی نماز محلے کی مسجد میں، پچیس نمازوں کے برابر ہے، اس کی نماز جامع مسجد میں، پانچ سو نمازوں کے برابر ہے، اس کی نماز مسجد اقصی میں، پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے، (اسی طرح) اس کی نماز میری مسجد (مسجد نبوی) میں، پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور اسی شخص کی ایک نماز مسجد حرام میں، ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے"۔

مسجد اقصیٰ کی زیارت

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں اس بات کا مذاکرہ کیا کہ آیا مسجد اقصی افضل ہے یا مسجد نبوی؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اس مسجد میں ایک نماز، مسجد اقصی میں چار نمازوں سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے، اور سچ تو یہ ہے کہ وہ بھی بہت ہی اچھی نماز کی جگہ ہے۔

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ کسی بندے کو اگر وہاں زمین کا فقط گھوڑے کی رسی کی جگہ جتنا ٹکڑا مل جائے کہ جس کی بدولت وہ وہاں رہ کر بیت المقدس کی زیارت سے مشرف ہو سکے تو یہ بات اس کے لیے پوری دنیا سے بہتر ہو گی"۔(مستدرکِ حاکم۔وافقہ الذھبی)

مسجد اقصیٰ اور دجال سے حفاظت:

مسجد اقصیٰ کا یہ بھی امتیاز ہے کہ اس سرزمین کے اہل ایمان دجال سے حفاظت کے لیے اس میں پناہ لیں گے اور دجال اس میں داخل نہیں ہو سکے گا۔

رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

(دجال کی) "علامت یہ ہے کہ وہ چالیس دن زمین پر رہے گا، ہر پانی کے گھاٹ تک اس کی حکومت پھیل جائے گی، البتہ چار مسجدوں تک وہ نہیں آسکے گا: کعبہ، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ اور طور"۔

(مسند احمد، مجمع الزوائد، رجالہ رجال الصحیح)

مسجد اقصیٰ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا:

حضرت عمرو رضی اللہ تعالی عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ: جس وقت حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام بیت المقدس کی تعمیر سے فارغ ہو چکے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں کیں:

ا۔ فیصلہ کرنے کی ایسی صلاحیت عطا فرمائیں کہ جو بھی فیصلہ کریں وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے مطابق ہو

۲۔ اللہ تعالیٰ ایسی بادشاہت عطا فرمائیں کہ ان کے بعد ویسی بادشاہت کسی کو بھی نہ ملے

۳۔ جو شخص بھی اس مسجد کی طرف کسی بھی اور مقصد کے بجائے، صرف اس میں نماز پڑھنے کے لیے آئے تو وہ اپنے گناہوں سے ایسے پاک صاف کر دیا جائے جیسا کہ وہ اس دن تھا جب اسے ماں نے جنا تھا۔

یہ فرما کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پہلی دو باتیں توان کی پوری کر دی گئی ہیں اور مجھے امید ہے کہ تیسری بات بھی قبول کر لی گئی ہو گی۔(سنن النسائی۔ سنن ابن ماجہ)

مسجد اقصیٰ مسلمانوں کی سرزمین:

مسجد اقصیٰ، بیت المقدس اور ہمارے نبی ﷺ کے معراج واسراء کی سرزمین تاریخ کے اکثر زمانوں میں اسلامی سرزمین کے طور پر جانی جاتی رہی سوائے اُن چند زمانوں کے جب اس پر کچھ قاتل اور ظالم لوگ مسلط ہو گئے۔ چنانچہ دورِ محمدی سے ایسی ہی ایک قوم تھی جس کا بادشاہ جالوت تھا اور پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت داود علیہ السلام کے ہاتھوں اس جابر بادشاہ کو قتل کرایا۔

اسی طرح بعد کے متعدد زمانوں میں رومی اور یورپ کے صلیبی اور اس دور میں یہودی ایسے ہی ظالم و قاتل لوگ ہیں جس عارضی طور پر اس مقدس مقام پر قابض و مسلط ہیں۔ اور ایک وقت آئے گا کہ ان کے ناپاک ہاتھوں سے اس مقدس مقام کو آزادی ملے گی۔ ان شاءاللہ

مسجد اقصیٰ کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ یہی مقدر فرمایا کہ اسے مسلمان، ظالموں سے آزاد کرائیں۔ ایک وقت وہ تھا کہ حضرت موسی علیہ السلام کی وفات کے بعد اُن کے خلیفہ حضرت یوشع

بن نون علیہ السلام کی قیادت میں اُس وقت کے اہل ایمان نے اس مبارک مسجد اور مبارک علاقے کو فتح کیا۔ چنانچہ سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۵۸ میں بیان ہوا ہے کہ :

''اور جب کہا ہم نے : تم لوگ اس بستی میں داخل ہو جاؤ اور پھر وہاں جو چاہو مزے سے کھاؤ، اور اس کے دروازے سے سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا''

امام قرطبیؒ مفسر فرماتے ہیں کہ : اس بستی سے مراد بیت المقدس ہے اور اس کی آزادی میں جو اہل ایمان مجاہدین شریک تھے، اُن میں ایک حضرت داؤد علیہ السلام بھی تھے جنہوں نے جالوت نامی ظالم بادشاہ کو قتل کیا تھا اور اسی عمل کی بدولت جالوت اور اس کے لشکر کو شکست ہوئی تھی۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام آئے اور اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

سلیمان، داؤد کا وارث بنا (سورۃ النمل: ۱۶)

اس زمانے میں بھی یہ بیت المقدس اُس وقت کے اہل ایمان کا ہی دارالحکومت تھا۔ یہودیوں کا دارالحکومت نہیں تھا۔ (نقش جمال، از مدثر جمال تونسوی)

مسجد اقصیٰ کے بارے میں چند معلومات:

ا۔ مسجد اقصیٰ کا ایک اہم حصہ وہ ہے جسے آج کل ''دیوارِ گریہ'' کا نام دیا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ یہ مسجد اقصیٰ کی جنوب مغرب جانب کی دیوار ہے اور یہ بھی اسلامی مملوکات میں سے ہے۔ اس اسرائیلی جارحیت و غاصبیت سے پہلے کبھی بھی اس کے بارے میں یہودیوں کا کوئی دعویٰ

سامنے نہیں آیا تھا۔اور پھر جب اس زمانے کے یہودیوں نے ایسا دعویٰ کھڑا کیا توامت مسلمہ نے ان کے اس جھوٹے دعوے کو رد کیا حتیٰ کہ 1930ء میں اقوام متحدہ نے بھی یہ فیصلہ دیا کہ ’’یہ دیوار صرف اور صرف مسلمانوں کی ہی ملکیت ہے اور یہ مسجد اقصیٰ کا ہی ایک حصہ ہے جسے اس سے جدا نہیں کیا جاسکتا اور یہ اسلامی اوقاف کی ملکیت میں ہی ہے۔‘‘

۲۔ مسجد اقصیٰ: اسلامی تاریخ کے اکثر اَدوار میں اسلامی حکومت کے ماتحت ہی رہی ہے۔ حتیٰ کہ اس شہر میں موجود کنیسے، اور دیگر یہودی وعیسائی ایک اسلامی ریاست کے ماتحت کے ذمی بن کر رہے اور اسلامی حکومت ہی ان کے جان ومال کی محافظ وضامن رہی ہے اور اس شہر میں جس قدر امن و امان اور عدل وانصاف اسلامی اَدوار حکومت میں رہا ہے، وہ پوری تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔اور یہ سب ایسے حقائق ہیں جس پر علمائے تاریخ کا سب کا اتفاق ہے۔

۳۔ مسجد اقصیٰ پر اسلامی تاریخ میں پہلی بار سنہ ۴۹۲ھ، ماہ شعبان کی تئیس تاریخ جمعہ کے دن صلیبیوں نے قبضہ کیا، کم و بیش ستر ہزار مسلمانوں کو قتل کیا اور ان میں مسلمانوں میں سے اکثر ایسے تھے جو اپنے وطن کو چھوڑ کر علم وعبادت وغیرہ کے لیے اس مقدس مقام پر آباد ہوئے تھے۔ پھر تقریباً 91سال تک صلیبی اس مقدس مقام پر قابض رہے اور اس قبضے کے دوران انہوں نے اس مقدس مقام کی بارہا بے حرمتی کی اور مسجد اقصیٰ کے تاریخی آثار و نقوش کو مٹانے اور تبدیل کرنے میں لگے رہے۔ چنانچہ اس مسجد اقصیٰ کے ایک طرف انہوں نے ایک کنیسہ بنایا اور ایک جانب اپنے گھڑ سواروں کے لیے رہائش گاہ اور ذخیرہ اندوزی کے لیے ایک گودام بنایا، اور نماز

پڑھنے والی جگہ خنزیر اور دیگر جانور بسا دیئے گئے اور قبہ الصخرہ کے اوپر انہوں نے اپنی سب سے بڑی صلیب نصب کر دی تھی۔

مسجد اقصیٰ اسلامی تاریخ کے اکثر اَدوار میں اسلامی حکومت کے ماتحت ہی رہی ہے۔ حتی کہ اس شہر میں موجود کنیسے، اور دیگر یہودی وعیسائی ایک اسلامی ریاست کے ماتحت کے ذمی بن کر رہے اور اسلامی حکومت ہی ان کے جان ومال کی محافظ وضامن رہی ہے اور اس شہر میں جس قدر امن وامان اور عدل وانصاف اسلامی اَدوار حکومت میں رہا ہے، وہ پوری تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔اور یہ سب ایسے حقائق ہیں جس پر علمائے تاریخ کا سب کا اتفاق ہے۔

مسجد اقصیٰ پر اسلامی تاریخ میں پہلی بار سنہ ۴۹۲ھ، ماہ شعبان کی تئیس تاریخ جمعہ کے دن صلیبیوں نے قبضہ کیا، کم وبیش ستر ہزار مسلمانوں کو قتل کیا اور ان میں مسلمانوں میں سے اکثر ایسے تھے جو اپنے وطن کو چھوڑ کر علم وعبادت وغیرہ کے لیے اس مقدس مقام پر آباد ہوئے تھے۔ پھر تقریباً 91 سال تک صلیبی اس مقدس مقام پر قابض رہے اور اس قبضے کے دوران انہوں نے اس مقدس مقام کی بارہا بے حرمتی کی اور مسجد اقصیٰ کے تاریخی آثار ونقوش کو مٹانے اور تبدیل کرنے میں لگے رہے۔ چنانچہ اس مسجد اقصیٰ کے ایک طرف انہوں نے ایک کنیسہ بنایا اور ایک جانب اپنے گھڑ سواروں کے لیے رہائش گاہ اور ذخیرہ اندوزی کے لیے ایک گودام بنایا، اور نماز پڑھنے والی جگہ خنزیر اور دیگر جانور بسا دیئے گئے اور قبہ الصخرہ کے اوپر انہوں نے اپنی سب سے بڑی صلیب نصب کر دی تھی۔

مسجد اقصیٰ کو جس وقت سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آزاد کرایا تو اس جامع مسجد کی اصلاح و تعمیر نو کا حکم دیا تاکہ یہ واپس اسی اصلی حالت پر آجائے جس حالت پر صلیبیوں کے قبضے سے پہلے تھی۔ پھر انہوں نے حلب سے ایک شاندار منبر منگوایا، جس کے بنانے کا حکم اس فتح سے بیس سال پہلے سلطان نورالدین زنگی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دیا تھا۔ چنانچہ پھر وہ منبر مسجد اقصیٰ میں رکھ دیا گیا تاکہ خطیب اس پر کھڑے ہو کر جمعہ کے دن خطبہ دیا کرے۔ پھر یہ منبر کئی صدیوں تک باقی رہا تا آنا کہ سنہ 1969ء، اگست کی اکیس تاریخ کو یہودیوں نے اس کو آگ لگائی اور اسی کے ساتھ انہوں نے نماز پڑھنے والی جگہ جسے المصلی الجامع کہتے ہیں، اسے بھی آگ لگائی۔

مسجد اقصیٰ کو جب سنہ ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۹۶۷ء میں یہودیوں نے ہتھیایا تو انہوں نے سب سے پہلے دیوارِ براق پر قبضہ جمایا اور وہاں کا نقشہ و نگار تبدیل کر دیا اور وہاں کے رہنے والے سب مسلمانوں کو وہاں سے بھگا دیا گیا۔ دیوار براق اور اس کے آس پاس مسلمانوں کی جو یادگار چیزیں انہوں نے ختم کیں اس میں چار جامعات، ایک مدرسہ افضلیہ تھا اور بھی متعدد اسلامی اوقاف تھے اور اس سب کا مقصد یہ تھا کہ یہاں موجود تمام اسلامی اوقاف اور یادگاروں کا نام و نشان مٹا دیا جائے اور پھر اس پر اپنے حق کا جھوٹا دعویٰ کھڑا کیا جائے۔

مسجد اقصیٰ کو گرانے کے لیے یہودی قابضین وقتاً فوقتاً مختلف چھوٹے بڑے حربے اختیار کرتے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ اسی کی پیش بندی کے لیے اب تک وہ فلسطین اور خاص کر بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کے آس پاس میں کئی سڑکوں اور گراؤنڈز وغیرہ کے اسلامی شناخت والے نام بھی تبدیل

کر چکے ہیں۔ چنانچہ جس جگہ مسجد اقصیٰ قائم ہے اس جگہ کا نام انہوں نے ''جبل ہیکل''،یعنی ہیکل کا پہاڑ رکھ دیا ہے جب کہ اس سے پہلے یہ پہاڑی جگہ ''جبل بیت المقدس یا جبل مسجد اقصی'' کے نام سے جانی پہچانی جاتی رہی ہے۔ یہ سب اس لیے ہے تاکہ اس مبارک مسجد سے ہر قسم کی اسلامی شناخت ختم کی جائے۔ لیکن ان کی یہ مذموم کاوشیں بالآخر ناکام ہوں گی۔ ان شاء اللہ (نقش جمال،از مدثر جمال تونسوی)

مسئلہ فلسطین:

مسجدِ اقصیٰ اور مسئلہ ٔفلسطین، فقط اہل فلسطین کا مسئلہ نہیں ہے، بلکہ یہ ایک اسلامی مسئلہ اور اسلامی قضیہ ہے اور جب سے اس کی چابیاں حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد کی گئیں تب سے دُنیا کے تمام مسلمانوں کا حق اِس سے جڑا ہوا ہے، اور یہ مسلمان ہی تھے جنہوں نے صلیبی یلغار کے وقت اپنے جان و مال کی قربانی دے کر اس کی حفاظت بھی کی اور اس کو آزاد بھی کرایا، چنانچہ ایک اسلامی اوقاف کا حصہ ہے اور مسلمانوں کے سپرد کی گئی امانت ہے۔

مسجد اقصیٰ مسلمانوں کی ہی ہے، چاہے اس پر اَغیار کا قبضہ تھوڑے وقت کے لیے رہے یا زیادہ وقت کے لیے۔ انجام کار یہ حق متقین و مسلمین کا ہی ہے، اور اگرچہ آج اس پر یہودی قابض ہے مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے بہر حال یہ اہل اسلام اور اہل ایمان کے پاس ہی لوٹ کر آئے گی۔ اللہ تعالیٰ یہ سرزمین اس امت کا حق بنائی ہے جس کے سب سے مقدس دین اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے مقبول دین ہے، اور یہ امت محمد یہ ہی ہے جسے نبی آخر الزمان خاتم النبیین ﷺ کی بدولت یہ

نعمت نصیب ہوئی ہے۔ رومیوں اور صلیبیوں کی یلغار اور مسجد اقصی کی بے حرمتیوں کے وقت یہ مسلمان ہی تھے جنہوں نے اس کے لیے اپنے جان و مال کو فدا کیا، اگر یہ یہودیوں کا حق ہے تو پھر تاریخ کے ہر مشکل دور میں یہ یہودی کہاں غائب ہو جاتے ہیں؟ اور کیوں کر ایسا ہوا کہ ہر مشکل وقت میں امت مسلمہ نے ہی اس مقدس مقام کی پہرے داری کی اور اس کے آداب و حرمات کو ملحوظ رکھا!!

مسجد اقصیٰ اہل اسلام کی ہے، اس پر تاریخ بھی گواہ ہے اور زمینی و آسمانی حقائق بھی۔ یہ سرزمین اسلامی امانت ہے اور کسی بھی صورت یہ جائز نہیں ہے کہ یہ مقدس سرزمین اس بدبخت قوم کے حوالے کر دی جائے جو انبیاء کرام علیہم السلام کی قاتل ہے۔ اس لیے مسلمانوں کا یہ عہد ہے کہ اس کا ایک چپے سے بھی اپنے سے دستبرداری نہیں کی جائے گی اور نہ ہی کوئی ایسا عہد و پیمان قبول کیا جائے گا کہ یہودی اس مقدس سرزمین کے رئیس اور اہل اسلام کے سردار قرار پائیں!!

مسجد اقصیٰ مسلمانوں کو دینی و مذہبی میراث ہے، اس لیے اس کی امامت بھی مسلمانوں کے ہاتھ میں ہونی چاہیے، نبی کریم ﷺ کی ترغیبات بھی اس پر موجود ہیں اور آپ ﷺ نے صحابہ کرام کے دلوں میں اس کی محبت پیوست کی اور انہیں بیت المقدس فتح ہونے کی بشارت بھی عنایت فرمائی۔ یہ سب کچھ اسی حقیقت کا اظہار ہے کہ یہ مسجد اور یہ مبارک سرزمین مسلمانوں کی دینی و مذہبی میراث ہے۔ اس لیے مسجد اقصی اور بیت المقدس کی محبت کے چراغ ہمیشہ اہل اسلام کے دلوں میں روشن رہیں گے۔ یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ اور دشمن کبھی مسلمانوں کے دلوں سے اس کی

محبت ختم نہیں کر سکتے اور ان شاء اللہ ، قیامت تک یہ محبت باقی رہے گی کیوں کہ یہ سرزمین مسلمانوں کا ایک اہم ٹھکانہ اور طائفہ منصورہ کا مرکز ہے اور دنیا ماضی میں بھی اس کے مناظر دیکھ چکی ہے اور مستقبل میں بھی یہ حقیقت پوری ہو کر رہے گی اور دنیا اس کا مشاہدہ کر کے رہی گی۔ ان شاءاللہ (نقش جمال، از مدثر جمال تونسوی)

مسجد اقصیٰ اور سلطان صلاح الدین ایوبیؒ:

روایت ہے کہ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ مسکراتے نہیں تھے۔ کسی نے پوچھا: سلطان معظم! آپ مسکراتے کیوں نہیں؟

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے جواب دیا:

"حضرت محمد ﷺ جہاں سے معراج پر گئے۔ جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فتح کیا۔ وہ القدس دشمنوں کے قبضہ میں ہے تو صلاح الدین ایوبیؒ کیسے ہنس سکتا ہے۔"

القدس مسلمانوں کا تھا، مسلمانوں کا ہے اور مسلمانوں کا ہی رہے گا۔ القدس مسلمانوں کا قبلہ اول ہے اس کی حفاظت کے لیے ہم اپنی جی جان لگا دینگے۔

ہماری دھڑکن القدس ہے۔ ہماری رگوں میں دوڑنے والا خون القدس ہے۔ ہماری سانسیں القدس ہیں۔ ہماری پیشانیاں القدس میں ان شاءاللہ ضرور ایک دن مسجد اقصیٰ میں رب کے سامنے سربسجود ہو نگی۔

نوجوانوں کے لیے پیغام:

میں امت محمد ﷺ سے کہنا چاہتا ہوں کہ :

القدس صرف ارض حرم نہیں بلکہ نبیوں کا وطن ہے۔ یہ وہ مسجد ہے جہاں نبی اکرم ﷺ کو امام الانبیاء کا منصب ملا۔

تمہاری ہی جراتوں سے ارض القدس گونجا تھا۔

یاد رکھو!

ہمیں حضرت عمر کی للکار بننا ہے

صلاح الدین کی گویا تلوار بننا ہے

ہمیں عثمانی سلطنت کا شاہکار بننا ہے

تمہیں لشکر سے اٹھ کر سپہ سالار بننا ہے

تمہیں القدس کی آواز بننا ہے

تمہیں القدس کی پکار بننا ہے

زبان کی للکار سے ہو، قلم کی گفتار سے ہو، دعا کی رفتار سے ہو

ہمیں بس القدس کا چوکیدار بننا ہے، القدس کی عظمت و حرمت کا پہریدار بننا ہے۔

لبیک یا اقصیٰ، لبیک یا ارض مقدس

ہمارے دل القدس کے ساتھ دھڑکتے رہیں گے ہماری زبانے تادم آخر کہتی رہیں گے

لبیک یا اقصیٰ

لیلۃ الجائزہ (چاند رات کی فضیلت)

رمضان کریم کے بابرکت اور مقدس ایام کے اختتام پر آنے والی رات ''لیلۃ الجائزہ''یعنی عیدالفطر کی رات جو کہ چاند رات کے نام سے معروف ہے، خصوصی برکتوں، رحمتوں، بخشش و مغفرت اور نہایت فضیلت کی حامل ہے جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ اس ماہ مبارک کی تمام راتوں سے زیادہ فیاضی فرماتے ہوئے اپنے بندوں کی مغفرت عطا فرماتا ہے، مگر یہ ہماری کم نصیبی کی بات ہے کہ ہم لوگ عموماً اس سے غافل رہتے ہیں، شاپنگ، بازار، و فضولیات میں رہ کر اس عظیم رات کے فیوض و برکات سے محروم رہتے ہوئے محرومی کا سبب بنتے ہیں۔

لیلۃ الجائزہ کا معنیٰ:

حدیث کے مطابق جب عیدالفطر کی رات آتی ہے تو اس کا نام آسمانوں پر لیلۃ الجائزہ یعنی انعام کی رات سے لیا جاتا ہے۔

سُمِّيَتْ تِلْكَ اللَّيْلَةُ لَيْلَةَ الْجَائِزَةِ. (شعب الایمان، بیہقی)

عیدالفطر کی رات کو 'لیلۃالجائزۃ' کہا جاتاہے، عربی زبان میں جائزہ کے معنی ہیں 'انعام'۔ اس کو انعام کی رات اس لیے کہا جاتا ہے کہ رمضان المبارک میں روزے دار نے جو مشقت برداشت کی ہے،اس کے انعامات اس رات میں تقسیم کیے جاتے ہیں۔(فتاویٰ فلاحیہ)

لیلۃالجائزہ خاص امتِ محمدیہ کے لیے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کو رمضان المبارک سے متعلق پانچ خصوصیتیں ایسی عطا کی گئی ہیں جو سابقہ امتوں کو نہیں ملیں۔

1) یہ کہ ان کے (روزے دار کے) منہ کی بواللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔
2) یہ کہ ان کے (روزے دار کے) لیے مچھلیاں تک دعا کرتی ہیں اور افطار کے وقت تک کرتی رہتی ہیں۔
3) جنت ہر روز ان کے لیے آراستہ کی جاتی ہے، پھر حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ قریب ہے کہ میرے نیک بندے (دنیا کی) مشقتیں اپنے اوپر سے پھینک کر میری طرف آئیں۔
4) اس میں سرکش شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں۔
5) رمضان کی آخری رات میں روزے داروں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا یہ رات شبِ قدر ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نہیں، یہ رات شبِ قدر نہیں بلکہ یہ اس لیے ہے کہ کام کرنے والے کو کام پورا کرنے پر مزدوری دی جاتی ہی۔(کشف الاستار)

لیلۃ الجائزہ کی عبادت کا ثبوت تابعین کے اقوال سے بھی ملتا ہے۔ حضرت ابو مجلزؒ فرمایا کرتے تھے کہ عید الفطر کی رات اس مسجد میں گذارو جس میں تم نے اعتکاف کیا ہو، پھر صبح عید گاہ کی طرف جاؤ۔(مصنف ابن ابی شیبہ)

عیدین کی راتوں کی فضیلت:

مَنْ قَامَ لَيْلَتَيِ الْعِيدَيْنِ مُحْتَسِبًا لِلَّهِ لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوتُ الْقُلُوبُ.(سنن ابن ماجه: ۱۷۸۲)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

جس نے عیدین(عید الفطر اور عید الاضحی) کی دونوں راتوں میں اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید رکھتے ہوئے عبادت میں قیام کیا، اُس کا دل اُس دن مردہ نہیں ہوگا، جس دن سب کے دل مردہ ہوجائیں گے۔

دلوں کے مردہ ہو جانے کا مطلب:

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی تحریر فرماتے ہیں کہ ’فتنہ و فساد کے وقت جب لوگوں کے قلوب پر مردنی چھاتی ہے، اس کا دل زندہ رہے گا اور ممکن ہے کہ صور پھونکے جانے کا دن مراد ہو کہ اس کی روح بے ہوش نہ ہو گی۔ اس رات میں حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اپنے بندوں کو انعام دیا جاتا ہے، اس لیے بندوں کو بھی اس رات کی بے حد قدر کرنا چاہیے۔ بہت سے لوگ عوام کا تو پوچھنا ہی کیا خواص بھی رمضان کے تھکے ماندے اس رات میں میٹھی نیند سوتے ہیں، حالاں کہ یہ رات بھی خصوصیت سے عبادت میں مشغول رہنے کی ہے‘۔(فضائل رمضان: 63)

فضیلت والی راتیں:

مَنْ أَحْيَا اللَّيَالِيَ الْأَرْبَعَ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ: لَيْلَةُ التَّرْوِيَةِ وَلَيْلَةُ عَرَفَةَ وَلَيْلَةُ النَّحْرِ وَلَيْلَةُ الْفِطْرِ (أخرجه ابن عساكر في تاريخه: ٩٣/٤٣)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے نقل فرماتے ہیں:

جو چار راتوں کو عبادت کے ذریعہ زندہ کرے، اُس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

1) لیلۃ الترویۃ یعنی آٹھ ذی الحجہ کی رات۔

2) عرفہ یعنی نوذی الحجہ کی رات۔

3) لیلۃ النحر یعنی دس ذی الحجہ کی رات۔

4) لیلۃ الفطر یعنی عیدالفطر کی شب۔

عیدین کی شب میں کی جانے والی دعاء رد نہیں ہوتی ہے:

خَمْسُ لَيَالٍ لَا تُرَدُّ فِيهِنَّ الدُّعَاءَ: لَيْلَةُ الْجُمُعَةِ، وَأَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ رَجَبٍ، وَلَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، وَلَيْلَتَيِ الْعِيدَيْنِ۔(مصنف عبد الرزاق :۷۹۲۷)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوفاً مروی ہے کہ پانچ راتیں ایسی ہیں جن میں دعا قبول ہوتی ہے اور اسے رد نہیں کیا جاتا:

1) جمعہ کی شب۔

2) رجب کی پہلی شب۔

3) شعبان کی پندرہویں شب۔

4) عیدالفطر کی رات

5) عیدالاضحیٰ کی رات

الترغیب والترہیب میں پانچ راتوں کا ذکر ہے، جن میں سے پانچویں شعبان کی پندرھویں شب یعنی شبِ براءت ہے۔(الترغیب والترہیب للمنذری)

اس رات کو ضائع مت کریں:

لیلۃ الجائزہ اللہ رب العزت کے خصوصی فضل و کرم کی بڑی عظمت و فضیلت والی رات ہے جس کی ہم سب کو بے حد قدر کرنی چاہیے اور اس مبارک شب کے قیمتی اور بابرکت لمحات کو خرافات میں، بازار میں، شاپنگ میں یا صرف گپ شپ کی محفلیں سجا کر ضائع کرنے کے، بجائے توبہ و مناجات، اللہ کے ذکر و اذکار، نوافل اور دعاؤں میں بسر کیا جائے، پوری کوشش کریں کہ یہ مبارک رات کسی بھی قیمت ضائع نہ ہونے پائے۔

دعا ہے اللہ پاک ہم سب کو اس رات میں عبادات کرنے کی اور رب تعالٰی سے انعام پانے کی توفیق عطا فرمائے، اس رات سے مکمل استفادہ حاصل کرتے ہوئے انعامات کا حق دار ٹھہرائے اور اس رات کو خرافات میں جائع کرنے سے بچائے۔ آمین ثم آمین

دوست

کہا جاتا ہے وہ انسان دنیا کا سب سے نچلے درجے کا انسان ہے جس کے پاس مخلص دوست نہ ہو ،اور وہ انسان سب سے اعلیٰ انسان ہے جس کے پاس بے شک کچھ نہ ہو پر ایک عدد مخلص دوست اس کی زندگی میں موجود ہو۔

انسان کی زندگی میں دوست کی اہمیت جب دنیا بنی تب سے قائم ودائم ہے۔ ہر مصیبت میں دوست ایک مضبوط سہارا بن کر ساتھ کھڑا رہتا ہے، وہ مشکلات ومصائب کے طوفانوں سے گھبرا کر اپنا دامن بچا کر نکل نہیں جاتا، بلکہ دوست کی جانب آنے والے مصائب کے تیر کو اپنے سینے میں جذب کر کے بھی وہ مسکراتا رہتا ہے۔اچھا اور مہربان دوست اللہ کی عظیم نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ مصیبت میں دوست انسان کی پناہ گاہ ہوتا ہے۔پریشانی میں دوست انسان کے قلب و روح کے آرام کا ذریعہ ہوتا ہے۔دوستی کو محبت وخوشی کا سرچشمہ سمجھا جاتا ہے۔

سیدنا ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: ”سات آدمیوں کو اللہ اپنے سائے میں رکھے گا، جس دن سوائے اُس کے سائے کے اور کوئی سایہ نہ ہو گا۔

ا۔عادل حاکم

۲۔ وہ نوجوان جس کی جوانی اللہ کی عبادت میں گزری

۳۔ وہ شخص جس کا دل مسجدوں میں لگا رہتا ہو

۴۔ وہ دو اشخاص جو باہم صرف اللہ کے لیے دوستی کریں، جب جمع ہوں تو اسی کے لیے اور جب جدا ہوں تو اسی کے لیے

۵۔ وہ شخص جس کو کوئی منصب اور جمال والی عورت بدکاری کے لیے بلائے اور وہ یہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اس لیے نہیں آسکتا

۶۔ وہ شخص جو چھپا کر صدقہ دے یہاں تک کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی معلوم نہ ہو کہ اس کے داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا

۷۔ وہ شخص جو خلوت میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جائیں۔ (صحیح بخاری)

کچھ دوستوں کے رہنے یا نہ رہنے سے فرق نہیں پڑتا۔ کچھ اچھے دوست ہوتے ہیں یعنی جن کے ساتھ انسان اپنا وقت بتا سکتا ہے اور کچھ دوست ایسے ہوتے ہیں جن کے بغیر انسان رہ نہیں پاتا۔ اگر آپ کو کوئی ایسا دوست میسر ہے، جو آپ کو خوش رکھتا ہے، آپ اس کی موجودگی میں لطف

اندوز ہوتے ہیں تو یہ کسی معجزہ سے کم نہیں۔کہتے ہیں دوست اللہ کا تحفہ ہے فضول دوستی میں اس تحفہ کو برباد مت کریں۔

ایک دوست مشکل وقت میں مدد کی پیشکش کرے گا اور ایک بہترین دوست آگے بڑھ کر مدد کرے گا۔ایک دوست کے سامنے آپ ہنس سکتے ہیں لیکن آپ اپنے بہترین دوست کے سامنے جس پر آپ کو اعتماد ہو دل کھول کر رو بھی سکتے ہیں۔

پطرس بخاری کہتے ہیں:

دوست وہ ہے جس کے ساتھ آپ بیٹھے ہیں اور کوئی گفتگو نہیں ہو رہی لیکن آپ خوش ہیں کہ وہ پاس بیٹھا ہے۔

یاد رکھئے! اچھے دوست کی ہم نشینی سَعادتِ دارین (دنیاوآخرت کی بھلائی) ہے جبکہ بُرے دوست کی صحبت دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت بھی تباہ کر سکتی ہے

اسلام نے ہمیں دوستی کا جو ضابطہ واصول فراہم کیا ہے وہ صداقت پر مبنی ہے۔آدمی وہی راستہ اختیار کرتا ہے جو اس کے دوست کا ہوتا ہے،اس لیے ہمیں صالح دوست کی سنگت اختیار کرنی چاہیے،کیوں کہ جن لوگوں نے دنیا میں بد کرداروں کے ساتھ دوستی رکھی ہو گی اُنہیں آخرت میں شرمندگی اور پچھتاوے کے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔وہاں اُن کی زبانوں سے بے اختیار نکلے گا ”ہائے افسوس! کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔“(الفرقان: 27)

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا:

"(قیامت کے روز) تو اسی کے ساتھ ہو گا جس سے تو نے محبت کی۔" (صحیح مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا:

"آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے لہٰذا ہر آدمی کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کسے اپنا دوست بنا رہا ہے۔" (ترمذی)

حدیث مبارکہ میں اچھے دوست کی علامتیں بھی بتادی گئیں ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"صالح آدمی کے پاس بیٹھنے والوں کی مثال اس شخص کی مانند ہے جو مشک والے کے پاس بیٹھا ہے۔ اگر مشک نہ بھی ملے تب بھی مشک کی خوشبو سے جسم معطر اور دماغ کو فرحت و سرور حاصل ہو گا اور برے دوست کی مثال آگ کی بھٹی جیسی ہے کہ اگر چنگاری نہ بھی پڑے تو دھواں سے دامن ضرور سیاہ ہو جائے گا۔ فرمان رسول اکرمؐ ہے کہ، "برے ہم نشین کے مقابلے میں تنہائی بہتر ہے اور اچھے آدمیوں کی ہم نشینی تنہائی سے بہتر ہے۔" (بیہقی)

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں،

"ایسے شخص سے دوستی کرو جو نیکی کر کے بھول جائے اور جو حق اس پر ہو وہ ادا کرے۔"

امام غزالیؒ کاارشاد گرامی ہیں،

”جو دوست مشکل وقت میں کام نہ آئے اس سے بچو کیوں کہ وہ تمہارا سب سے بڑا دشمن ہے۔“

شیخ سعدیؒ کا قول ہے،

”مجھے ایسے دوست کی دوستی پسند نہیں جو میری بُری عادتوں کو اچھا کہے، میرے عیب کو ہنر جانے اور میرے کانٹوں کو گلاب و یاسمین کا نام دے۔“

دوست وہ نہیں جو مال و دولت، عزت، شہرت، حسن، عہدہ یا پروٹوکول دیکھ کر آپ کے ساتھ ہو۔ بلکہ دوست وہ ہوتا ہے جو ہر خوشی سے قبل آپ کی خوشی کو سمجھے اور ہر غم کو اپنا غم سمجھے، اور غم کو دور رکھ کر چٹان کی طرح ساتھ ہو۔

دوست وہ ہے جو دوست کو سمجھے، اسے جانے، زبان پر آنے سے قبل اس کا حال دل جان سکے۔ سچا دوست وہ ہوتا ہے جس کو کسی چیز کا لالچ نہ ہو، مطلبی نہ ہو، خود غرض نہ ہو۔

دوست وہ ہوتا ہے جو عقل مند ہو، خوددار ہو، زندگی کے اوتار چڑھاؤ میں ساتھ دینے والا ہو، سب سے بڑھ کر وہ آپ کے لیے سچا ہو۔ دوست مشکل وقت میں تسلی دے گا پر ایک بہترین دوست اس مشکل میں آپ کے شانہ بشانہ ہو گا۔

فضائل اعتکاف

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی ایک اہم خصوصیت اعتکاف ہے۔اعتکاف کی عبادت ایک ایسی عبادت ہے کہ اس میں انسان ہمہ وقت عبادت میں شمار ہوتا ہے کواہ وہ جاگ رہاہو یاسورہاہو۔اعتکاف اللہ رب العزت کی بندی بجالانے کاایک منفرد طریقہ ہے جس میں مسلمان دنیا کے ہر مشاغل، مصروفیات، کاروبار الغرض ہر معمول سے بلکل لاتعلق ہوکراللہ رب العزت کے گھر یعنی مسجد میں گوشہ نشین ہوجاتاہے۔

دل آستانہ الٰہی پر جھک جاتاہے اور زبان ذکرالٰہی سے تر ہوجاتی ہے، اعتکاف ایک جامع عبادت ہے،اعتکاف کی حقیقت خالق ارض وسماء ومالک الملک کے دربار عالی میں پڑ جانے کا نام ہے۔اعتکاف عاجزی ومسکنت اور تضرع وعبادت سے اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کابہترین کاذریعہ ہے۔اعتکاف دراصل انسان کی اپنی عاجزی کااظہار واللہ رب العزت کی کبریائی اوراس کے سامنے خود کوسپردگی کاامکان ہے۔

اعتکاف کا معنیٰ:

اعتکاف کالغوی معنیٰ "رکنااور قیام کرنا" ہے۔

شریعت کی اصطلاح میں "اعتکاف" ثواب کی نیت سے مسجد میں رکنے کا نام ہے۔(الجوھرۃ النیرۃ، 1/175 کتاب الصوم ط: قدیمی)

اعتکاف کی حقیقت:

اعتکاف کی حقیقت یہ ہے کہ ہر طرف سے یکسو ہو کر اللہ جکی طرف متوجہ ہو جائے اس کے در پر (یعنی مسجد کے کسی کونے میں) بیٹھ جائے اور سب سے الگ تنہائی میں اللہ رب العزت کی عبادت وذکر واذکار میں مشغول ہو جائے۔(معارف الحدیث، جلد ۵ ص ۱۱۷)

فضائل اعتکاف:

حضور ﷺ نے رمضان المبارک کے شروع کے دس دن کا اعتکاف کیا، پھر فرمایا کہ میں نے شبِ قدر کی تلاش میں شروع کے دس دن کا اعتکاف کیا، پھر درمیان کے دس دن کا اعتکاف بھی اسی واسطہ کیا تھا، پھر مجھے کسی بتانے والے (فرشتے) نے بتایا کہ وہ آخری دس دن میں ہے،(اس لیے آخری دس دن کا اعتکاف کرنا ہے) جو شخص تم میں سے اعتکاف کرنا چاہے کرلے، چنانچہ آخری دس دن کا اعتکاف فرمایا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتکاف کیا۔(مسلم، 1/370، ط قدیمی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے معتکف کے بارے میں ارشاد فرمایا:

"اعتکاف کرنے والا گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور (جن نیکیوں میں وہ اعتکاف کی وجہ سے شریک نہیں ہو سکتا، جیسے کہ جنازہ، تدفین، عیادت وغیرہ) ان میں اس کے لیے اتنی ہی نیکیاں لکھی جاتی ہیں جتنی کرنے والے کے لیے لکھی جاتی ہیں۔" (ابن ماجہ، باب فی ثواب الاعتکاف: ۱۷۱۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص ایک دن کا اعتکاف بھی اللہ کی رضا کے لیے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقوں کا فاصلہ فرما دیتے ہیں جن کی مسافت زمین و آسمان کی مسافت سے زیادہ ہے۔" (طبرانی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"رمضان المبارک کے آخری دس دنوں کے اعتکاف کرنے کا ثواب دو حج اور دو عمروں کے برابر ہے۔" (البیھقی، 1/220)

اعتکاف کی اقسام:

اعتکاف تین قسموں کا ہوتا ہے، واجب، سنت اور نفل۔رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اعتکاف سنت ہے، باقی دنوں کا اعتکاف نفل ہے،اور اگر کچھ دنوں کے اعتکاف کی منت مان لے،توان دنوں کا اعتکاف واجب ہو جاتا ہے۔(ھندیۃ،1/274،ط رشیدیہ)

اعتکاف کا مقصد:

اعتکاف کا مقصد شب قدر کی تلاش اور اس کی فضیلت کو حاصل کرنا ہے،اعتکاف کی حالت میں چونکہ پورا وقت مسجد میں گزرتا ہے،اس لیے اعتکاف کی حالت میں سونا اور آرام کرنا بھی عبادت میں شمار ہوتا ہے،اس لیے ہمیشہ اعتکاف کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

ازواجِ مطہرات کا اعتکاف:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرماتے تھے،وفات تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول رہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اہتمام سے اعتکاف کرتی رہیں۔(صحیح بخاری،1/271،ط قدیمی)

واضح رہے کہ ازواجِ مطہرات اپنے کمروں میں اعتکاف فرماتی تھیں، مسجد میں نہیں، اور خواتین کے لیے اعتکاف کی جگہ ان کے گھر کی وہی جگہ ہے، جو انہوں نے نماز کے لیے مقرر کر رکھی ہے، اگر گھر میں نماز کے لیے کوئی خاص جگہ مقرر نہیں ہے، تو اعتکاف کرنے والی خواتین کو اعتکاف کی جگہ مقرر کر لینی چاہیے۔(مرقاۃ المفاتیح، 4/523، ط حقانیہ، الھندیہ، 1/211، ط رشیدیہ)

مسائل اعتکاف:

احاطہ مسجد اور مسجد میں فرق:

مسجد کا اطلاق صرف چار دیواری، فرش اور صحن ہی پر ہوتا ہے، اور وہی شرعاً مسجد ہوتی ہے، اس کے علاوہ جو مسجد کی زمین کا احاطہ ہوتا ہے، وہ مسجد نہیں ہوتی، اس لیے معتکف کے لیے مسجد سے نکل کر احاطہ مسجد میں جانا جائز نہیں ہے، اور اگر وہاں چلا گیا، تو اعتکاف باطل ہو جائے گا۔

جب کسی مسجد میں اعتکاف کرنا ہو، تو پہلے مسجد کے متولی یا امام صاحب یا کسی عالمِ دین سے یہ معلوم کر لے کہ اصل مسجد کہاں تک ہے، کیونکہ مسجد ہمیشہ سب سے باہر کے دروازے تک ہی نہیں ہوتی ہے، مسجد اور چیز ہے، اور اس کا احاطہ اور چیز ہے، اس لیے جو حصہ شرعی مسجد کی حدود سے باہر ہو، وہاں پر اعتکاف کے دوران نہ جایا کرے۔(الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، 5/223، ط وزارۃ الاوقاف الکویت)

معتکف کا تلاوت وغیرہ کے لیے وضو کرنا:

اگر معتکف کے لیے مسجد کے اندر بیٹھ کر وضو کرنے کی کوئی ایسی جگہ ہو کہ پانی مسجد سے باہر گرے، مثلاً: معتکف مسجد کی حدود کے اندر رہے اور وضو کا پانی باہر زمین پر یا نالی پر گرے، یا کوئی ایسے بڑے ٹب یا برتن کی سہولت ہو کہ وضو کا پانی اس میں گرایا جائے،اور اسے وضو کے بعد کسی ذریعہ سے باہر ڈال دیا جائے، تو پھر معتکف کو وضو کے لیے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں ہے،اور اگر ایسی جگہ نہیں ہے، تو مسجد سے باہر جا کر وضو کرنا جائز ہے، خواہ فرض نماز کے لیے ہو، یا نفل یا تلاوت کے لیے،سب کا یہی حکم ہے۔

اگر مسجد سے متصل کوئی نالی ہو، یا پانی مسجد سے باہر جا کر گرنے کا راستہ ہو، مثلاً: مسجد کی حد کے اندر بیسن لگا ہوا ہو اور پانی نالی کے ذریعہ مسجد سے باہر چلا جاتا ہو، تو اس طرح وضو کرے کہ پانی مسجد میں نہ گرے، بلکہ نالی کے ذریعہ مسجد سے باہر گرے، تو یہ جائز ہے۔ یاد رہے کہ مسجد میں پانی گرانا جائز نہیں ہے، اور غیر معتکف کے لیے کسی صورت میں مسجد میں وضو کرنے کی اجازت نہیں ہے۔(الھندیۃ، 1/213،ط رشیدیہ البحر الرائق، 2/303،ط سعید)

مسجد میں پانی ختم ہو جائے:

مسجد میں وضو کا پانی ختم ہو گیا، تو جہاں سے جلدی لا سکتا ہو، وہاں جا کر پانی لا سکتا ہے، اور اگر گھر جانا پڑے، تو گھر بھی جانا جائز ہے، خواہ وہیں وضو کر کے آجائے یا مسجد میں آکر وضو خانے پر بیٹھ کر وضو کرلے، درمیان میں کہیں بلاضرورت نہ ٹھہرے۔(البحرالرائق، 2/301، ط سعید)

معتکف کو احتلام ہو جائے تو کیا کرے؟

معتکف کو اگر احتلام ہو جائے، تو اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا، معتکف کو چاہیے کہ آنکھ کھلتے ہی تیمم کرے، جس کے لیے یا تو پہلے ہی سے ایک کچی یا پکی اینٹ رکھ لی جائے، ورنہ مجبوری کی وجہ سے مسجد کے صحن یا دیوار پر ہاتھ مار کر مسنون طریقہ کے مطابق تیمم کرے، پھر غسل کا انتظام کرے۔(البحرالرائق، 1/195، ط سعید)

سردیوں میں احتلام ہو جائے اور ٹھنڈے پانی سے نقصان کا اندیشہ ہو، اور مسجد میں گرم پانی کا انتظام نہ ہو، تو معتکف تیمم کر کے مسجد میں ہی رہے اور اپنے گھر اطلاع کردے، تاکہ گرم پانی کا انتظام ہو جائے، اگر قرب و جوار میں کوئی گرم حمام ہو، تو قریب والی دکان پر غسل کر کے آسکتا ہے، اگر ہو سکے تو حمام والے کو اپنے آنے کی اطلاع کردے اور غسل کر کے فوراًواپس آجائے۔(الھندیۃ، 1/28، ط رشیدیہ)

اعتکاف میں نہانے کا حکم:

اعتکافِ مسنون میں غسلِ واجب کے علاوہ کسی اور غسل کے لیے مسجد سے نکلنا درست نہیں ہے۔

ٹھنڈک کے لئے غسل کی نیت سے جانا معتکف کے لئے جائز نہیں، البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ جب پیشاب کا تقاضا ہو تو پیشاب سے فارغ ہو کر غسل خانے میں دو چار لوٹے بدن پر ڈال لیا کریں، جتنی دیر میں وضو ہوتا ہے، اس سے بھی کم وقت میں بدن پر پانی ڈال کر آجایا کریں، الغرض غسل کی نیت سے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں، طبعی ضرورت کے لئے جائیں تو بدن پر پانی ڈال سکتے ہیں۔

اسی طرح اگر گرمی کی وجہ سے غسل کی شدید ضرورت ہو تو مسجد میں بڑا برتن رکھ کر اس میں بیٹھ کر اس طرح غسل کر لے کہ استعمال کیا ہوا پانی مسجد میں نہ گرے، یا تولیہ بھگو کر نچوڑ کر بدن پر مل لے، اس سے بھی ٹھنڈک حاصل ہو جائے گی۔ (کذا فی فتاوی عثمانی، 2/196رد المحتار، 2/446، ط سعید)

تیمارداری کے لیے جانا:

معتکف کی بیوی، والدین یا اولاد سخت بیمار ہو گئے، ان کی تیمارداری کے لیے کوئی نہیں، اور معتکف مجبور ہو کر ان کی تیمارداری کے لیے مسجد سے باہر نکلا، تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا، اگرچہ گنہگار نہیں ہو گا، لیکن قضا لازم ہو گی۔ (الھندیہ، 1/212، ط رشیدیہ)

معتکفہ عورت کا کھانا بنانا اور گھر والوں کے ساتھ سحری اور افطاری کرنا:

عورت اپنے گھر والوں کے لیے اعتکاف کی جگہ میں رہتے ہوئے کھانا بھی پکا سکتی ہے اور ان کے ساتھ مل کر اعتکاف کی جگہ پر سحری اور افطاری بھی کر سکتی ہے، لیکن اپنے اعتکاف کی جگہ سے باہر نکل کر گھر والوں کے لیے سحری اور کھانا وغیرہ نہیں بنا سکتی، اور نہ ہی اعتکاف کی جگہ سے باہر نکل کر گھر والوں کے ساتھ سحری وافطاری کر سکتی ہے۔

اگر عورت اکیلی ہو، اور اس کے لیے کوئی کھانا بنانے والا موجود نہ ہو، تو ایسی صورت میں اعتکاف سے باہر نکل کر اپنے لئے کھانا بنانے کی گنجائش ہے، لیکن اس صورت میں بھی بہتر یہی ہے کہ وہ اپنی جگہ ہی پر کھانے پکانے کا نظم بنائے اور مجبوری کی صورت میں اگر نکلنا پڑے تو جلد از جلد کام کو نمٹا کر اپنے اعتکاف کی جگہ پر پہنچنے کی کوشش کرے۔(الھندیۃ، 211/1)

اعتکاف کے دوران عورت کا حیض شروع ہو جائے، تو کیا کرے؟

اگر کوئی عورت اعتکاف میں بیٹھے، اور اعتکاف کے دنوں میں اس کے حیض کے دن شروع ہو جائیں، تو اعتکاف ختم ہو جائے گا، کیونکہ اعتکاف کے لئے حیض وغیرہ سے پاک ہونا ضروری ہے، البتہ جس دن حیض آیا ہے، اس ایک دن اور ایک رات کے اعتکاف کی قضا کرنا لازم ہوگا۔(ھندیۃ، 1/211، ط رشیدیہ)

معتکف کا ڈاکٹر کے پاس جانا:

اگر معتکف اس قدر بیمار ہو کہ ڈاکٹر کے پاس جائے بغیر کوئی چارہ نہ ہو، اور وہ مسجد سے نکل کر ڈاکٹر کے پاس چلا جائے، تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا، قضا لازم ہو گی، البتہ گناہ نہیں ہو گا۔(البحر الرائق، 2/302-303ط:سعید)

معتکف کا جمعہ کے غسل کے لئے نکلنا:

رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے، اس میں واجب غسل کے علاوہ جمعہ وغیرہ کے غسل کے لئے نکلنے کی اجازت نہیں ہے، اگر نکلے گا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا، ایک دن ایک رات اعتکاف کی قضا روزے کے ساتھ کرنا لازم ہو گا۔(الدر المختار، 2/444-445، ط:سعید)

اعتکاف ٹوٹنے پر قضا کا حکم:

اگر کوئی شخص رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کی نیت سے بیٹھے اور اس کا اعتکاف کسی عذر کی وجہ سے ٹوٹ جائے، تو جس دن کا اعتکاف فاسد ہوا ہو، اسی روز کی قضا واجب ہو گی، پھر اگر رمضان کے کچھ ایام باقی ہوں، تو ان میں وہ قضا کی نیت کرکے ایک دن اور ایک رات کا اعتکاف کر سکتا ہے، ورنہ جب موقع ہو، ایک نفلی روزہ رکھ کر اس ایک دن ایک رات کے اعتکاف کی قضا کر لے۔(الشامی، 2/444، ط سعید)

نفل اعتکاف کی قضا واجب نہیں، کیونکہ نفل اعتکاف مسجد سے نکلنے سے نہیں ٹوٹتا، بلکہ ختم ہو جاتا ہے اور اعتکاف ختم ہونے کی صورت میں قضا لازم نہیں ہوتی۔(الھندیۃ،1/214،ط رشیدیہ)

نذر کا اعتکاف خواہ معین ہو یا معین نہ ہو، ٹوٹ جانے کی صورت میں نئے سرے سے تمام دنوں کی قضا روزے کے ساتھ لازم ہو گی، کیونکہ نذر کے اعتکاف میں تسلسل لازم ہے۔(البحر الرائق،2/306،ط سعید)

اعتکاف کے فوائد:

1) اعتکاف کرنے والے کے لیے شب قدر کو تلاش کرنا آسان ہے۔

2) اعتکاف کرنے والے کو مسجد سے اُنسیت پیدا ہوتی ہے اور اس کا دل مسجد میں اٹکنے لگ جاتا ہے جو روز محشر عرش کا سایہ پانے کا ذریعہ ہے۔

3) اعتکاف کرنے والے کو شب بیداری، تہجد، نوافل کی عادت ہو جاتی ہے

4) اعتکاف کرنے والے کو دنیا سے بے رغبتی، اللہ کی طرف توجہ اور ذکر اللہ کی توفیق نصیب ہوتی ہے

5) اعتکاف کرنے والے کو فضول گویائی، نفسانی خواہشات اور گناہ سے بچنے کی توفیق ہو جاتی ہے

6) اعتکاف کرنے والے کو خلوت و تنہائی میسر آجاتی ہے جس میں وہ ندامت کے آنسو بہا کر توبہ کرنے کے مواقع میسر ہو جاتے ہیں

7) اعتکاف کرنے والے کو جائز دُنیاوی اُمور اور مرغوب چیزیں چھوڑنے کی بناپر دنیا سے بے رغبتی پیدا ہو جاتی ہے۔

8) اعتکاف کرنے والے کے دل کی اصلاح اور اس کے دل میں فکر آخرت پیدا ہوتی ہے۔

9) سنت سمجھ کر اعتکاف میں بیٹھنے والے کے دل میں محبت اور عشق رسول ﷺ کے جزبات پیدا ہوتے ہیں۔

10) اعتکاف کرنے والے میں زندگی تبدیل کرنے اور اپنے آپ کو شریعت مطہرہ کے سانچے میں ڈھالنے کا جزبہ پیدا ہوتا ہے۔

معتکف سے چند گزارشات:

1) ہمہ وقت اللہ کی طرف رجوع رکھیں، اپنے گناہوں پر ندامت کے آنسو بہائیں، اللہ رب العزت کے سامنے دست بازو پھلائیں، گڑ گڑائیں، تلاوت قرآن کریں، ذکر اللہ میں مشغول ہو جائیں۔

2) یہ وقت ہوتا ہے اللہ کو راضی کرنے کا، اپنے گناہ بخشوانے کا، اللہ کی طرف لو لگانے گا، اللہ سے مانگنے کا، اللہ کا منانے کا، رب کے سامنے سر بسجود ہو جانے کا۔

3) اس وقت کو غنیمت جانیں، سُو کر، دوستوں کو بلا کر گپ شپ لگا کر، یا موبائل پر وقت کو گزارنے کا موقع نہیں اگر یہ قیمتی موقع ان فضول کاموں میں ضائع کر دیا تو یاد رکھیے گا کہ رمضان آجائے گا پر شاید ہم نہ ہونگے، یہ موقع نہ ہو گا، یہ لمحات نہ ہونگے۔

4) جو وقت ملااس کو غنیمت جان کراس سے مکمل استفادہ حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

5) معتکف مسجد کے آداب کا مکمل خیال کرے۔

6) مسجد میں فضول بحث ومباحثہ سے اجتناب کرے۔

7) مسجد میں سیاسی گفتگو سے پرہیز کرے۔

8) مسجد میں عبادات اور اللہ کو راضی کرنے کی کوشش کرے۔

9) مسجد میں دوست احباب کی مجلس سجا کر گپ شپ لگانے سے مکمل اجتناب کرے۔

10) مسجد کی صاف ستھرائی کا ضرور خیال رکھے۔

11) مسجد میں ضرورت کے علاوہ موبائل فون کے استعمال سے اجتناب کرے۔

12) مسجد میں بوقت نماز ، نماز تراویح میں خیمہ میں بستر لگا کر سونے سے مکمل پرہیز کرے۔

دعاہے اللہ پاک ہم سب کو سنت کے مطابق اعتکاف کرنے کی توفیق عطا فرمائے،اور ان لمحات سے مکمل استفادہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ثم آمین

استاد کی فضیلت

اُستاد ایک چراغ ہے جو تاریک راہوں میں روشنی کے وجود کو برقرار رکھتا ہے۔ اُستاد وہ پھول ہے جو اپنی خوشبو سے معاشرے میں امن ومحبت و دوستی کا پیغام پہنچاتا ہے۔ اُستاد ایک ایسا رہنما ہے جو آدمی کو زندگی کی گمراہیوں سے نکال کر منزل کی طرف گامزن کرتا ہے۔

استاد کو ہر زمانے میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا رہا ہے. استاد کی اہمیت اور ان کا مقام و مرتبہ کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ وہ ہماری شخصیت سازی اور کردار سازی میں معاون مددگار ثابت ہوتا ہے. استاد ہر ایک طالب علم کو ویسے ہی سنوارتا ہے جیسے ایک سونار دھات کے ٹکڑے کو سنوارتا ہے. استاد علم کے حصول کا براہِ راست ایک ذریعہ ہے اسلئے انکی تکریم اور ان کے احترام کا حکم دیا گیا ہے۔

استاد کی فضیلت قرآن و حدیث کی روشنی میں؛

اسلام نے دنیا کو علم کی روشنی عطا کی، استاد کو عظمت اور طالب علم کو اعلیٰ و ارفع مقام عطا کیا ہے، نبیِ کریم ﷺ نے اپنے مقام و مرتبہ کو ان الفاظ میں بیان فرمایا

"مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے" (ابن ماجہ۔229)۔

اسلام نے استاد کو روحانی والد قرار دے کر ایک قابل قدر ہستی، محترم و معظم شخصیت، مربی ومزکّی کی حیثیت عطا کی۔ معلّم کے کردار کی عظمت واہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس عالم رنگ و بو میں معلّم اوّل خود رب کائنات ہیں، چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہے،

اور اُدم ؑ کو اللہ کریم نے سب چیزوں کے اسماء کا علم عطاء کیا۔(البقرہ۔31)۔

معلّم کائنات نے انسانیت کی راہنمائی اور تعلیم کے لیے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام کو معلّم و مربّی بنا کر بھیجا، ہر نبی شریعت کا معلّم ہونے کے ساتھ ساتھ کسی ایک فن کا ماہر اور معلّم بھی ہوتا تھا جسے حضرت اُدم ؑ دنیا میں زراعت، صنعت و حرفت کے معلّم اوّل تھے، کلام کو ضبط تحریر میں لانے کا علم سب سے پہلے حضرت ادریس ؑ نے ایجاد کیا، حضرت نوح ؑ نے لکڑی سے چیزیں بنانے کا علم متعارف کروایا، حضرت ابراہیم ؑ نے علم مناظرہ اور حضرت یوسف ؑ نے علم تعبیر الرؤیا کی بنیاد ڈالی۔ خاتم الانبیاء ﷺ نے معلّم کو انسانوں میں بہترین شخصیت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا

تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سیکھائے۔(بخاری۔5027)

''وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ''۔(آل عمران: ۱۶۴)

''اور وہ (نبی) ان کو کتاب (قرآن) اور حکمت (سنت) کی تعلیم دیتے ہیں۔''

اور

''وإنما بعثت معلماً''

"اوراس کے سوانہیں کہ مجھے تو بھیجا گیا ہے (دین) سکھلانے کے لیے۔" (سنن ابن ماجہ، مقدمۃ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، ص: ۲۱، ط: قدیمی)

استاد ہونا ایک بہت بڑی نعمت اور عظیم سعادت ہے۔ معلّم کو اللہ اور اس کی مخلوقات کی محبوبیت نصیب ہوتی ہے، مخبر صادق ﷺ نے استاد کی محبوبیت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ لوگوں کو بھلائی سیکھانے والے پر اللہ ،ان کے فرشتے ، آسمان اور زمین کی تمام مخلوقات یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں پانی میں رحمت بھیجتی اور دعائیں کرتی ہیں۔ (ترمذی۔ 2675)

نبی کریم ﷺ کے بعد خلفائے راشدین اور تابعین و تبع تابعین نے بھی استاد کی تعظیم و تکریم کی مثال قائم کی خلفاء اسلام کے زمانے میں معلّمین کو اتنی زیادہ اہمیت حاصل تھی کہ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ معلّمین کو درس وتدریس کے ساتھ ساتھ اعلیٰ انتظامی امور اور عہدوں پر فائز کرتے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰؓ کا قول ہے کہ جس نے مجھے ایک حرف بھی پڑھا دیا میں اس کا غلام ہوں خواہ وہ مجھے آزاد کر دے یا بیچ دے۔ (تعلیم المتعلم۔ 21)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اساتذہ کے سامنے تواضع اور انکساری کا اظہار کرتے تھے، علم حدیث کے لیے ان کے گھروں کی دہلیز پر بیٹھ جاتے اور استاد کے نکلنے کا انتظار کرتے رہتے، ہوا سے چہرے پر گرد اور مٹی پڑتی رہتی تھی، جب وہ حضرات اپنے کام سے باہر نکلتے تو آپ کو منتظر اور طالب علم پاتے اور آپ استاذ کے سامنے یوں گویا ہوتے کہ میں علم کا طالب ہوں، میرا دل نہ چاہا کہ آپ میری وجہ سے اپنی ضروریات سے فارغ ہونے سے پہلے آئیں (دارمی)

حضرت مغیرہؒ کہتے ہیں کہ ہم استاد سے اتنا ڈرتے اور ان کا اتنا ادب کرتے تھے جیسا کہ لوگ بادشاہ سے ڈرا کرتے ہیں۔ حضرت یحییٰ بن معینؒ بہت بڑے محدث تھے امام بخاریؒ اُن کے متعلق فرماتے ہیں کہ محدثین کا جتنا احترام وہ کرتے تھے اتنا کرتے ہوئے میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ امام ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ میں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ جو استاد کی قدر نہیں کرتا وہ کامیاب نہیں ہوتا۔ (تعلیم المتعلم 22)

ادب استاد ائمہ امت کی نظر میں؛

امام اعظم ابو حنیفہؒ اپنے استاد کا اتنا ادب کرتے تھے کہ کبھی استاد کے گھر کی طرف پاؤں کرکے نہیں سوئے۔

فقہ حنفیہ کی مشہور کتاب ھدایہ کے مصنف، شیخ الاسلام برہان الدینؒ بیان فرماتے ہیں کہ ائمہ بخارا میں سے ایک امام دوران درس بار بار کھڑے ہو جاتے، شاگردوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میرے استاد کا لڑکا گلی میں بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے جب مسجد کے دروازے کے سامنے آتا ہے میں اپنے استاد کی وجہ سے ادب میں کھڑا ہو جاتا ہوں۔

حضرت شیخ الہند محمود حسنؒ علم و فضل، تقوٰی و طہارت، جہد و عمل، تواضع وانکساری میں منفرد مقام کے حامل تھے، شیخ العرب والعجم حضرت حسین احمد مدنیؒ کو دیکھا گیا کہ باوجود اتنے بڑے منصب پر فائز ہونے کے اپنے استاد شیخ الھندؒ کے گھر کا پانی اپنے سر پر اٹھا کر لے جاتے تھے۔

ابن وہبؒ فریا کرتے تھے مجھے جو کچھ بھی ملاامام مالکؒ کی وجہ سے ملا۔امام ربیعؒ فرماتے ہیں مجھے کبھی اپنے استادامام شافعیؒ کے سامنے پانی پینے کی جرات نہ ہوئی۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں ادب کی وجہ سے کتاب کا ورق آہستہ سے الٹتا تھا کہ کہیں میرے استاد کو اسکی آواز نہ سنائی دے۔

امام احمد بن حنبلؒ ایک مرتبہ کسی وجہ ٹیک لگا کر تشریف فرما تھے۔گفتگو کے دواران کسی نے امام احمد بن حنبلؒ کے استاد ابراہیم بن طعمانؒ کا نام لے لیا۔اپنے استاد کا نام سنتے ہی امام احمد بن حنبلؒ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا:

میرے لیے یہ نازیبا بات ہو گی کہ میرے سامنے بڑوں کا نام لیا جائے اور میں ٹیک لگا کر بیٹھا رہوں۔(باادب بانصیب ۹۵)

علماء کرام یہاں تک فرماتے ہیں کہ استاد طالب علم کے سامنے کوئی نکتہ بیان کرے اور وہ نکتہ طالب علم کو معلوم بھی تو تب بھی وہ استا کے سامنے ایسے ظاہر کرے جیسے اسے معلوم نہ تھا۔

بعد از تعلیم استاد سے ملاقات؛

استاد کے حقوق میں اسے ایک حق یہ بھی کہ طالب علم اپنی تعلیم سے فراغت کے بعد بھی اپنے استاد سے ملاقات کرتا رہے۔

شاہ عبدالرحمن محدث پانی پتیؒ اپنے زمانہ طالب علمی میں پانی پت سے سہارنپور تشریف لائے۔وقت رخصت اپنے تمام اساتذہ سے ملاقات فرمائی مگر ایک استاد جن سے ابتدائی کتب پڑھیں ان سے ملاقات نہ کر سکے۔جب پانی پت پہنچ کر تعلیم کا آغاز کیا تو سبق یاد کرنے میں دشواری ہونے لگی، کئی دن اسی پریشانی میں گزر گئے۔اچانک یاد آیا استاد صاحب سے ملاقات نہ کر سکا تو فوراً معذرت نامہ لکھا۔استاد نے جواباً لکھا جب آپ دوسرے اساتذہ سے ملاقات کر کے گئے اور مجھ سے ملاقات نہ ہوئی تو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ مجھے چھوٹا استاد سمجھ کر نظر انداز کر گئے ہوں۔ آپ کے معذرت نامہ سے مجھے شرح صدر حاصل ہوا میں آپ کے لیے دعاگو رہوں گا۔فرماتے ہیں جیسے ہی یہ خط ملا تو مجھے ذہنی سکون ملا اور سبق یاد کرنے میں دشواری بھی ختم ہو گئی۔(باادب بانصیب ۹۵)

امام حلوائیؒ نے جب بخارا چھوڑا اور دوسری جگہ منتقل ہوئے تو امام زرنوجیؒ کے سوا تمام شاگرد ملاقات کو پہنچے۔کچھ مدت کے بعد امام زرنوجیؒ کی ملاقات اپنے استاد امام حلوائیؒ سے ہوئی تو امام زرنوجیؒ نے معذرت کی کہ فلاں مجبوری کے تحت نہ آسکا۔امام حلوائیؒ کے جواباً کہا آپ کو عمر تو لمبی نصیب ہو گی مگر درس نصیب نہ ہوا۔چنانچہ ایسا ہی ہوا۔(شرح الطریقۃ المحمدیہ)

استاد کی خدمت کو اپنے لیے فلاح دارین سمجھیے؛

حضرت حماد بن سلمہؒ کی ہمشیرہ فرماتی ہیں کہ حضرت حمادؒ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے استاد تھے ،اور اسی وجہ سے اماا عظم ابو حنیفہؒ گھر کے بہت سے کام کر دیا کرتے تھے۔اس وقت یہ بات کوئی

نہیں سمجھ سکتا تھا کہ حماد بن سلمہ کا یہ خدمتگار شاگرد ایک دن عالم اسلام کا مخدوم بنے گا۔(باادب با نصیب:۹۸)

خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے بیٹے کو حضرت اصمعیؒ کے پاس تربیت کے لیے بھیجا۔ایک دن خلیفہ ہارون الرشید آیا تو دیکھا وقت کا شہزادہ حضرت اصمعیؒ کو وضو کرا رہا ہے۔شہزادہ پانی ڈال رہا ہے اور حضرت اصمعیؒ پاؤں پر ہاتھ مل رہے ہیں۔خلیفہ نے یہ منظر دیکھ کر حضرت اصمعیؒ سے کہا حضرت اگر آپ اس کو تربیت کے ساتھ ادب سکھلاتے تو کتنا اچھا ہوتا۔حضرت والاؒ نے جواب دیا یہ پانی ڈال تو رہا ہے۔خلیفہ نے کہا کہ حضرت آپ اس کو حکم فرماتے کہ یہ ایک ہاتھ سے پانی ڈالتا اور دوسرے ہاتھ سے پاؤں دھوتا۔(باادب بانصیب:۹۸)

قاضی امام فخر الدین ارسابندیؒ شہر ''مرد'' کے امام الائمہ تھے۔وقت کا بادشاہ آپؒ کی بہت تعظیم و تکریم کیا کرتا تھا۔قاضی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے استاد قاضی امام ابو یزید دبوسیؒ کی بہت خدمت کیا کرتا تھا۔میں نے تیس سال اپنے استاد کے گھر کا سالن پکایا اور اس میں سے کچھ بھی نہ کھایا۔اس خدمت کہ وجسہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ رُتبہ دیا ہے کہ بادشاہ میرا ادب اور تعظیم کرتا ہے۔(باادب بانصیب ۹۹)

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اپنے استاد شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ کے ساتھ مالٹا کی جیل میں قید تھے۔موسم سرد ہونا شروع ہوا۔شیخ الہندؒ صبح جب تہجد کے لیے اٹھتے تو پانی ٹھنڈا ہوتا تھا۔حضرت مدنیؒ نے پانی کو گرم کرنے کے یہ طریقہ تلاش کیا کہ ایک

برتن میں پانی بھر لیتے، پانی کو پیٹ کے پاس رکھتے اور دونوں بازؤں سے پکڑ کر سجدہ کی حالت میں سو جاتے اور صبح پانی اس قابل ہو جاتا کہ وضو کیا جا سکے اور اسی پانے سے اپنے استاد کو وضو کراتے۔ایک دن حضرت مدنیؒ کو نیند آگئی تو صبح ٹھنڈے پانے سے وضو کرایا۔تو استاد نے کہا کیا پانی وہیں سے لائے ہو جہاں سے پہلے لاتے تھے ؟تب حضرت مدنیؒ نے کہا میں معافی چاہتا ہوں کہ آج پانی نہ رکھ سکا۔تب جا کر حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کو معلوم ہوا کہ شاگرد اپنے استاد کو گرم پانی مہیا کرنے کی خاطر ساری رات سجدہ میں گزار دیا کرتا تھا۔(باادب بانصیب ۹۹)

لالہ مدھورام جوہر نے کہا تھا:

وہی شاگرد پھر ہو جاتے ہیں استاد اے جوہرؔ
جو اپنے جان و دل سے خدمت استاد کرتے ہیں

ہر فن، ہر علم، ہر ہنر استاد کے بغیر ادھورا ہے۔ کسی نے کا خوب کہا ہے:

دیکھا نہ کوہ کن کوئی فرہاد کے بغیر
آتا نہیں ہے فن کوئی استاد کے بغیر

استاد غم خوا،استاد رہبر،استاد ہمدم ہوتا ہے۔ استاد قوم بناتا ہے،استاد قوموں کا معمار ہوتا ہے۔

رہبر بھی یہ ہمدم بھی یہ غم خوار ہمارے

استاد یہ قوموں کے ہیں معمار ہمارے

استاد انسان کو تراشتا ہے، استاد نکھارتا ہے، استاد اس کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ معاشرہ کے اندر سُرخرو ہو، معاشرہ کے اندر کامیابیاں سمیٹے اور معاشرہ سیدھے راستے پر گامزن کرے۔ راقم الحروف آج جس مقام پر بھی ہے اس میں میرے شیخ و مربی، میرے استاد، میرے والد محترم حضرت مولانا خادم حسین صاحب مد ظلہ العالی کا اور میرے تمام اساتذہ کی محنت اور ان کی دعاؤں کا ثمر ہے۔ اگر دو سطور میں اپنے اساتذہ کے بارے میں لکھوں تو یہ شعر میرے اساتذہ کی شخصیت پر موزوں ٹھہرتا ہے۔

جن کے کردار سے آتی ہو صداقت کی مہک
ان کی تدریس سے پتھر بھی پگھل سکتے ہیں

دعا گو ہوں اللہ پاک ہم سب کو اساتذہ کرام کی خدمت، ادب واحترام اور ان سے ہمیشہ سیکھتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمارے اساتذہ کا سایہ ہم پر قائم ودائم فرمائے۔ آمین

ہمیں یہ زیب نہیں دیتا

اسلام ایک ایسا پاکیزہ اور مکمل دین ہے جو انسانیت کی اصلاح و فلاح کے لئے اتارا گیا ہے اس کے اندر تمام تر انسانی وسائل کا حل موجود ہے، خواہ ان کا تعلق انفرادی زندگی سے ہو یا اجتماعی زندگی سے، خواہ ان کا تعلق خوشی کے افعال سے ہو یا غم کے احوال سے، اسلام ہر مسئلے کو بہت ہی نرالے اور واضح انداز میں بیان کرتا ہے۔

دنیا میں دو قسم کا کیلنڈر موجود ہے۔ ایک ہجری کیلنڈر اور دوسرا عیسوی کیلنڈر۔ مسلمانوں کا اصلی کیلنڈر عیسوی نہیں ہجری ہے۔ ہجری کیلنڈر کا آغاز محرم سے ذی الحجہ مہینہ کے اختتام پر ہوتا ہے اور اس اسلامی نئے سال کے آغاز میں عرب ایک دوسرے کو دعا دیتے ہیں۔ اور اس اسلامی نئے سال کے آغاز میں ہم کو دو کام کرنا چاہئے؛

(1)ماضی کا محاسبہ

(2)مستقبل کا لائحہ عمل

جبکہ عیسوی کیلنڈر کاآغاز جنوری سے اور اختتام دسمبر کے مہینے پر ہوتا ہے۔ لوگ بڑی شدت سے نئے سال کا انتظار کررہے ہیں، غیر مسلموں کے ساتھ بہت سے مسلمان حتیٰ کہ بعض حکومتیں بھی اس نئے سال کا جشن منانے کی تیاری کرتی ہیں۔

آیئے ! پہلے ہم اس "نیوایئر" کی تاریخ دیکھتے ہیں: دراصل اس نیوایئر نائٹ کاآغاز انیسویں صدی کے آغاز میں نیوی کے نوجوان کی طرف سے کیا گیا، برطانیہ کی رائل نیوی کے نوجوانوں کا زیادہ حصہ بحری جہازوں میں گزرتا تھا، یہ لوگ سمندر کے تھکادینے والے سفر سے بیزار ہو جاتے تھے تو جہازوں کے اندر ہی اپنی دلچسپی کا سامان تیار کر لیتے تھے، یہ لوگ تقریبات کے مواقع تلاش کرتے رہتے تھے، سالگرہ، ویک اینڈ اور کرسمس کا اہتمام کرتے، انہیں تقریبات کے دوران کسی نے یہ کہا: کیوں نہ ہم سب مل کر نئے سال کو خوش آمدید کہیں، انہیں یہ تجویز اچھی لگی لہٰذا دسمبر کی ۳۱تاریخ سارا عملہ اکٹھا ہوااور جہاز کا ہال روم سجا کر میوزک کا انتظام کرکے ایک دوسرے کو نئے سال کی مبارک باد دی۔ برٹش رائل نیوی کے جہاز سے شروع ہونے والا یہ تہوار دوسرے دوسرے جہازوں پر پہنچا، اوراس طرح یہ دنیا میں منایا جانے والا تہوار بن گیا، اگرچہ یہ عیسائیوں کی ایک رسم ہے جواب مسلمانوں میں بھی کافی مقبول ہو چکی ہے۔

نئے سال کی آمد آمد پر استقبالیہ جشن کی تیاریاں زور و شور سے چل رہی ہیں دنیا بھر میں رنگ برنگی لائٹوں اور برقی قمقموں سے سجاوٹ ہو رہی ہے ۳۱دسمبر کی رات میں ۱۲ بجنے کا شدت سے انتظار کیا جائے گا اور ۱۲ بجتے ہی ایک دوسرے کو مبارک باد دی جائے گی، کیک کاٹا جائے گا، ہر

طرف ہیپی نیو ائیر کی صدا گونجے گی آتش بازیاں کی جائیں گی۔ فضول خرچی کے ریکارڈ توڑے جائیں گے، آتش بازی اور پارٹیوں کے نام پر سبقت لی جائے اور رب کی ناراضگی مول لی جائے گی۔

افسوس! صد افسوس اس امت کے کروڑوں روپے صرف ایک رات میں ضائع ہو جاتے ہیں۔ خوشیاں منانے کے نام پر اللہ تعالی کی نافرمانیاں کر کے اپنے کندھوں پہ گناہوں کا بوجھ اٹھا لیتے ہیں، اور کئی لوگوں کو اس موقعہ پر اپنی جان تک گوانی پڑتی ہیں۔آج مسلم قوم بھی اس رات کے لئے ہزاروں لاکھوں خرچ کر رہی ہے، اگر ان کا یہی مال غریبوں اور مجبوروں کے کاموں میں ان کی مدد میں خرچ ہو تو اس سے اللہ بھی راضی اور زندگی کا کچھ مقصد بھی حاصل ہو۔ یاد رکھیے! کتاب و سنت کے مطابق کیا گیا لمحہ کا عمل کتاب و سنت کے خلاف کیے ہوئے صدیوں کے عمل سے بہتر ہے۔

مالک کائنات نے ہر چیز کی ایک حد مقرر فرمائی ہے، کہ اس حد سے آگے نہ بڑھو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"يَا بَنِيْ آدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا إِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ" (الاعراف:۳۱)

ترجمہ: ”اے آدم کی اولاد! تم مسجد کی حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ نکلو، بیشک اللہ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“

یعنی جو تمہارے لیے حدود مقرر کی گئی ہیں انہیں میں رہو اور ان سے نکلنے کی کوشش مت کرو کیونکہ حد سے نکلنے کی ادا رب کو پسند نہیں۔

مال کا اسراف کرنا یعنی فضول خرچی کرنا یہ مسلمان کا شیوہ نہیں بلکہ اسراف کرنے والے کو رب تعالیٰ نے شیطان کا بھائی قرار دیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ" (الاسراء:۲۶،۲۷)

ترجمہ:"اور مال کو بے جا خرچ نہ کرو، بے شک بے جا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔"

علامہ نحلاوی صاحب لکھتے ہیں:

ترجمہ:"اسراف کی مذمت کی اصل وجہ یہ ہے کہ مال دراصل اللہ تعالیٰ کی نعمت اور آخرت کے لیے کھیتی کے مانند ہے، جب مال اللہ کی نعمت ہے تو اس میں اسراف دراصل اللہ تعالیٰ کی نعمت کی بے توقیری، ناقدری اور ناشکری ہے جو اللہ کی ناراضگی، غصہ اور عتاب کا ذریعہ ہے۔ ناقدری اور ناحق شناسی کی وجہ سے ملنے والے سے واپسی کا تقاضا کرتی ہے، جیسا کہ قدردانی اور نعمت کی حفاظت کی وجہ سے نعمت برقرار اور زیادہ ہوتی ہے۔ باری تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ

"اگر تم شکر گزاری کرو گے تو اور زیادہ دوں گا۔"(سورۃ ابراہیم 7)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ"۔ (ترمذی ۲/۵۸ قدیمی)

ترجمہ: آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ فضول چیزوں سے بچے۔

لیکن آج کا مسلمان نئے سال کی آمد پر جشن مناتا ہے، اسراف کرتا ہے، خوشیاں مناتا ہے کیا اس کو یہ معلوم نہیں کہ اس نئے سال کی آمد پر اس کی زندگی کا ایک برس کم ہو گیا ہے، زندگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ایک بیش قیمتی نعمت ہے اور نعمت کے زائل یا کم ہونے پر جشن نہیں منایا جاتا بلکہ افسوس کیا جاتا ہے۔

گزرا ہوا سال تلخ تجربات، حسین یادیں، خوشگوار واقعات اور غم والم کے حادثات چھوڑ کر رخصت ہو جاتا ہے اور انسان کو زندگی کی بے ثباتی اور ناپائیداری کا پیغام دے کر الوداع کہتا ہے۔ سال ختم ہوتا ہے تو حیات مستعار کی بہاریں بھی ختم ہو جاتی ہیں اور انسان اپنی مقررہ مدت زیست کی تکمیل کی طرف رواں دواں ہوتا رہتا ہے۔

ہمیں تو یہ جشن منانا، یہ آتش بازی کرنا، یہ فضول خرچی کے پہاڑ توڑنا نہیں سکھایا گیا، بلکہ ہمیں یہ سکھایا گیا کہ اگر دن گزر جائے اور تم اپنے اعمال میں اضافہ نہ دیکھ سکو تو نادم ہو جاؤ کہ ایک قیمتی دن رخصت ہو گیا اور میرے اعمال میں نیکی کا اضافہ اور گناہوں میں کمی نہ ہوئی۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کسی چیز پر اتنا نادم اور شرمندہ نہیں ہوا جتنا کہ ایسے دن کے گزرنے پر جس کا سورج غروب ہو گیا جس میں میرا ایک دن کم ہو گیا اور اس میں میرے عمل میں اضافہ نہ ہو سکا۔ (قیمۃ الزمن عند العلماء، ص: ۲۷)

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ: اے ابن آدم! توایام ہی کا مجموعہ ہے، جب ایک دن گزر گیاتو یوں سمجھ تیراایک حصہ بھی گزر گیا۔(قیمۃالزمن عندالعلماء، ص:۲۷)

مسلمانوں کو دوسری قوموں کی مشابہت سے بچنے کی سخت ضرورت ہے؛اس لیے کہ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو غیروں کی اتباع اور مشابہت اختیار کرنے سے بچنے کا حکم دیاہے۔ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ"۔ (ابو دؤد ۲/۲۰۳ رحمانیہ)

ترجمہ: جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی تو وہ انھیں میں سے ہے۔

نئے سال کی آمد پر ایک مسلمان کو دو چیزیں لازمی کرنی چاہئیں۔ سب سے پہلے ماضی کا احتساب کیونکہ نیاسال ہمیں دینی اور دنیوی دونوں میدانوں میں اپنا محاسبہ کرنے کی طرف متوجہ کرتاہے کہ ہماری زندگی کاجوایک سال کم ہوگیاہے اس میں ہم نے کیاکھویااور کیاپایا؟

ہمیں عبادات، معاملات، اعمال، حلال و حرام، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے میدان میں اپنی زندگی کا محاسبہ کرکے دیکھنا چاہیے کہ ہم سے کہاں کہاں غلطیاں ہوئیں۔اس لیے کہ انسان دوسروں کی نظروں سے تو اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کو چھپا سکتاہے لیکن خود کی نظروں سے نہیں بچ سکتا۔اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کاارشادہے کہ:

"حَاسِبُوْا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوْا"۔ (ترمذی ۴/ ۲۴۷ ابواب الزہد، بیروت)

ترجمہ: تم خود اپنا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تمہارا حساب کیا جائے۔

اس لیے ہم سب کو ایمان داری سے اپنا اپنا مؤاخذہ اور محاسبہ کرنا چاہیے اور ملی ہوئی مہلت کا فائدہ اٹھانا چاہیے اس سے پہلے کہ یہ مہلت ختم ہو جائے۔

دوسرا کام جو ایک مسلمان کو کرنا چاہئیے وہ ہے "لائحہ عمل" اپنی خوداحتسابی اور جائزے کے بعد اس کے تجربات کی روشنی میں بہترین مستقبل کی تعمیر اور تشکیل کے منصوبے میں منہمک ہونا ہوگا کہ کیا ہماری کمزوریاں رہی ہیں اور ان کو کس طرح دور کیا جاسکتا ہے؟ دور نہ سہی تو کیسے کم کیا جاسکتا ہے؟

انسان خطا کا پتلا ہے اس سے غلطیاں تو ہوں گی، کسی غلطی کا ارتکاب تو برا ہے ہی اس سے بھی زیادہ برا یہ ہے کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جائے اور اسی کا ارتکاب کیا جاتا رہے۔

یہ منصوبہ بندی دینی اور دنیوی دونوں معاملات میں ہو جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ، وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ، وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ، وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ، وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ"۔

(مشکاۃ المصابیح ۲/۴۴۱ کتاب الرقاق)

ترجمہ: پانچ چیزوں سے پہلے پانچ چیزوں کو غنیمت جان لو(۱)اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے (۲) اپنی صحت وتندرستی کو بیماری سے پہلے (۳)اپنی مالداری کو فقروفاقے سے پہلے (۴)اپنے خالی اوقات کو مشغولیت سے پہلے (۵)اپنی زندگی کو موت سے پہلے۔

آخرت کی زندگی کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار اسی دنیا کے اعمال پر منحصر ہے۔ جیسا کہ ارشادربانی ہے:

"وَأَنْ لَيْسَ لِلإِنْسَانِ إِلاَّ مَاسَعٰى، وَأَنَّ سَعْيَه سَوْفَ يُرٰى، ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الأَوْفٰى"۔ (سورۂ نجم، آیت/۴۱،۴۰،۳۹)

ترجمہ: اور ہر انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی کوشش خود اس نے کی، اور بیشک اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی، پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ نئے سال کے موقع پر مسلمانوں کو کیا رویّہ اختیار کرنا چاہیے جو قرآن واحادیث کی روشنی میں صحیح ہو؟ بعض کتب حدیث میں یہ روایت موجود ہے کہ جب نیا مہینہ یا نئے سال کا پہلا مہینہ شروع ہوتا تو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک دوسرے کو یہ دعا سکھاتے اور بتاتے تھے:

اللّٰهُمَّ أَدْخِلْهُ عَلَيْنَا بِالأَمْنِ وَالإِيْمَانِ، وَالسَّلاَمَةِ وَالإِسْلاَمِ، وَرِضْوَانٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ وَجِوَارٍ مِّنَ الشَّيْطَانِ" (المعجم الاوسط للطبرانی ۲۲۱/۶ حدیث: ۶۲۴۱ دارالحرمین قاہرہ)

ترجمہ: اے اللہ اس نئے سال کو ہمارے اوپر امن وایمان، سلامتی واسلام اور اپنی رضامندی نیز شیطان سے پناہ کے ساتھ داخل فرما۔

اس دعا کو پڑھنے کا اہتمام کیا جانا چاہئیے، جشن منا کر غیروں کی تقید سے بچنا چاہیے، فضولیات اور اسراف سے بچتے ہوئے گزشتہ گناہوں پر نادم ہو کر رب تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہئیے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہر نیا سال خوشی کے بجائے ایک حقیقی انسان کو بے چین کر دیتا ہے اس لیے کہ اس کو اس بات کا احساس ہوتا ہے میری عمر رفتہ رفتہ کم ہو رہی ہے اور برف کی طرح پگھل رہی ہے۔ وہ کس بات پر خوشی منائے؟ بلکہ اس سے پہلے کہ زندگی کا سورج ہمیشہ کے لیے غروب ہو جائے کچھ کر لینے کی تمنا اس کو بے قرار کر دیتی ہے اس کے پاس وقت کم اور کام زیادہ ہوتا ہے۔

دعا ہے رب تعالیٰ ان فضولیات و اسراف سے بچتے ہوئے ہم سب کو اسلام کی حقیقی مانوں میں سمجھ اور اس پر عمل کرتے ہوئے رب کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم امین!

فضائل شبِ براءت

رمضان المبارک کے آنے سے قبل ''شعبان المعظم''میں ہی فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے استقبال کے لیے کمر بستہ ہو جاتے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات میں اضافہ ہو جاتا،نہ صرف خود بلکہ اس فکر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو بھی شریک فرماتے تھے۔

شعبان المعظم کے شروع ہوتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات میں غیر معمولی تبدیلی نظر آتی جس کا اندازہ ام المؤمنین، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس ارشاد سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے،آپ فرماتی ہیں:

ما رأيته في شهرٍ أكثر صياماً منه في شعبان

کہ ''میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعبان کے علاوہ کسی اور مہینے میں کثرت سے (نفلی) روزے رکھتے نہیں دیکھا''(صحیح مسلم، رقم الحدیث:۲۷۷۷)

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ''شعبان المعظم''میں بکثرت روزہ رکھنے کی وجہ سے اس مہینے میں روزہ رکھنے کو علامہ نووی رحمہ اللہ نے مسنون قرار دیا ہے،فرماتے ہیں ''ومن المسنون صوم شعبان''(المجموع شرح المہذب:۳۸۶/۶)۔

مذکورہ حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنھا اور دیگر بہت سی احادیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ علیہ الصلاۃ السلام کا یہ عمل اور امت کو ترغیب دینا استقبال رمضان کے لیے ہوتا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''رمضان المبارک'' کے ساتھ اُنس پیدا کرنے کے لیے ''شعبان المعظم'' کی پندرہویں رات اور اس دن کے روزے کی ترغیب دی ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''اب خاص اس روزہ کی حکمت بھی سمجھیے، میرے نزدیک یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان سے پہلے نصف شعبان کا روزہ رمضان کے نمونہ کے لیے مسنون فرمایا ہے؛تاکہ رمضان سے وحشت وہیبت نہ ہو کہ نہ معلوم روزہ کیسا ہو گا؟اور کیا حال ہو گا؟اس لیے آپ نے پندرہ شعبان کا روزہ مقرر فرمادیا کہ اس دن کا روزہ رکھ کر دیکھ لو؛چونکہ یہ ایک ہی روزہ ہے اس لیے اس کی ہمت آسانی سے ہو جاتی ہے،جب وہ پورا ہو گیا تو معلوم ہو جاتا ہے کہ بس رمضان کے روزے بھی ایسے ہی ہوں گے اور اس تاریخ میں رات کی عبادت بھی تراویح کا نمونہ ہے،اس سے تراویح کے لیے حوصلہ بڑھتا ہے کہ جب زیادہ رات تک جاگنا کچھ بھی معلوم نہ ہوا تو تراویح کے لیے ایک گھنٹہ زیادہ جاگنا کیا معلوم ہو گا؟!بس یہ تو اعانت بالمثل علی المثل ہوئی۔(وعظ ''الیسر مع العسر''بعنوان نظامِ شریعت:۵۲۴/۶،مکتبہ اشرف المعارف ملتان)''۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم افرداور ان کی تفصیل:

(۱) کینہ، بغض:

کسی شخص پر غصہ پیدا ہو اور یہ شخص کسی وجہ سے اس پر غصہ نہ نکال سکے تو اس کی وجہ سے دل میں جو گرانی پیدا ہوتی ہے، اس کو ''کینہ'' کہتے ہیں، اسی کا دوسرا نام ''بغض'' بھی ہے، کینہ وبغض محض ایک گناہ یا عیب نہیں؛ بلکہ یہ اور بہت سارے گناہوں کا مجموعہ ہے، امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ غصہ سے کینہ اور کینہ سے ''آٹھ'' گناہ پیدا ہوتے ہیں،

(۱) حسد،

(۲) شماتت،

(۳) سلام کا جواب نہ دینا،

(۴) حقارت کی نگاہ سے دیکھنا،

(۵) غیبت، جھوٹ اور فحش گوئی کے ساتھ زبان دراز کرنا،

(۶) اس کے ساتھ مسخراپن کرنا،

(۷) موقع پاتے ہی اس کو ستانا،

(۸) اس کے حقوق ادا نہ کرنا۔ (کیمیائے سعادت، ص: ۳۳۲)

اس کے علاوہ حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ ''کینہ ور کی بخشش نہیں کی جاتی'' (مشکاۃ المصابیح، ص:۴۲۷)

(۲)شرک:

اللہ تعالی کی ذات یاصفاتِ مختصہ میں کسی کو شریک ٹھہرانا شرک کہلاتا ہے، شرک توحید کی ضد ہے، موجودہ دور میں شرک کی جتنی صورتیں مروج ہیں، ان سب سے بچنا ضروری ہے، مثلاً: غیر اللہ کو مختار کل، نفع ونقصان کا مالک، زندہ کرنے اور مارنے پر قادر، بیمار کرنے اور شفاء دینے پر قادر، روزی میں وسعت اور تنگی پیدا کرنے پر قادر سمجھنا،انبیاء کرام واولیاء عظام کے تقرب کے حصول کے لیے ان کے نام کی نذر ونیاز اور منت ماننا،ان کی قبروں پر سجدہ کرنا،ان کو عالم الغیب اور حاضر وناظر سمجھنا سب شرک کی اقسام ہیں، پھر شرک کی دو قسمیں ہیں: شرک اکبر اور شرک اصغر، شرک اکبر کی تفصیل تو گذر چکی، شرک اصغر میں ریاکاری، بدشگونی اور غیر اللہ کے نام کی قسمیں کھاناوغیرہ شامل ہے، شرک کا انجام دوزخ بتایا گیا ہے

(۳) قتل ناحق:

بغیر کسی شرعی عذر کے کسی کو ناحق قتل کرنا چاہیے، وہ کافر ہی کیوں نہ ہو سخت گناہ ہے،اور کسی ایمان والے کو قتل کرنا تواس سے بھی بدترین ہے ایسے شخص کے بارے میں قرآن پاک میں بہت سخت وعید آئی ہے،ارشاد باری تعالی ہے ﴿ومن یقتل مؤمناً متعمداً فجزاؤہ جھنم خالداً

فیھا وغضب اللہ علیہ ولعنہ وأعد لہ عذاباً عظیماً﴾(النساء:۹۳).اس آیت میں اللہ تعالی نے قاتل کو ہمیشہ جہنم کی،اپنے غضب،اپنی لعنت اور سخت عذاب کی وعید سنائی ہے۔

(۴)زنا:

کبیرہ گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ زنا بھی ہے،جو عورت یا مرد اس بدترین گناہ میں مبتلا ہو،اس کے لیے احادیث مبارکہ میں سخت وعیدیں آئی ہیں،اور اگر اس عملِ بد کو پیشے کے طور پر کیا جائے ''جیسے موجودہ دور میں اس کا رواج عام ہو چکا ہے''تو یہ دوہرا گناہ ہے اور ایسی کمائی بھی حرام ہے۔''شبِ معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایسی عورتوں پر ہوا جو اپنے پستانوں سے(بندھی ہوئی)اور پیروں کے بل لٹکی ہوئی تھی،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل امین علیہ السلام سے سوال کیا کہ یہ کون ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ زناکار عورتیں اور اپنی اولاد کو قتل کرنے والی عورتیں ہیں''.

(۵)قطع رحمی:

اپنے اعزہ واقرباءاور اپنے متعلقین کے حقوقِ ضروریہ ادانہ کرنا قطع رحمی ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''قطع رحمی کرنے والا(قانوناً،بغیر سزا کے)جنت میں نہیں جائے گا''(بخاری ومسلم)

(٦)ازار ''شلوار، پاجامہ'' ٹخنوں سے نیچے لٹکانا:

مردوں کے لیے ٹخنوں سے نیچے شلوار، تہبند، پاجامہ، پینٹ، کرتا یاچوغہ وغیرہ لٹکاناحرام اور گناہ کبیرہ ہے،ایک حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ: ''ٹخنوں سے نیچے جو تہبند(پاجامہ وغیرہ)ہو وہ دوزخ میں لے جانے والا ہے''۔(مشکاۃالمصابیح:۱/۳۷۲،قدیمی)

(٧)والدین کی نافرمانی:

والدین کی نافرمانی بہت سخت گناہ ہے، کئی احادیث میں والدین کی نافرمانی پر سخت وعیدیں آئی ہیں،ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''احسان جتلانے والا،والدین کا نافرمان، اور شراب پینے والا جنت میں داخل نہ ہو گا''(نسائی،دارمی)۔قرآن پاک میں تووالدین کے سامنے ''اُف'' تک کہنے سے منع کیا گیا ہے

(٨)شراب نوشی:

شراب نوشی کی ایک وعید پیچھے گذر چکی، یہ صرف ایک گناہ کبیرہ ہی نہیں؛ بلکہ یہ بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہے،اس کوام الخبائث کہا گیا ہے،ایک حدیث پاک میں ہے کہ: ''میری امت میں کچھ لوگ شراب پئیں گے،اور شراب کو دوسرا نام دیں گے،اوران کے سامنے ناچنے اور گانے والی عورتیں ہوں گی ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ زمین میں دھنسادیں گے یاان کو بندر اور خنزیر بنادیں

گے''۔ لہذا شراب یا دیگر نشہ پیدا کرنے والی سب چیزیں مثلا: وہسکی، ہیروئن، بھنگ، وغیرہ سب حرام ہیں۔

شب براءت کی رسومات اور بدعات:

اس رات میں حد سے زیادہ عبادت کرنا، مسجدوں میں اجتماعی شب بیداری کرنا، مخصوص قسم کے مختلف طریقوں سے نوافل پڑھنا، جن کی شریعت میں کوئی اصل نہیں، نوافل وتسبیح تراویح کی جماعت کروانا، اسپیکر پر نعت خوانی وغیرہ کرنا، ہوٹلوں اور بازاروں میں گھومنا، حلوہ پکانے کو ضروری سمجھنا، خاص اس رات میں ایصال ثواب کو ضروری سمجھنا، قبرستان میں چراغ جلانا، اس رات سے ایک دن پہلے عرفہ کے نام سے ایک رسم، اس رات میں گھروں میں روحوں کے آنے کا عقیدہ، فوت شدہ شخص کے گھر جانے کو ضروری سمجھنا، کپڑوں کا لین دین، بیری کے پتوں سے غسل کرنا، گھروں میں چراغاں کرنا، گھروں اور مساجد کو سجانا، اور ان سب سے بڑھ کر اس رات میں آتش بازی کرنا، مذکورہ تمام امور شریعت کے خلاف ہیں، ان کا کوئی ثبوت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین سے نہیں ملتا؛ اس لیے ان تمام بدعات ورسومات کا ترک اور معاشرے سے ان کو مٹانے کی کوشش کرنا ہر ہر مسلمان پر بقدرِ وسعت فرض ہے۔

شب براءت میں کرنے کے کام:

آخر میں اس مبارک رات میں کرنے والے کیا کیا کام ہیں ؟ان کا ذکر کیا جاتا ہے؛تاکہ افراط و تفریط سے بچتے ہوئے اس رات کے فضائل کو سمیٹا جاسکے:

۱-نماز عشاء اور نماز فجر کو باجماعت ادا کرنے کا اہتمام کرنا۔

۲-اس رات میں عبادت کی توفیق ہو یا نہ ہو،گناہوں سے بچنے کا خاص اہتمام کرنا،بالخصوص ان گناہوں سے جو اس رات کے فضائل سے محرومی کا سبب بنتے ہیں۔

۳-اس رات میں توبہ واستغفار کا خاص اہتمام کرنااور ہر قسم کی رسومات اور بدعات سے اجتناب کرنا۔

۴-اپنے لیے اور پوری امت کے لیے ہر قسم کی خیر کے حصول کی دعاء کرنا۔

۵-بقدر وسعت ذکراذکار،نوافل اور تلاوت قرآن پاک کا اہتمام کرنا۔

۶-اگر بآسانی ممکن ہو تو پندرہ شعبان کا روزہ رکھنا۔

واضح رہے کہ مذکورہ تمام اعمال شب براءت کا لازمی حصہ نہیں؛بلکہ ان کا ذکر محض اس لیے ہے کہ ان میں مشغولی کی وجہ سے اس رات کی منکرات سے بچا جاسکے۔

اپریل فول

ہمارے معاشرہ میں یہود و نصاریٰ کی جو رسومات رائج ہوتی چلی جارہی ہیں، اُن میں سے ایک رسم ''اپریل فول'' منانے کی رسم بھی ہے۔اس رسم کے تحت یکم اپریل کو جھوٹ بول کر کسی کو دھوکا دینا، مذاق کے نام پر بے وقوف بنانا اور اذیت دینا نہ صرف جائز سمجھا جاتا ہے بلکہ اسے ایک عظیم کمال تصور کیا جاتا ہے۔جو شخص جتنی صفائی اور چالاکی سے دوسروں کو جتنا بڑا دھوکا دے، اُتنا ہی اُس کو ذہین، قابلِ تعریف اور یکم اپریل کی تاریخ سے صحیح فائدہ اٹھانے والا سمجھا جاتا ہے۔یہ رسم اخلاقی، شرعی اور تاریخی ہر اعتبار سے خلافِ مروت، خلافِ تہذیب اور انتہائی شرمناک اور عقل و نقل کے بھی خلاف ہے۔

اس رسم بد کی دو حیثیتیں ہیں: (۱) تاریخی۔(۲) شرعی۔

اپریل فول کی تاریخی حیثیت

اس رسم کی ابتداء کیسے ہوئی؟ اس بارے میں موٴرخین کے بیانات مختلف ہیں۔

انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا میں اس رسم کی ایک اور وجہ بیان کی گئی ہے کہ اکیس مارچ سے موسم میں تبدیلیاں آنی شروع ہو جاتی ہیں، ان تبدیلیوں کو بعض لوگوں نے اس طرح تعبیر کیا کہ (معاذ اللہ) قدرت ہمارے ساتھ اس طرح مذاق کرکے ہمیں بے وقوف بنا رہی ہے؛ لہٰذا لوگوں نے بھی اس زمانے میں ایک دوسرے کو بے وقوف بنانا شروع کر دیا۔ (انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا ۱/۴۹۶ بحوالہ "ذکر و فکر" ص ۶۷، مفتی تقی عثمانی مدظلہ)

بعض مصنّفین کا کہنا ہے کہ فرانس میں سترہویں صدی سے پہلے سال کا آغاز جنوری کے بجائے اپریل سے ہوا کرتا تھا، اس مہینے کو رومی لوگ اپنی دیوی "وینس" (Venus) کی طرف منسوب کرکے مقدس سمجھا کرتے تھے، تو چوں کہ سال کا یہ پہلا دن ہوتا تھا؛ اس لیے خوشی میں اس دن کو جشن کے طور پر منایا کرتے تھے اور اظہارِ خوشی کے لیے آپس میں ہنسی مذاق بھی کیا کرتے تھے، تو یہی چیز رفتہ رفتہ ترقی کرکے اپریل فول کی شکل اختیار کر گئی۔

اپریل فول کی شرعی حیثیت

اس دن صریح جھوٹ بولنے کو لوگ جائز سمجھتے ہیں، جھوٹ کو اگر گناہ سمجھ کو بولا جائے تو گناہِ کبیرہ ہے اور اگر اس کو حلال اور جائز سمجھ کر بولا جائے تو اندیشہ کفر ہے۔ جھوٹ کی برائی اور مذمت کے لیے یہی کافی ہے کہ قرآن کریم نے "لعنت اللہ علی الکاذبین" فرمایا ہے، گویا جو لوگ "اپریل فول"

مناتے ہیں وہ قرآن میں ملعون ٹھہرائے گئے ہیں، اور ان پر خدا تعالیٰ کی، رسولوں کی، فرشتوں کی، انسانوں کی اور ساری مخلوق کی لعنت ہے۔

یہ رسم اس لیے بھی قابلِ ترک ہے کہ یہ مندرجہ ذیل کئی گناہوں کا مجموعہ ہے:

1) مشابہت کفار و یہود و نصاریٰ
2) جھوٹا اور ناحق مذاق
3) جھوٹ بولنا
4) دھوکہ دینا
5) دوسرے کو اذیت پہنچانا

اب آئیں ان کی زرا کچھ تفصیل جانتے ہیں کہ احادیثِ مبارکہ میں ان گناہوں پر کتنی سخت وعیدیں آئی ہیں۔

اپریل فول منانا گم راہ اور بے دین قوموں کی مشابہت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین کی مشابہت اختیار کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے، مثال کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی رکھنے کا اور مشرکین و مجوس کی مخالفت کرنے کا حکم دیا ہے۔ اسی طرح یہود کی مشابہت سے بچنے کے لیے دسویں محرم کے ساتھ نویں تاریخ کو روزہ رکھنے کا بھی حکم فرمایا۔ غرض کہ ہر موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر قوموں کے طریقۂ زندگی کو

اپنانے سے منع فرمایا ہے۔اور ان الفاظ میں وعید فرمائی ہے کہ: ''من تشبّہ بقوم فہو منہم''(مشکوٰۃ شریف ۳۷۵/۲) یعنی جو شخص کسی قوم سے مشابہت اور ان کے طور طریقے کو اختیار کرے گا اس کا شمار انہی میں ہو گا؛ مگر افسوس کہ غیر قوموں کا طریقہ ہی آج ہمیں پسند ہے۔

اسلام نے خوش طبعی، مذاق کی اجازت دی ہے۔ کئی بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ اکرم کے ساتھ مذاق فرمایا ہے لیکن آپ کا مذاق جھوٹا اور تکلیف دہ نہیں ہوتا تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ

یا رسول اللہ انّک تداعبنا، قال: انّی لا اقول الاّ حقًّا (ترمذی شریف:۲۰/۲)

ترجمہ: اے اللہ کے رسول(صلی اللہ علیہ وسلم) آپ تو ہمارے ساتھ دل لگی فرماتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ (میں دل لگی ضرور کرتا ہوں مگر) سچی اور حق بات کے علاوہ کچھ نہیں بولتا۔

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے مذاق میں دوسرے شخص کا جوتا غائب کر دیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کا علم ہوا، تو آپ نے ارشاد فرمایا:

لا تُرَوِّعُوا الْمُسْلِمَ فَإِنَّ رَوْعَةَ المسلم ظلم عظیم (الترغیب والترہیب ۴۸۴/۳)

ترجمہ: کسی مسلمیان کومت ڈراؤ(نہ حقیقت میں نہ مذاق میں) کیونکہ کسی مسلمان کوڈرانابہت بڑا ظلم ہے۔

امام غزالی تحریر فرماتے ہیں کہ مزاح ومذاق پانچ شرطوں کے ساتھ جائز؛ بلکہ حسنِ اخلاق میں داخل ہےاوران میں سے کوئی ایک شرط مفقود ہوجائے توپھر مذاق ممنوع اورناجائز ہے۔

(۱) مذاق تھوڑا یعنی بقدرِ ضرورت ہو(۲) اس کا عادی نہ بن جائے(۳)حق اور سچی بات کہے(۴)اس سے وقاراورہیبت کے ختم ہونے کااندیشہ نہ ہو(۵)مذاق کسی کی اذیّت کا باعث نہ ہو (احیاءالعلوم اردو۳/۲۶ ۳-۳۲۴)

بعض لوگ دوسروں کو ہنسانے کی خاطر جھوٹ بولتے ہیں، ایسے لوگوں کے متعلق حدیث شریف میں ہے ’’تباہی ہے ایسے شخص کے لیے جو دوسروں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولے۔‘‘(ابوداؤد:2/716،رقم الحدیث:4990)

اس رسم ’’اپریل فول‘‘ میں سب سے بڑاگناہ جھوٹ ہے؛ جبکہ جھوٹ بولنادنیاوآخرت میں سخت نقصان اورمحرومی کاسبب ہے۔رب کائنات اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کاباعث بنتاہے۔

قرآن کریم میں جھوٹ بولنے والوں پر لعنت کی گئی ہے۔ارشادمبارک ہے:

فنجعل لعنة الله على الكاذبين (آل عمران آیت ٦١)

ترجمہ: پس لعنت کریں اللہ تعالیٰ کی ان لوگوں پر جو کہ جھوٹے ہیں۔

اسی طرح احادیث احادیث مبارکہ میں بھی مختلف انداز سے اس بدترین گناہ کی قباحت بیان کی گئی ہے۔

حضرت صفوان بن سُلیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ

أيكون المؤمن جبانا؟ قال: نعم، فقيل له أيكون المؤمن بخيلا؟ قال: نعم، فقيل له أيكون المؤمن كذّابا؟ قال: لا. (موطا امام مالک ص٣٨٨)

ترجمہ: کیا مؤمن بزدل ہو سکتا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں، (مسلمان میں یہ کمزوری ہو سکتی ہے) پھر عرض کیا گیا کہ کیا مسلمان بخیل ہو سکتا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں (مسلمان میں یہ کمزوری بھی ہو سکتی ہے) پھر عرض کیا گیا کیا مسلمان جھوٹا ہو سکتا ہے؟ آپ نے جواب عنایت فرمایا کہ نہیں، (یعنی ایمان کے ساتھ بے باکانہ جھوٹ کی عادت جمع نہیں ہو سکتی اور ایمان جھوٹ کو برداشت نہیں کر سکتا)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اذا کَذَبَ العبدُ تبَاعَدَ عنه المَلکُ مِیلاً من نَتَنٍ ما جاء به (ترمذی شریف ۱۹/۲)

ترجمہ: جب آدمی جھوٹ بولتا ہے تو اس کلمہ کی بدبو کی وجہ سے جو اس نے بولا ہے رحمت کا فرشتہ اس سے ایک میل دور چلا جاتا ہے۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے فجر کی نماز کے بعد اپنا خواب لوگوں سے بیان فرمایا کہ آج رات میں نے یہ خواب دیکھا کہ دو آدمی (فرشتے) میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر ارضِ مقدس کی طرف لے گئے تو وہاں دو آدمیوں کو دیکھا، ایک بیٹھا ہے اور دوسرا کھڑا ہوا ہے، کھڑا ہوا شخص بیٹھے ہوئے آدمی کے کلے کو لوہے کی زنبور سے گدّی تک چیرتا ہے، پھر دوسرے کلے کو اسی طرح کاٹتا ہے۔ اتنے میں پہلا کلاّ ٹھیک ہو جاتا ہے اور برابر اس کے ساتھ یہ عمل جاری ہے۔ میرے پوچھنے پر انھوں نے بتایا کہ:

اَمَّا الَّذِیْ رَأَیْتَه یُشَقُّ شِدْقُه فَکَذَّابٌ یُحَدِّثُ بِالْکَذِبَةِ فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتّٰی تَبْلُغَ الْاٰفَاقَ فَیُصْنَعُ بِه اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ۔ (بخاری شریف ۱/۱۸۵۲/۹۰۰۲/۱۰۴۳)

ترجمہ: بہرحال وہ شخص جس کو آپ نے دیکھا کہ اس کے کلے چیرے جارہے ہیں، وہ ایسا بڑا جھوٹا ہے جس نے ایسا جھوٹ بولا کہ وہ اس سے نقل ہو کر دنیا جہاں میں پہنچ گیا؛ لہٰذا اس کے ساتھ قیامت تک یہی معاملہ کیا جاتا رہے گا۔

(۴)دھوکہ دہی کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا۔(مسلم شریف ۱/۷۰)

جو شخص ہم کو(مسلمانوں کو)دھوکا دے اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

المؤمنون بَعضُهم لِبَعْضٍ نَصَحَةٌ وَادُّون، وَانْ بَعُدَتْ منازلهم وَاَبْدَانُهُمْ وَالفَجَرَةُ بعضهم لبعضٍ غَشَشَةٌ مُتَخَاوِنُوْنَ وَاِنْ اقْتَرَبَتْ مَنَازِلُهُمْ وَاَبْدَالُهُمْ۔ (الترغیب والترہیب ۲/۵۷۵)

ترجمہ: مؤمنین آپس میں ایک دوسرے کے خیر خواہ اور محبت کرنے والے ہوتے ہیں اگرچہ ان کے مکانات اور جسم ایک دوسرے سے دور ہوں اور نافرمان لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ دھوکے باز اور خائن ہوتے ہیں، اگر ان کے گھر اور جسم قریب قریب ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ دھوکہ بازی اللہ تعالیٰ سے بغاوت کرنے والوں اور نافرمانوں کا عمل ہے، مؤمنین کا عمل تو ایک دوسرے کے ساتھ خیر خواہی کرنا ہے۔ لہٰذا کسی بھی ایمان والے کو دوسروں کے ساتھ دھوکے کا معاملہ نہیں کرنا چاہیے۔

(۵)دوسروں کوتکلیف پہنچانا

ہمارا مذہب اسلام تو یہ تعلیم دیتا ہے کہ ایک مؤمن کے ہاتھ وغیرہ سے پوری دنیا کے انسان (مسلم ہو یا غیر مسلم) محفوظ ہونے چاہئیں؛ بلکہ جانوروں کو تکلیف دینا بھی انتہائی مذموم، بدترین اور شدید ترین گناہ؛ بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری کا سبب ہے۔ مسلمانوں کو ایذا پہنچانا یہ بھی گناہِ کبیرہ ہے، قرآنِ کریم میں ہے:

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا (احزاب 58)

ترجمہ: ”بے شک جو لوگ ناحق ایذا پہنچاتے ہیں مؤمن مردوں اور عورتوں کو، انہوں نے بہتان اور بڑا گناہ اٹھایا“۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے اور صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ۔ (بخاری شریف ۱/۶، مسلم شریف ۱/۴۸)

ترجمہ: کامل مسلمان وہ شخص ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَلْعُوْنٌ مَنْ ضَارَّ مُؤْمِنًا أَوْ مَكَرَ بِهِ (ترمذی شریف ۱۵/۲)

ترجمہ: وہ شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہے جو کسی مؤمن کو نقصان پہنچائے یا اس کے ساتھ چال بازی کا معاملہ کرے۔

''اپریل فول'' بہت سارے بدترین گناہوں کا مجموعہ ہے جو لوگ اہلِ مغرب کی مشابہت میں اپریل فول مناتے ہیں انہیں ڈرنا چاہیے کہ خدانخواستہ وہ قیامت کے دن یہود و نصاریٰ کی صف میں اٹھائے جائیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس لغو، بےہودہ اور خلاف تہذیب مذاق اور وقارِ انسانیت کے منافی اس رسم سے دور رہیں، یہی اسلام کا مطالبہ بھی ہے اور یہی عقل و خرد کا تقاضا بھی۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس طرح کی تمام برائیوں سے، رسومات سے محفوظ فرمائے اور دین کو صحیح طور پر سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

سال نو اور ہماری خرافات

دنیا کا اصول ہے جو بھی اس دنیا میں ہے وہ ہمیشہ کے لیے نہیں، جو چیز آتی ہے وہ ایک دن ہم سے جدا ہو جاتی ہے، ہمارے پاس ہمیشہ نہیں رہتی، اسی طرح گزشتہ سالوں کی طرح سال ۲۰۲۰ اپنے اندر کچھ یادیں سمیٹ کر ہم سے ہمیشہ کے لیے جدا ہونے کو ہے۔ اور ساتھ ساتھ ہماری زندگی کا ایک سال بھی کم ہونے کو ہے، لیکن جیسے ہی یہ سال رخصت ہوتا ہے ہم جشن مناتے ہیں، آتش بازی کرتے ہیں، خوشیاں مناتے ہیں، مٹھایاں تقسیم کرتے ہیں۔

لیکن یہ نہیں سوچتے کہ ہماری زندگی کا ایک سال کم ہوا، جس طرح یہ سال ختم ہو جائے گا اسی طرح ایک دن ہماری زندگی بھی ختم ہو جائے گی۔ زندگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ایک بیش قیمتی نعمت ہے اور نعمت کے زائل یا کم ہونے پر جشن نہیں منایا جاتا؛ بلکہ افسوس کیا جاتا ہے۔

گزرا ہوا سال تلخ تجربات، حسیں یادیں، خوشگوار واقعات اور غم والم کے حادثات چھوڑ کر رخصت ہو جاتا ہے اور انسان کو زندگی کی بے ثباتی اور ناپائیداری کا پیغام دے کر الوداع کہتا ہے، سال ختم ہوتا ہے تو حیات مستعار کی بہاریں بھی ختم ہو جاتی ہیں اور انسان اپنی مقررہ مدت زیست کی تکمیل کی طرف رواں دواں ہوتا رہتا ہے۔ زندگی کا ایک ایک لمحہ ہمارے لیے بیش قیمت

ہے۔ان لمحات کو بیش قیمت بنائیں،ان کو ضائع مت کریں۔ہمارے اکابرین کو دیکھ لیجئے جو دن کے چلے جانے پر زندگی کا ایک دن کم ہونے کا فرماتے تھے۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کسی چیز پر اتنا نادم اور شرمندہ نہیں ہوا جتنا کہ ایسے دن کے گزرنے پر جس کا سورج غروب ہوگیا جس میں میرا ایک دن کم ہوگیا اور اس میں میرے عمل میں اضافہ نہ ہوسکا۔(قیمۃ الزمن عند العلماء، ص:۲۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

یہ ایام تمہاری عمروں کے صحیفے ہیں،اچھے اعمال سے ان کو دوام بخشو۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اے ابن آدم!تو ایام ہی کا مجموعہ ہے،جب ایک دن گزر گیا تو یوں سمجھ تیرا ایک حصہ بھی گزر گیا۔(قیمۃ الزمن عند العلماء)

ہمیں اس بات کا احساس دلایا جارہا ہے کہ اگر تمہاری زندگی کا ایک دن چلا جائے اور کوئی عمل نہ کرسکو تو اس پر نادم ہوجاؤ،تمہارا ایک دن نہیں تمہاری زندگی کا ایک حصہ تم سے جدا ہوا،تمہارے دن تمہارے صحیفے ہیں اچھے اعمال کرو اور ان دنوں کو دوام بخشو۔لیکن ہم ان چیزوں پر عمل کے بجائے،آتش بازی و دیگر خرافات کرکے خوشی کا اظہار کرتے ہیں حالانکہ یہ فضول خرچی کے زمرے میں آتا ہے۔اور ہمیں فضول خرچی کرنے سے روکا گیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُه مَالَا يَعْنِيْهِ"۔

ترجمہ: آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ فضول چیزوں سے بچے۔(ترمذی ۵۸/۲ قدیمی)

یہ جشن یہود و نصاری اور دوسری قوموں میں منائے جاتے ہیں؛ جیسے: مدرز ڈے، فادرز ڈے، ویلنٹائن ڈے، چلڈرنز ڈے اور ٹیچرس ڈے وغیرہ؛ مسلمانوں کو اس سے بچنے کی سخت ضرورت ہے ؛تاکہ دوسری قوموں کی مشابہت سے بچا جاسکے؛ اس لیے کہ ہمارے آقا نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں غیروں کی اتباع اور مشابہت اختیار کرنے سے بچنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے

"مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ"۔

ترجمہ: جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی تو وہ انھیں میں سے ہے۔(ابوداؤد ۲۰۳/۲ رحمانیہ)

سوال یہ ہے کہ اس موقع پر مسلمانوں کو کیا رویّہ اختیار کرنا چاہیے۔؟ کتب حدیث میں یہ روایت نگاہوں سے گذری کہ جب نیا مہینہ یا نئے سال کا پہلا مہینہ شروع ہوتا تو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک دوسرے کو یہ دعا سکھاتے اور بتاتے تھے

"اللهمَّ أدْخِلْهُ عَلَيْنَا بِالأمْنِ وَالإِيْمَانِ، وَالسَّلَامَةِ وَالإِسْلَامِ، وَرِضْوَانٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ وَجِوَارٍ مِّنَ الشَّيْطَانِ"

ترجمہ: اے اللہ اس نئے سال کو ہمارے اوپر امن وایمان، سلامتی واسلام اور اپنی رضامندی؛ نیز شیطان سے پناہ کے ساتھ داخل فرما۔(المعجم الاوسط للطبرانی ۲۲۱/۶ حدیث: ۶۲۴۱ دارالحرمین قاہرہ)

اس دعا کا اہتمام کرنا چاہیئے

ہمیں سال گزشتہ کا احتساب کرنا چاہیئے کہ اس میں ہم نے دینی ودنیاوی میدانوں میں کیا کھویا اور کیا پایا۔؟ ہمیں عبادات، معاملات، اعمال، حلال وحرام، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائے گی کے میدان میں اپنی زندگی کا محاسبہ کرکے دیکھنا چاہیے کہ ہم سے کہاں کہاں غلطیاں ہوئیں؛ اس لیے کہ انسان دوسروں کی نظروں سے تو اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کو چھپا سکتا ہے؛ لیکن خود کی نظروں سے نہیں بچ سکتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ

"حَاسِبُوْا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوْا"۔

ترجمہ: تم خود اپنا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تمہارا احساب کیا جائے۔(ترمذی ۲۴۷/۴ ابواب الزہد، بیروت)

اس لیے ہمیں ایمان داری سے اپنا اپنا مواخذہ اور محاسبہ کرنا چاہیے اور ملی ہوئی مہلت کا فائدہ اٹھانا چاہیے اس سے پہلے کہ یہ مہلت ختم ہو جائے۔

اللہ رب العزت نے اپنے پاک کلام میں ایک خاص انداز سے ارشاد فرمایا ہے:

''وَاَنۡفِقُوۡا مِنۡ مَّا رَزَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ اَحَدَكُمُ الۡمَوۡتُ فَيَقُوۡلَ رَبِّ لَوۡلَاۤ اَخَّرۡتَنِىۡۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيۡبٍۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنۡ مِّنَ الصّٰلِحِيۡنَ، وَلَنۡ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفۡسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَاللّٰهُ خَبِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ''۔(سورئہ منافقون، آیت/۱۰،۱۱)

ترجمہ: اور اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں روزی دی ہے اس سے پہلے کہ کسی کو تم میں سے موت آجائے تو کہے اے میرے رب تو نے مجھے تھوڑی مدت کے لیے ڈھیل کیوں نہ دی، کہ میں خیرات کرتا اور نیک لوگوں میں ہو جاتا۔ اور اللہ کسی نفس کو ہرگز مہلت نہیں دے گا جب اس کی موت آجائے گی، اور اللہ اس سے خبردار ہے جو تم کرتے ہو۔

اپنی خود احتسابی اور جائزے کے بعد اس کے تجربات کی روشنی میں بہترین مستقبل کی تعمیر اور تشکیل کے منصوبے میں منہمک ہونا ہوگا کہ کیا ہماری کمزوریاں رہی ہیں اور ان کو کس طرح دور کیا جاسکتا ہے؟ دور نہ سہی تو کیسے کم کیا جاسکتا ہے؟

انسان غلطی کا پتلا ہے اس سے غلطیاں تو ہوں گی ہی، کسی غلطی کا ارتکاب تو برا ہے ہی اس سے بھی زیادہ برا یہ ہے کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جائے اور اسی کا ارتکاب کیا جاتا رہے۔

یہ منصوبہ بندی دینی اور دنیوی دونوں معاملات میں ہو جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَکَ قَبْلَ ہَرَمِکَ ، وَصِحَّتَکَ قَبْلَ سَقَمِکَ، وَغِنَاکَ قَبْلَ فَقْرِکَ، وَفَرَاغَکَ قَبْلَ شُغْلِکَ ، وَحَیَاتَکَ قَبْلَ مَوْتِکَ"۔

(مشکاۃ المصابیح ۲/۴۴۱ کتاب الرقاق)

ترجمہ: پانچ چیزوں سے پہلے پانچ چیزوں کو غنیمت جان لو(۱) اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے (۲) اپنی صحت و تندرستی کو بیماری سے پہلے (۳) اپنی مالداری کو فقر و فاقے سے پہلے (۴) اپنے خالی اوقات کو مشغولیت سے پہلے (۵) اپنی زندگی کو موت سے پہلے۔

آخرت کی زندگی کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار اسی دنیا کے اعمال پر منحصر ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

"وَأَنْ لَیْسَ لِلإِنْسَانِ إِلاَّ مَاسَعٰی، وَأَنَّ سَعْیَه سَوْفَ یُرٰی، ثُمَّ یُجْزَاہُ الْجَزَاءَ الأَوْفٰی"۔ (سورئہ نجم، آیت/۳۹،۴۰،۴۱)

ترجمہ: اور ہر انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی کوشش خود اس نے کی، اور بیشک اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی، پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

ہر نیا سال خوشی کے بجائے ایک حقیقی انسان کو بے چین کر دیتا ہے؛ اس لیے کہ اس کو اس بات کا احساس ہوتا ہے میری عمر رفتہ رفتہ کم ہو رہی ہے اور برف کی طرح پگھل رہی ہے۔ وہ کس بات پر خوشی منائے؟ بل کہ اس سے پہلے کہ زندگی کا سورج ہمیشہ کے لیے غروب ہو جائے کچھ کر لینے کی تمنا اس کو بے قرار کر دیتی ہے اس کے پاس وقت کم اور کام زیادہ ہوتا ہے۔

ہمارے لیے نیا سال وقتی لذت یا خوشی کا وقت نہیں؛ بل کہ گزرتے ہوئے وقت کی قدر کرتے ہوئے آنے والے لمحاتِ زندگی کا صحیح استعمال کرنے کے عزم وارادے کا موقع ہے اور از سر نو عزائم کو بلند کرنے اور حوصلوں کو پروان چڑھانے کا وقت ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی ہم سب کو غیروں کی مشابہت سے بچائے اور آقائے دوجہاں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

فضائل ومسائل قربانی

قربانی کی ابتدا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے بیٹے کو ذبح کر رہا ہوں۔ یہ اگرچہ یہ خواب تھا، لیکن انبیاء علیہم السلام کا خواب بھی وحی ہوتا ہے۔ جب معلوم ہو گیا کہ یہ حکم خداوندی ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا

يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ

اے بیٹے میں تو خواب میں دیکھا ہے تمہیں ذبح کر رہا ہوں اب بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟

بیٹے کی رائے اس لیے اس لیے پوچھی کہ بیٹے کو آزمائیں وہ بیٹا بھی آخر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تھا پلٹ کر کچھ نہیں پوچھا بلکہ اباجان کے حضور عرض کی

يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ (102)

اے اباجان! آپ کو جو حکم ہوا ہے اس پر عمل کر لیجئے آپ ان شاءاللہ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اپنے ساتھ لیے مکہ مکرمہ سے منٰی کی طرف چلے۔ جب منٰی میں داخل ہوئے تو شیطان حضرت اسماعیل علیہ اسلام کو بہکانے لگا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پتہ چلا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ اکبر کہہ کر شیطان کو سات کنکریاں ماریں جس کی وجہ سے شیطان زمین میں دھنس گیا کچھ آگے چلے تو زمین نے شیطان کو چھوڑ دیا شیطان نے پھر بہکایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ اکبر کہہ کر سات کنکریاں ماریں شیطان زمین میں دھنس گیا۔

کچھ آگے چلے زمین نے پھر شیطان کو چھوڑ دیا شیطان نے پھر ورغلانا شروع کر دیا حضرت ابراہیم السلام نے پھر اللہ اکبر کہہ کر شیطان کو سات کنکریاں ماریں اس کے بعد کچھ آگے بڑھ کر حضرت ابراھیم علیہ السلام نے اپنے لخت جگر کو زمین پر لٹایا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا:

اے اباجان! مجھے پیشانی کے بل لٹائیں اس لیے کہ اگر سیدھا لٹائیں گے تو میری صورت سامنے ہوگی جس کی وجہ سے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے دل میں کہیں بیٹے کی محبت کا جوش آجائے اور آپ چھری نہ چلا سکیں حضرت ابراھیم علیہ السلام نے پیشانی کے بل لٹا دیا اور اللہ کے حکم کو پورا کرنے کے لیے بیٹے کی گردن پر چھری چلائی۔

اللہ رب العزت نے حضرت ابراھیم علیہ السلام کو پکارا

وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَّآ إِبْرَاهِيْمُ

اور ہم نے انہیں آواز دی کہ : اے ابراہیم (علیہ السلام)

يَآ اِبْرَاهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا

تم نے خواب کو سچا کر دکھایا

اللہ پاک نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بچالیا جیسا کہ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا

وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ

اور ہم نے ایک عظیم ذبیحہ کا فدیہ دے کر اس بچے کو بچالیا

چونکہ دونوں باپ بیٹے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اپنے اختیار کا ہر کام کر چکے تھے، اس لیے امتحان پورا ہو گیا تھا۔

اب اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا کرشمہ دکھایا کہ چھری حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بجائے ایک مینڈھے پر چلی جو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے وہاں بھیج دیا تھا، اور حضرت اسماعیل علیہ السلام زندہ سلامت رہے۔

یہ واقعہ قربانی کی ابتداء ہے اور حج کے موقع پر جو کنکریاں ماری جاتی ہیں اس کی ابتداء بھی اسی واقعہ سے ہوئی ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے جانوروں کی قربانی کرنا عبادت میں شمار ہو گیا۔ چنانچہ اُمت محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی قربانی مشروع کی گئی ہر صاحب حثیت پر قربانی واجب ہے۔

قربانی کی فضیلت:

عن عائشه رضی الله تعالیٰ عنها أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: ما عمل آدمی من عمل یوم النحر أحب الی الله من اهراق دم، انه یأتی یوم القیٰمة بقرونها وأشعارها وأظفارها، وإن الدم لیقع من الله عزوجل بمکان قبل أن یقع من الأرض، فطیبوا بها نفسا۔(ترمذی: ۱/۱۸۰، ابن ماجه)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کے دن بندوں کے تمام اعمال میں پسندیدہ ترین عمل جانور کا خون بہانا ہے اور بندہ قیامت کے دن اپنی قربانی کے سینگوں، کھروں اور بالوں سمیت حاضر ہو گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شرف قبول حاصل کر لیتا ہے، لہٰذا تمہیں چاہیے کہ خوش دلی سے قربانی کرو۔

قربانی گناہوں سے معافی کا سبب

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے فاطمہ !(رضی اللہ عنہا) جاؤاپنے قربانی پر حاضری دو کیونکہ اس کے خون سے جونہی پہلا قطرہ گرے گا تمہارے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے نیز وہ جانور (قیامت کے دن) اپنے خون اور گوشت کے ساتھ لایا جائے گا اور اسے ستر گنا (بھاری کر کے) تمہارے میزان میں رکھا جائے گا۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے (یہ عظیم الشان فضیلت سن کے بے ساختہ) عرض کیا

یارسول اللہ ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا (یہ فضیلت صرف) آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہے کیونکہ وہ (واقعۃ) اس کارِ خیر کے زیادہ مستحق ہیں یا آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمانوں کے لیے عام ہے ؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

(یہ عظیم الشان فضیلت) آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بطور خاص ہے اور تمام مسلمانوں کے لیے بھی عام ہے۔ (یعنی ہر مسلمان کو قربانی کرنے کے بعد یہ فضیلت حاصل ہو گی۔ الترغیب والترہیب

اس روایت سے دو اہم فضیلتیں معلوم ہوئیں :

1) قربانی کے جانور کا خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی قربانی کرنے والے کی مغفرت ہو جاتی ہے۔
2) قیامت کے دن قربانی کا جانور خون اور گوشت کے ساتھ لایا جائے گا اور اسے ستر گنا وزنی کر کے میزان میں رکھا جائے گا۔

اس لیے نہایت خوش دلی اور فراخ دلی سے قربانی کرنی چاہئے۔

قربانی نہ کرنے پر وعید:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: من وجد سعۃ فلم یضح فلا یقربن مصلانا۔ (ابن ماجہ:۲۲۶، مسند احمد)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص استطاعت رکھنے (صاحب نصاب ہونے) کے باوجود قربانی نہیں کرتا وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ پھٹکے۔"

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ یہ قربانی کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ ہمارے لئے اس میں کیا اجر وثواب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر بال کے بدلے میں نیکی ملے گی۔ (ابن ماجہ، ترمذی، مسند احمد۔۔۔۔۔ الترغیب والترھیب)

قربانی کے جانور کی عمر:

بکرا، بکری، بھیڑ ایک سال کی ہو، بھیڑ اور دنبہ جو ہو تو چھ ماہ کا لیکن دیکھنے میں ایک سال کا معلوم ہو اور گائے، بھینس دو سال کی اور اونٹ پانچ سال کا ہو ان سب جانوروں پر قربانی کرنا جائز ہے۔

قربانی کے جانور میں شرکاء کی تعداد:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قربانی میں بکرا (بکری، مینڈھا، دنبہ) ایک شخص کی طرف سے ہے۔ (اعلاء السنن۔ باب ان البدنہ عن سبعۃ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کا احرام باندھ کر نکلے اور آپ ﷺ نے ہم کو حکم دیا کہ ہم اونٹ اور گائے میں سات سات (آدمی) شریک ہو جائیں۔ (مسلم۔ باب جواز الاشتراک)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حدیبیہ کے سال قربانی کی، اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے اور گائے سات آدمیوں کی طرف سے۔ (مسلم۔ باب جواز الاشتراک فی الہدی)

شرائط وجوب قربانی:

قربانی چھ شرطوں سے واجب ہوتی ہے تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

1) مسلمان ہونا، غیر مسلم پر قربانی نہیں
2) مقیم ہونا، مسافر پر قربانی واجب نہیں
3) آزاد ہونا، غلام پر قربانی واجب نہیں۔
4) بالغ ہونا، نابالغ پر قربانی واجب نہیں

5) عاقل ہونا، مسافر پر قربانی واجب نہیں۔ہاں! اگر قربانی کے ایام میں مجنون کو افاقہ ہو تو قربانی واجب ہے۔

6) تونگری یعنی صاحب نصاب ہونا، مسکین پر قربانی نہیں۔

مذکورہ شرائط کا قربانی کے پوری وقت میں پایا جانا ضروری نہیں، بلکہ وقت وجوب کے آخری جزء میں بھی اگر یہ شرطیں پائی گئیں تو اس پر قربانی واجب ہے۔یعنی اگر 12 ذالحجہ کی شام میں غروب آفتاب سے زرا پہلے کوئی کافر مسلمان ہو گیا، یا مسافر وطن واپس پہنچ گیا، یا غلام آزاد ہو گیا، یا بچہ بالغ ہو گیا، مجنون صحت مند ہو گیا، فقیر صاحب نصاب ہو گیا تو ان پر قربانی واجب ہو گئی۔اس میں مرد وزن کا حکم یکساں ہے۔(ضرب مومن)

گھر کے سربراہ کی قربانی سب کی طرف سے کافی نہیں:

عموما یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ گھر کا سربراہ قربانی کرلے تو اسے سب افراد خانہ کی طرف سے کافی سمجھا جاتا ہے، حالانکہ سربراہ کے علاوہ گھر کا کوئی اور فرد یا افراد نِصاب کے مالک ہوں تو ان پر الگ سے قربانی واجب ہے،اس صورت میں گھر کے سربراہ کی طرف سے قربانی کو کافی سمجھنا ایسا ہے جیسے سربراہ کی نماز کو سب افراد خانہ کی طرف سے کافی سمجھا جائے۔ہاں اگر اولاد اپنی سب کمائی والد کو دے دیتی ہے اور اولاد کی ملکیت میں اور کوئی مال زکوۃ اور ضرورت سے زیادہ سامان بھی بقدر نصاب نہیں تو زکوہ اور قربانی صرف والد ہی پر فرض ہے، اولاد پر نہیں۔(ضرب مومن)

قربانی کس پر واجب ہے؟

بعض دیندار لوگ بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ فرضیت زکوٰۃ اور وجوب قربانی کا نصاب ایک ہی ہے، ہم پر چونکہ زکوٰۃ فرض نہیں، لہذا قربانی بھی واجب نہیں حالانکہ دونوں کا نصاب الگ الگ ہے۔

زکوٰۃ چار قسم کے اموال پر فرض ہوتی ہے۔

1۔سونا2۔چاندی3۔نقدی4۔مال تجارت

ان چار قسم کے اموال کے علاوہ جانوروں میں بھی زکوٰۃ فرض ہے، جس الگ تفصیل ہے۔قربانی کے نصاب میں ان اشیاء کے علاوہ ضرورت سے زائد سامان کی قیمت لگانا بھی ضروری ہے یعنی قربانی کے نصاب میں درج ذیل پانچ چیزوں کا حساب لگایا جائے گا۔

1۔سونا2۔چاندی3۔نقدی4۔مال تجارت5۔ضرورت سے زائد سامان

یاد رکھیں ٹی وی، وی سی آر، ضرورت سے زائد لباس اور وہ تمام چیزیں جو محض زیب و زینت یا نمود و نمائش کے لیے گھروں میں رکھی جاتی ہیں یا بہت سے فالتو برتن، کپڑے، بستر یا اس طرح کی اشیاء جو سال بھر میں ایک دفعہ بھی استعمال نہیں ہوتیں زائد از ضرورت ہیں اس لیے ان سب کی قیمت بھی حساب میں لگائی جائے گی۔

جس شخص کی ملکیت میں ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی ہو اس پر قربانی وصدقہ فطر واجب ہے۔ جس شخص کے پاس نقدی یا مال تجارت یا ضرورت سے زائد سامان (تین چیزوں میں سے کوئی ایک چیز) چاندی کے وزن مرکوز کے قیمت کے برابر ہو اس پر بھی قربانی وصدقہ فطر واجب ہے۔ جس شخص کے پاس مندرجہ بالا پانچ چیزوں میں سے کوئی سے بھی دو یا دو سے زائد چیزوں کا مجموعہ چاندی کے وزن مزکورہ کی مالیت کے برابر ہو تو قربانی وصدقہ فطر واجب ہے اور ایسے شخص کے لیے زکوٰۃ یا صدقہ واجبہ لینا بھی جائز نہیں۔

سونا چاندی کی قیمت صرافوں سے معلوم کی جاسکتی ہے کیونکہ سونے چاندی کی قیمت بدلتی رہتی ہے اس لیے کسی ایک دن کی قیمت لکھنا غلط فہمی کا باعث ہوگا۔ (ضرب مومن)

وہ عیب دار جانور جن کی قربانی جائز نہیں:

1) جس جانور کا ایک یا دونوں سینگ جڑ سے اُکھڑ گئے ہوں

2) جس بھیڑ بکری کی پیدائشی طور پر دُم نہ ہو

3) اندھا جانور

4) ایسا کانا جانور جس کا کانا پن واضع نظر آتا ہو

5) اس قدر لنگڑا جو چل کر قربان گاہ تک نہ جاسکتا ہو۔ یعنی چلنے میں لنگڑا پاؤں زمین پر نہ ٹیکتا ہو

6) ایسا بیمار جس کی بیماری بلکل ظاہر ہو

7) جس کے پیدائشی طور پر ایک یا دونوں کان نہ ہوں

8) جس چکتی، دم، کان یا ایک آنکھ کی بینائی کا نصف یا اس سے زیادہ حصہ جاتا رہا ہو

9) جس کے دانت بلکل نہ ہوں یا اکثر گر جانے یا گھس جانے کی وجہ سے چارہ نہ کھا سکتا ہو

10) جسے مرض جنون اس حد تک لاحق ہو گیا ہو کہ چارہ بھی نہ کھا سکے

11) ایسا خارشی جانور جو بہت دبلا اور کمزور ہو

12) جس کی ناک کاٹ دی گئی ہو

13) جس کے تھن کاٹ دیے گئے ہوں

14) جس کے تھن اتنے خشک ہو گئے ہوں کہ ان میں دودھ نہ اترے

15) جس گائے کے دو تھن کاٹ دیے گئے ہوں

16) جس بھیڑ، بکری کے ایک تھن کی گھنڈی (سر) جاتی رہی ہو

17) جس اونٹنی یا گائے کے دو تھنوں کی گھنڈیاں جاتی رہی ہوں

18) جس گائے کی پوری یا تہائی سے زیادہ زبان کاٹ دی گئی ہو

19) جلالہ یعنی جس جانور کی غذا صرف نجاست اور گندگی ہو

20) ایسا لاغر اور دبلا جانور جس کی ہڈیوں میں گودا نہ رہا ہو

21) جس کا ایک پاؤں کٹ گیا ہو

22) خنثٰی جانور جس میں نر و مادہ دونوں کی علامات ہوں۔

مستحبات قربانی:

مستحب یہ ہے کہ قربانی کا جانور خوب فربہ، خوبصورت اور بڑی جسامت کا ہو۔

مستحب یہ ہے کہ قربانی کے جانور کو تیز دھار آلہ سے ذبح کرے، کند چھری سے ذبح نہ کرے۔

مستحب یہ ہے کہ ذبح کرنے کے بعد اتنی دیر ٹھہر جائے کہ تمام اعظاء سے جان نکل جائے جسم ساکن اور ٹھنڈا ہو جائے ٹھنڈا ہونے سے پہلے کھال اتارنا یا گوشت کاٹنا مکروہ ہے۔

اگر اچھے طریقے سے زبح کرنا جانتا ہو تو افضل یہ ہے کہ اپنے ہاتھ سے ذبح کرے۔ اگر خود تجربہ نہ رکھتا ہو تو دوسرے سے ذبح کرائے مگر خود بھی موجود رہے۔

جانور کو قبلہ رخ لٹانے کے بعد یہ دعا پڑھنا بہتر ہے۔

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا ۖ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ

مکروہات قربانی:

1۔ لوہے کے بغیر کسی دوسرے آلہ سے ذبح کرنا۔

2۔ کند چھری سے ذبح کرنا۔

4۔ جانور کولٹانے کے بعد چھری تیز کرنا۔

5۔ جانور کے سامنے چھری تیز کرنا۔

6۔ قبلہ رخ ہوئے بغیر ذبح کرنا۔

7۔ حلق کے بجائے گُدی کی طرف سے ذبح کرنا۔

یہ کراہت اس صورت میں ہے کہ گُدی کی طرف سے چھری چلا کر ایک ہی دفعہ میں رگیں بھی کاٹ دے۔ اگر صرف گُدی گاٹی، رگیں نہ کٹیں اور جانور مر گیا یا گُدی کاٹ کر وقفہ کیا، حتیٰ کہ جانور مرنے کو آگیا، پھر دوبارہ چھری چلا کر رگیں کاٹ دیں اور جانور نے اس طرح حرکت نہ کی جس طرح عموماً ذبح کے بعد جانور کرتا ہے تو جانور حلال نہ ہوگا بلکہ مردار ہوگا۔

8۔ چھری ایسے بے احتیاطی سے چلانا کہ حرام مغز تک پہنچ جائے یا گردن کٹ کر الگ ہو جائے۔

واضع رہے اس سے جانور حرام نہ ہوگا، نہ سری حرام ہوگی، صرف یہ فعل مکروہ ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کی ممانعت منقول ہے۔(ضرب مومن)

قربانی کریں شو بازی نہ کریں:

قربانی کے بہت سے فضائل ہیں، کچھ فضائل شروع میں بیان کیے لہذا ان سے مستفید ہونے کے لیے قربانی فقط اللہ کی رضا کے لیے کریں جتنی استطاعت ہو اس حساب سے جانور خریدیں مہنگا جانور خرید کر اس کی شو بازی یا نمائش نہ کریں، یا ہر کسی کو یہ کہتے نہ پھریں میں نے اتنے کا لیا ہے کسی اور کے جانور پر طنز نہ کریں۔

قربانی اللہ کا حکم سمجھ کر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سمجھ کر کریں، شو بازی کر کے اپنی قربانی کو ضائع مت کریں۔ قربانی کے گوشت میں اپنے قرب جوار میں رہنے والے غرباء، مساکین، یتیم، اور اپنے اُن رشتہ داروں کو ضرور یاد رکھیں جن کے پاس قربانی کرنے کی استطاعت موجود نہیں۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ پاک فقط اپنی رضا کے لیے ہمیں قربانی کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

صدقہ کیا ہے؟

دوسرے کو نقصان پہنچانے سے بچنا صدقہ ہے۔(بخاری:2518)

اندھے کو راستہ بتانا صدقہ ہے۔(ابن حبان:3368)

بہرے سے تیز آواز میں بات کرنا صدقہ ہے۔(ابن حبان:3368)

گونگے کو اس طرح بتانا کہ وہ سمجھ سکے صدقہ ہے۔(ابن حبان:3377)

کمزور آدمی کی مدد کرنا صدقہ ہے۔(ابن حبان:3377)

راستے سے پتھر, کانٹا اور ہڈی ہٹانا صدقہ ہے۔(مسلم:1007)

مدد کے لئے پکارنے والے کی دوڑ کر مدد کرنا صدقہ ہے۔(ابن حبان:3377)

اپنے ڈول سے کسی بھائی کو پانی دینا صدقہ ہے۔(ترمذی:1956)

بھٹکے ہوئے شخص کو راستہ بتانا صدقہ ہے۔(ترمذی:1956)

لاالہ الااللہ کہنا صدقہ ہے۔(مسلم:1007)

سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے۔(مسلم:1007)

الحمدللہ کہنا صدقہ ہے۔(مسلم:1007)

اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے۔(مسلم:1007)

استغفر اللہ کہنا صدقہ ہے۔(مسلم:1007)

نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے۔(مسلم:1007)

برائی سے روکنا صدقہ ہے۔(مسلم:1007)

ثواب کی نیت سے اپنے گھر والوں پر خرچ کرنا صدقہ ہے۔(بخاری:55)

دو لوگوں کے بیچ انصاف کرنا صدقہ ہے۔(بخاری:2518)

کسی آدمی کو سواری پر بیٹھانا یا اس کا سامان اٹھا کر سواری پر رکھوانا صدقہ ہے۔(بخاری:2518)

اچھی بات کہنا صدقہ ہے۔(بخاری:2589)

نماز کے لئے چل کر جانے والا ہر قدم صدقہ ہے۔(بخاری:2518)

راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا صدقہ ہے۔(بخاری:2518)

خود کھانا صدقہ ہے۔(نسائی- کبری:9185)

اپنے بیٹے کو کھلانا صدقہ ہے۔(نسائی- کبری:9185)

اپنی بیوی کو کھلانا صدقہ ہے۔(نسائی- کبری:9185)

اپنے خادم کو کھلانا صدقہ ہے۔(نسائی- کبری:9185)

کسی مصیبت زدہ حاجت مند کی مدد کرنا صدقہ ہے۔(نسائی:253)

اپنے بھائی سے مسکرا کر ملنا صدقہ ہے۔(ترمذی:1963)

پانی کا ایک گھونٹ پلانا صدقہ ہے۔(ابو یعلی:2434)

اپنے بھائی کی مدد کرنا صدقہ ہے۔(ابو یعلی:2434)

ملنے والے کو سلام کرنا صدقہ ہے۔(ابو داؤد:5243)

آپس میں صلح کروانا صدقہ ہے۔(بخاری-تاریخ:3/259)

تمہارے درخت یا فصل سے جو کچھ کھائے وہ تمہارے لئے صدقہ ہے۔(مسلم:1553)

بھوکے کو کھانا کھلانا صدقہ ہے۔(بیہقی-شعب:3367)

پانی پلانا صدقہ ہے۔(بیہقی-شعب:3368)

دومرتبہ قرض دینا ایک مرتبہ صدقہ دینے کے برابر ہے۔(ابن ماجہ:3430)

کسی آدمی کو اپنی سواری پر بٹھالینا صدقہ ہے۔(مسلم:1009)

گمراہی کی سرزمین پر کسی کو ہدایت دینا صدقہ ہے۔(ترمذی:1963)

ضرورت مند کے کام آنا صدقہ ہے۔(ابن حبان:3368)

علم سیکھ کر مسلمان بھائی کو سکھانا صدقہ ہے۔(ابن ماجہ:243)

اللہ پاک عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔آمین ثم آمین

فضائل رمضان

روزے فرض کیے گئے ہیں:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ماہ رمضان کی آخری تاریخ کو ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا:

اے لوگو! تم پر ایک عظمت اور برکت والا مہینہ سایہ افگن ہونے والا ہے اس مبارک مہینہ میں ایک رات (شب قدر ہے) جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے، اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کے روزوں کو فرض کیا ہے اور اس رات کے قیام (یعنی تراویح) کو نفل عبادت مقرر کیا ہے۔

جو شخص اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب حاصل کرنے کے لیے غیر فرض عبادت (سنت یا نفل) ادا کرے گا تو اس کو فرض کا ثواب عطا کیا جائے گا اور اس مبارک مہینہ میں فرض کا ثواب ستر فرضوں کے برابر عطا کیا جائے گا، یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔

یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غمخواری کرنے کا ہے، اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے، جو شخص اس مبارک مہینہ میں (اللہ کی رضا کے لیے) کسی روزہ دار کو افطاری کرائے گا تو یہ اس کے لیے گناہوں کی مغفرت اور جہنم سے آزادی کا سبب ذریعہ ہو گا اور اس کو روزہ دار کے برابر

ثواب عطا کیا جائے گا لیکن روزہ دار کے ثواب میں کمی نہیں کی جائے گی صحابہ اکرام رضوان اللہ علیھم اجمعین نے عرض کیا یارسول اللہ! ﷺ ہم میں سے ہر شخص اتنی وسعت نہیں رکھتا کہ روزہ دار کو افطار کرائے (یعنی ہم میں سے ہر ایک کو تو روزہ افطار کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا، تو کیا غرباء اس ثواب سے محروم رہیں گے؟)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ رب العزت یہ ثواب اس شخص کو بھی عطا فرمائے گا جو دودھ کی تھوڑی سی لسی یا صرف پانی کے ایک گھونٹ سے کسی روزہ دار کو روزہ افطار کرادے۔ اور جو کوئی روزہ دار کو پورا کھانا کھلادے اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض (حوض کوثر) سے ایسا سیراب کرے گا کہ اس کو کبھی بھی پیاس نہیں لگے گی یہاں تک کہ وہ جنت میں پہنچ جائے گا۔

یہ ایک ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اول حصہ اللہ کی رحمت درمیانہ حصہ مغفرت اور آخری حصہ جہنم سے آزادی کا ہے۔ اور جو آدمی اس مہینہ میں اپنے خادم، غلام کے کام میں کمی کردے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیں گے اور جہنم سے آزادی عطا فرمادیں گے (بیہقی)

آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور ان دروازوں میں سے کوئی دروازہ بھی رمضان المبارک کی آخری رات تک بند نہیں کیا جاتا اور کوئی

مسلمان بندہ ایسا نہیں ہے کہ رمضان المبارک کی راتوں میں کسی رات میں نماز پڑھے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہر سجدے کے بدلے میں ڈیڑھ ہزار نیکیاں لکھے گا اور اس کے لیے جنت میں سرخ یاقوت کا ایک مکان بنادے گا جس کے ساٹھ ہزار دروازے ہونگے اور ہر دروازے کے لئے سونے کا ایک محل ہوگا جو سرخ یاقوت سے آراستہ ہوگا، جب روزہ دار رمضان المبارک کے پہلے دن کا روزہ رکھتا ہے تو اس کے گزشتہ سب گناہ معاف کردیے جاتے ہیں اور اس روزہ دار کے لیے روزانہ صبح کی نماز سے لیکر غروب آفتاب تک ستر ہزار فرشتے اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہتے ہیں اور رمضان المبارک کی رات یا دن میں (اللہ کے حضور) جب سجدہ کرتا ہے تو ہر سجدہ کے عوض اس کو (جنت میں) ایک ایسا درخت عطا کیا جاتا ہے جس کے سایہ میں پانچ سو برس تک سوار چل سکتا ہے۔" (الترغیب والترھیب)

چھ لاکھ آدمیوں کی جہنم سے آزادی:

حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ رب العزت رمضان المبارک کی ہر رات میں چھ لاکھ آدمیوں کو جہنم بری فرماتے ہیں اور جب رمضان المبارک کی آخری رات ہوتی ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اتنی تعداد میں لوگوں کو بری فرماتے ہیں جتنی تعداد میں آج رات تک پورے مہینہ میں آزاد فرمائے ہیں۔ (الترغیب والترھیب)

اُمت کو پانچ چیزوں کا انعام: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

رمضان المبارک ک متعلق میری امت کو پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو پہلی امتوں کو عطا نہیں کی گئیں:

1۔روزہ دار کے منہ کی بدبو(جو بھوک کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے)اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

2۔جنت ہر روزان کے لیے آراستہ کی جاتی ہے پھر اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں کہ قریب ہے کہ میرے بندے(دنیا کی) مشقتیں اپنے اوپر سے پھینک کر تیری طرف آئیں۔

3۔ان کے لیے دریا کی مچھلیاں دعاء مغفرت کرتی ہیں اور افطار تک کرتی رہتی ہیں۔

4۔اس ماہ مبارک میں سرکش شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں۔

5۔رمضان المبارک کی آخری رات میں روزہ داروں کی مغفرت کی جاتی ہے،

صحابہ اکرام رضوان اللہ علیھم اجمعین نے عرض کیا

کیا یہ شب شب قدر ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا

نہیں بلکہ دستور ہے کہ مزدور کو کام ختم ہونے کے وقت مزدوری دے دی جائے(الترغیب والترھیب)

دعا کی قبولیت:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

رمضان المبارک میں ہر مسلمان کے لئے ہر شب وروز میں ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔(الترغیب ج۲ص۲۹۵)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

افطار کے وقت روزہ دار کی دعا رد نہیں کی جاتی۔(الترغیب ج۲ص۲۸۲)

روزہ کا ثواب:

حضرت ابو مسعود غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو رمضان المبارک کا چاند نظر آنے پر یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ

اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ رمضان المبارک کی کیا حقیقت ہے تو میری اُمت یہ تمنا کرے کہ سارا سال رمضان ہی ہو جائے۔

قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ! رمضان المبارک کے بارے میں ہمیں کچھ بتلایئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

رمضان المبارک کے لئے جنت سال کے شروع سے آخر سال تک سجائی جاتی ہے، جب رمضان المبارک کا پہلا دن ہوتا ہے تو عرش الٰہی کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے جس سے جنت کے درختوں

کے پتے ہلنے لگتے ہیں اور حور عین عرض کرتی ہے اے ہمارے رب! اس مبارک مہینہ میں ہمارے لئے اپنے بندوں میں سے کچھ شوہر مقرر کردیجئے جن سے ہم اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

کوئی بندہ ایسا نہیں ہے کہ رمضان المبارک کا روزہ رکھے مگر یہ بات ہے کہ اس کی شادی ایک ایسی حور سے کردی جاتی ہے جو ایک ہی موتی سے بنے ہوئے خیمے میں ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے:

حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ

(وہ حوریں جو خیموں میں بند ہوں گی۔)

اور ان عورتوں میں سے ہر عورت کے جسم پر ستر لباس ہونگے جن میں ہر لباس کا رنگ دوسرے سے مختلف ہوگا اور انہیں ستر قسم کی خوشبو دی جائے گی جن میں ہر عطر کی خوشبو دوسرے عطر سے مختلف ہوگی اور ان میں سے ہر عورت کی خدمت اور ضرورت کے لیے ستر ہزار نوکرانیاں اور ستر ہزار خادم ہونگے ہر خادم کے ساتھ ایک سونے کا بڑا پیالہ ہوگا جس میں کئی اقسام کا کھانا ہوگا وہ کھانا اتنا لذیذ ہوگا کہ اس کے آخری لقمے کی لذت پہلے لقمے سے کہیں زیادہ ہوگی۔

اور ان میں سے ہر عورت کے لئے سرخ یاقوت کے تخت ہونگے ہر تخت پر ستر بسترے ہونگے جو موٹے ریشم کے ہونگے اور ہر بستر پر ستر گدے ہونگے اور اس کے خاوند کو بھی اسی طرح سب کچھ دیا جائے گا اور وہ موتیوں سے جڑے ہوئے سرخ یاقوت کے تخت پر بیٹھا ہوگا اس کے

ہاتھوں میں دو کنگن ہونگے۔ یہ رمضان المبارک کے ہر روزے کا بدلہ ہے خواہ جو شخص بھی روزہ رکھے اور روزہ دار نے روزہ کے علاوہ جو اعمال صالحہ یا نیکیاں کی ہیں اس کا اجر و ثواب اس کے علاوہ ہے مذکورہ ثواب صرف روزہ رکھنے پر عطا کیا جائے گا۔(الترغیب والترھیب)

اے خیر کے طالب آگے بڑھ:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جنوں کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے اور دوزخ کے تمام دروازے بند کر دیے جاتے ہیں کوئی ایک دروازہ بھی نہیں کھولا جاتا، جبکہ جنت کے تمام دروزے کھول دیے جاتے ہیں، کوئی ایک دروازہ بھی بند نہیں کیا جاتا۔ اللہ کا مُنادی پکارتا ہے: اے خیر و نیکی کے طالب! آگے بڑھ اور اے شر و بدی کے طالب! رُک جا اللہ تبارک وتعالیٰ اس رات بہت سے گناہ گار بندوں کو دوزخ سے رہائی عطا کرتے ہیں اور رمضان المبارک کی ہر رات یونہی ہوتا رہتا ہے(سنن ترمزی 682 باب ماجاء فی فضل شھر رمضان)

روزہ ڈھال ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

روزہ(گناہوں سے سے حفاظت کے لئے)ڈھال ہے۔(صحیح بخاری 1805 باب ھل یقول انی صائم)

میرا روزہ ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ نہ فحش و بیہودہ باتیں کرے اور نہ چیخو پکار اور نہ جھگڑا کرے۔ اگر کوئی شخص اس سے گالی گلوچ یا لڑائی جھگڑے پر اُتر بھی آئے تو یہ کہ دے: میں روزہ دار ہوں۔ (اور لڑائی جھگڑے سے اپنے روزہ کو خراب نہیں کرتا) بخاری 1904 کتاب الصوم باب ھل یقول انی صائم)

روزہ کی جزا رب تعالیٰ خود دیں گے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہر نیکی دس (10) گناہ سے سات سو (700) گناہ تک بڑھادی جاتی ہے سوائے روزہ کے اس لئے کہ روزہ خاص میرا ہے اور میں اس کی جزا دوں گا۔ (متفق علیہ)

جبرائیل علیہ اسلام کی دعا پر آپ ﷺ کا آمین کہنا:

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ممبر کے پاس جمع ہو جاؤ،

ہم سب جمع ہو گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو فرمایا:

آمین،

دوسری پر قدم رکھاتو پھر فرمایا: آمین، پھر تیسری سیڑھی پر قدم رکھافرمایا: آمین۔ صحابہ اکرام رضوان اللہ علیھم اجمعین نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آج ہم نے آپ سے ایک ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے پاس جبرائیل علیہ اسلام تشریف لائے تھے جب میں نے منبر کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھاتو حضرت جبرائیل علیہ اسلام نے کہا: ہلاک و برباد ہو جائے ہو جائے وہ شخص جو رمضان المبارک کا مہینہ پائے پھر بھی اس کی بخشش نہ ہو، میں نے کہا: آمین، جب میں نے دوسری سیڑھی پر قدم رکھاتو حضرت جبرائیل علیہ اسللام نے فرمایا: ہلاک و برباد ہو جائے وہ شخص جس کے سامنے آپ ﷺ کا نام پکارا جائے اور وہ آپ ﷺ پر درود شریف نہ پڑھے میں نے کہا: آمین، جبتیسری سیڑھی پرپر قدم رکھاتو جبرائیل علیہ السلام نے کہاہلاک و برباد ہو جائے وہ شخص جو اپنے والدین کو بڑھاپے کی حالت میں پائے لیکن وہ ان کی خدمت کرکے جنت میں داخل نہ ہو، میں نے کہا: آمین۔(مستدرک حاکم علی الصحیحین کتاب البر والصلہ 7256)

اللہ رب العزت ہے اللہ پاک ہم سب کو رمضان المبارک کی مبارک ساعتوں سے مکمل طور پر مستفید ہونے کی توفیق عطافرمائے اور سب کی مغفرت فرمائے جنم سے آزادی کا پروانی نصیب فرمائے۔آمین ثم آمین

امام بخاری رحمہ اللہ کے مختصر حالات

امام بخاری رحمه الله کا نام: محمد بن اسماعیل بخاری

کنیت: ابو عبداللہ ہے۔

نسب مبارک: محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرۃ

امام بخاری رحمہ اللہ 13 شوال 194ھ بعد از نماز جمعہ پیدا ہوائے۔آپ رحمہ اللہ نہ زیادہ لمبے تھے۔نہ ہی زیادہ چھوٹے تھے۔بلکہ آپ رحمہ اللہ درمیانہ قد کے تھے۔

امام بخاری رحمہ اللہ بچپن میں ہی نابینا ہو گئے تھے۔اس وجہ سے آپ رحمہ اللہ کی والدہ ہر وقت غمگیں رہا کرتی تھیں،اوران کی بینائی کے لیے اللہ تعالیٰ کی دربار میں گریہ وزاری کیا کرتی تھیں۔ایک رات آپ رحمہ اللہ کی والدہ نے خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایااللہ تعالیٰ نے آپ کی گریہ وزاری کو قبول فرمالیا۔اور آپ کے بیٹے کی بینائی لوٹادی ہے۔جب آپ رحمہ اللہ کی والدہ صبح اٹھیں تودیکھا آپ رحمہ اللہ کی بینائی واپس آچکی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کو بچپن سے ہی احادیث مبارکہ یاد کرنے کا شوق تھا۔جب آپ رحمہ اللہ دس سال کی عمر میں مکتب جایا کرتے تھے۔جو حدیث سنتے اسے فوراً یاد کر لیا کرتے تھے۔مکتب سے فارغ ہوئے، تو معلوم ہوا بخارا میں ایک استاد علم حدیث پڑھاتے ہیں۔تو آپ رحمہ اللہ نے ان کی خدمت میں آمدورفت شروع کر دی۔

ایک دن کا واقعہ ہے۔کہ استاد محترم اپنے نسخہ سے لوگوں کو حدیث مبارکہ کا درس دے رہے تھے۔جب استاد محترم نے یہ پڑھا **عَن سُفيَانُ عَن اَبِي الزُّبَيرِ عَن اِبرَاہِيمَ**۔توامام بخاری رحمہ اللہ نے فوراً اپنے استاد کی خدمت میں عرض کیا۔کہ حضرت ابوالزبیر تو ابراہیم سے روایت نہیں کرتے۔جب استاد محترم نے تسلیم نہ کیا۔تو عرض کی حضرت اصل نسخہ میں دیکھ لیں۔چنانچہ استاد محترم نے اصل نسخہ منگوایا۔اس پر نظر ڈالی۔پھر فرمایا بخاری رحمہ اللہ کو بلاؤ۔جب امام بخاری رحمہ اللہ استاد محترم کی خدمت میں پہنچے۔تو استاد محترم نے فرمایا: میں نے جو اس وقت پڑھا تھا بیشک وہ غلط تھا۔اب آپ بتائیں صحیح عبارت کیا ہے؟ امام بخاری رحمہ اللہ نے عرض کی حضرت اصل عبارت یوں ہے۔**سُفيَانُ عَنِ الزُّبَيرِ بنِ عَدَيٍّ عِن اِبرَاہَيمَ** ہے۔استاد محترم حیران ہو گئے۔اور کہا واقعی ایسا ہی ہے۔اس وقت آپ رحمہ اللہ کی عمر گیارہ سال تھی۔

جب امام بخاری رحمہ اللہ نے سولہ سال کی عمر میں حضرت عبداللہ بن مبارک کی تمام کتابیں یاد کر لیں۔پھر اپنی والدہ اور بھائی کے ساتھ حج کی سعادت حاصل کرنے کے لیے حجاز

مقدس تشریف لے گئے۔ حج کی سعادت حاصل کرنے کے بعد آپ رحمہ اللہ کی والدہ اور بھائی اپنے وطن واپس چلے گئے۔اور آپ رحمہ اللہ طلب حدیث کے لیے حجاز مقدس میں ہی ٹھہر گئے۔

جب امام بخاری رحمہ اللہ 18 سال کے ہوئے تو آپ رحمہ اللہ نے تصنیف کا سلسلہ شروع کیا فضائل صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین اور تابعین کے حالات اور ان کے اقوال کا ذخیرہ جمع کرنے لگے یہاںتک کہ اس ذخیرہ کو ایک مجموعی شکل دے کر مرتب کر دیا۔

اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روضہ مبارک پر کتاب التاریخ کی تصنیف شروع کی۔ آپ رحمہ اللہ رات کو چاند کی روشنی میں لکھا کرتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اس تاریخ میں ایسا کوئی نام نہیں جس کے بارے میں مجھے ایک طویل واقعہ یاد نہ ہو۔ اگر کتاب کے طویل ہونے اور شاگردوں کے اُکتا جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ان تمام واقعات کو اس تاریخ میں لکھ دیتا۔

حاشد بن اسماعیل رحمہ اللہ (جو امام بخاری رحمہ اللہ کے زمانے کے محدث ہیں) فرماتے ہیں امام بخاری رحمہ اللہ طلب حدیث کے لیے میرے ہمراہ شیوخ کی خدمت میں آتے جاتے تھے۔ لیکن آپ کے پاس لکھنے کا سامان نہیں ہوتا تھا۔ اور نہ کی استاد کی مجلس میں کچھ لکھا کرتے تھے۔ایک دن میں نے کہا جب تم حدیث سُن کر لکھتے نہیں ہو، تو تمہارے آنے جانے کا کیا فائدہ؟ تو امام رحمہ اللہ نے جواب دیا۔ آؤ ہم مقابلہ کرتے ہیں۔ تم وہ پندرہ ہزار احادیث لے آؤ جو تم نے قلمبند کی ہیں۔اور میں تمہیں زبانی سناتا ہوں۔امام بخاری رحمہ اللہ نے سب کے سامنے از بر صحت

کے ساتھ تمام احادیث اس طرح سنادیں کہ میں خود اپنی لکھی ہوئی احادیث کو درست کرتا رہا۔ حضرت حاشد بن اسماعیل فرماتے ہیں میں اس دن ہی سمجھ گیا یہ بہت ہی ہونہار ہیں آگے چل کر کوئی ان سے مقابلہ نہ کرسکے گا۔

ایک دن امام بخاری رحمہ اللہ حضرت اسحٰق بن راہویہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ لوگوں نے کہا کیا ہی اچھا ہو کہ اللہ تعالٰی کسی ایسے شخص کو توفیق دے کہ وہ ایک ایسا نسخہ تیار کرے۔ جس میں صرف صحیح احادیث ہوں۔ جو صحت میں اعلٰی مرتبہ رکھتی ہوں۔ تاکہ عمل کرنے والے بلاخوف وتردُّد اس پر عمل کریں۔

امام بخاری رحمہ اللہ کی دل میں یہ بات بیٹھ گئی اور اسی وقت صحیح بخاری کی تصنیف کا ارادہ کیا۔ چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے جو چھ لاکھ کا ذخیرہ ان کے پاس موجود تھا۔ ان میں سے صحیح ترین احادیث کا انتخاب کیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ جب کوئی حدیث لکھنے کا ارادہ کرتے تو سب سے پہلے غسل کرتے دو رکعت نفل پڑھتے اس کے بعد اس حدیث کو لکھتے۔

چنانچہ سولہ سال کے عرصہ میں آپ رحمہ اللہ نے اس انتخاب سے فراغت پائی۔ اس کے بعد ان تمام احادیث کو مضامین کے تحت ترتیب دیا۔ اور یہ کام آپ رحمہ اللہ نے منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قبر مبارک کے درمیان انجام دیا۔ اور ساتھ میں دو رکعت نماز نفل ادا کرتے تھے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کی حسن نیت کا ہی نتیجہ تھا۔ کہ صحیح بخاری اتنی مقبول ہوئی کہ آپ رحمہ اللہ کی زندگی میں ہی نوے (90) ہزار لوگوں نے آپ سے بلاواسطہ سنا۔

آخری عمر میں امیر بخارا خالد بن احمد ذہلی کے ظلم ستم کے باعث نیشاپور تشریف لے گئے۔ جب وہاں کے امیر سے بات نہ بنی تو آپ رحمہ اللہ خرتنگ تشرف لائے جو سمرقند سے نو میل کے فاصلے پر ایک گاؤں ہے۔

آپ رحمہ اللہ نے 256ھ کو عیدالفطر کی رات بعد از نماز عشاء وفات پائی۔ عید کے دن نماز ظہر کے بعد آپ کو سپر خاک کیا گیا۔

اللہ پاک ان کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین

7 ستمبر یومِ دفاع ختم نبوت

7 ستمبر کا دن پاکستان کے مسلمانوں کے لئے خصوصی طور پر اور دنیا کے کونے کونے میں بسنے والے مسلمانوں کے لئے عمومی طور پر ایک یادگار اور تاریخی دن ہے۔ یہ دن جب ہر سال ستمبر کے مہینے میں لوٹ کر آتا ہے تو ہمیں اس تاریخ ساز فیصلے کی یاد دلاتا ہے جو پاکستان کی قومی اسمبلی نے عقیدۂ ختمِ نبوّت کی حقانیت کا برملا اور متفقہ اعلان کرتے ہوئے جاری کیا تھا۔

اسی عظیم اور تاریخ ساز فیصلے کی رو سے قادیانی نبوّت اور اس کے ماننے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا گیا تھا۔ قومی اسمبلی نے جمہوری طریقے کے مطابق متفقہ طور پر یہ بل پاس کیا۔ عقیدۂ ختمِ نبوّت مسلمانوں کے ایمان کی اصل اور اساس ہے۔

ختمِ نبوّت کا منکر بالاتفاق دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوّت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخر الزماں ہیں۔ قرآن پاک اور احادیث میں اس کا واضح اعلان موجود ہے۔ جھوٹے مدّعیان نبوّت کا سلسلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری دور سے شروع ہوتا ہے۔

مگر رحمن و شیطان کی جنگ تو ازل سے جاری ہے، بلکہ اس دن سے جاری ہے کہ جس روز سے ابلیس ملعون نے رب کعبہ کے حکم پر انسان کو سجدہ کرنے سے ہی انکار کر دیا تھا اور حضرت انسان کو گمراہ کرنے کے عزم صمیم کا اظہار کیا۔

شیطان نے اپنے رب سے انسان کی رگوں میں خون کی طرح گردش کرنے کا دعوی کیا اور اعلان کیا کہ روز قیامت اپنی تباہی و بربادی سے قبل آدم کی زیادہ سے زیادہ اولاد کو واصل جہنم کروانا چاہتا ہے۔ اس مقصد کے لیے اس نے انسانوں میں سے اپنے نمائندے چنے، جنہوں نے مختلف طریقوں سے دین حنیف پر چلنے والوں کو گمراہ کیا۔ انہیں میں سے ایک طریقہ نبوّت کے جھوٹے دعوے کا تھا۔

یہ دعویٰ نبوّت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بعد بھی دنیا کے مختلف حصوں اور کوچوں میں جاری رہا۔ اب تلک 72 کے قریب سیاہ بختوں نے نبوّت کی عظیم دیوار میں نقب لگانے کی کوشش کی۔ ان میں سے چند بد بختوں کے نام یہ ہیں: اسود، طلحہ اسدی، مسیلمہ کذّاب، سجاح بنت حارث تمیمیہ، مختار ابن ابو عبید ثقفی، حارث کذّاب دمشقی، مغیرہ بن سعید عجلی، بیان بن سمعان تمیمی، صالح بن ظریف برغواطی، بہاد نرید زوزانی نیشاپوری، اسحق اخرس مغربی، استاد میس خراسانی، یحییٰ بن فارس ساباطی، علی بن محمد خارجی، یحییٰ بن زکریا، علی بن فضل، یحییٰ ابو الطیب احمد بن حسین متنبی، حسین بن حمدان خصیبی یا دورِ جدید کا محمد یوسف کذّاب۔

ان تمام کو امت مسلمہ نے بالاتفاق مسترد کردیا۔ بعض کے خلاف تو جہاد کیا، بعض کو دیس نکالا دے ڈالا اور بعض کے خلاف تردیدی مہم چلائی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق نبوّت کے ہر مدّعی کو کذّاب اور دجال قرار دے کر اسلام کی مہکتی ہوئی بستی سے کوسوں دور پھینک دیا۔ ان میں سے کئی تو اہل ایمان کے ہاتھوں واصل جہنم ہوئے اور گزشتہ زمانے کی ایک کہانی بن گئے

اسی تناظر میں ہم مرزا غلام قادیانی کے خلاف مسلمانوں کی طرف سے بپا کردہ اس صدی کی عظیم تحریک کا جائزہ لیتے ہیں ۔ مرزا قادیانی کسی گمنام خاندان کے فرد نہیں ؟ بلکہ ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جس کا تذکرہ تاریخ کے صفحات میں موجود ہے۔

مرزا قادیانی کا خاندان سکھوں کے دور اقتدار میں بھی سکھوں کے ساتھ مل کر پنجاب کے مختلف علاقوں میں مسلمان حریت پسندوں کے خلاف شمشیر بکف رہا۔ جب انگریز پنجاب میں آئے اور سکھ دور حکومت زوال پذیر ہوا تو مرزا قادیانی کے اسلاف انگریزوں کے ساتھ مل کر ان حریت پسندوں کے خلاف بھی نبرد آزما ہوگئے جو انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے کے لئے مصروف جہاد تھے۔

مرزا قادیانی کے والد مرزا غلام مرتضیٰ نے رنجیت سنگھ کی فوج میں ملازم رہ کر مہاراجہ کی ہر فوجی مہم میں قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔

رنجیت سنگھ کے دور حکومت میں سید احمد شہید کے حریت پسندوں کا جہاد دراصل اسی سکھ حکومت کے خلاف تھا،اس لئے کشمیر پشاور اور ہزارہ پر سکھوں نے جتنے بھی حملے کئے' وہ صرف مسلمانوں کے خلاف تھے۔ان حملوں میں مرزا قادیانی کے والد اور بھائی غلام مرتضیٰ اور مرزا غلام قادر سکھ فوج میں ملازم ہو کر مسلمانوں کے خلاف مصروف پیکار رہے۔

مرزا غلام مرتضیٰ نے اپنی فوجی زندگی کا بیشتر حصہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بیٹے شیر سنگھ کی ملازمت میں بسر کیا اور یہ وہی شیر سنگھ ہے جس کی قیادت میں بالا کوٹ کے مقام پر سید احمد شہید کے مجاہدوں کی آخری جھڑپ ہوئی، جس میں جذبۂ جہاد سے سرشار اسلام کی عظیم تحریک اسلام کے نام پر قربان ہو گئی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تاج و تخت ختمِ نبوّت پر ڈاکا ڈالنے کی کوشش کرنے والے طالع آزماؤں میں مرزا غلام احمد قادیانی ملعون بھی شامل تھا، جس نے سلطنت برطانیہ کے ایما پر جھوٹی نبوّت کا اعلان کیا اور اسلام کے عقائد پر تیشے چلانے شروع کیے،مرزا قادیانی 1939ء یا 1940ء میں قادیان ضلع گورداسپور میں پیدا ہوا۔خاندانی نمک خواری کے اثرات کا اظہار بعد میں اس طرح ہوا کہ مرزا قادیانی نے بدیسی انگریزوں کے خلاف جہاد کو حرام قرار دے دیا اور انگریز کی حکومت کو اللہ کا سایہ اور خود کو اس کا خود کاشتہ پودا قرار دیا: بقول مرزا قادیانی

بعض احمق اور نادان سوال کرتے ہیں کہ اس گورنمنٹ سے جہاد درست ہے یا نہیں؟ سو یاد رہے کہ یہ سوال ان کا نہایت حماقت کا ہے، کیونکہ جس کے احسانات کا شکر کرنا عین واجب

ہے ،اس سے جہاد کیسا ؟ سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بد خواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے۔ (شہادت القرآن، ص45)

وہ تو خود 26 مئی 1908ء میں قضائے حاجت کے دوران طبّی موت کا شکار ہو کر نشان عبرت بن گیا، مگر حکومتی سرپرستی میں یہ فتنہ نہ صرف موجود رہا، بلکہ مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکے بھی ڈالتا رہا۔ قیام پاکستان کے بعد وطن عزیز کو ہائی جیک کرنے کی بھی کوشش کی گئی، بلکہ اعلیٰ حکومتی عہدوں پر براجمان قادیانیوں نے اس ملک کو اس کے اصل مقصد قیام معنی یہاں احیائے اسلام کی منزل سے دور کرنے کی بھی سعی نامشکور برابر جاری رکھی اور انگریز کا حق نمک ادا کرتے ہوئے اُن کے منصوبوں کی تکمیل کے لیے سرگرم ہوگئے۔ انگریزوں کے ایماء پر پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ سر ظفراللہ خان قادیانی کو بنایا گیا۔

جس نے تمام ریاستی وسائل کو قادیانی ارتداد کی تبلیغ اور اقتدار پر شب خون مارنے کی سازشوں کو پروان چڑھانے پر صرف کیا۔ ملک پر عملاً قادیانیوں کی حکومت تھی۔ مرزا بشیر الدین 1952ء میں بلوچستان کو ''احمدی سٹیٹ'' بنانے کی پیش گوئیاں کر رہا تھا۔

سفاک و ظالم جنرل اعظم خان نے مارشل لاء لگادیا۔ بدترین ریاستی تشدد کے ذریعے ہزاروں فدائیانِ ختمِ نبوّت کو گولیوں کا نشانہ بنا کر شہید کیا گیا، تمام رہنما قید کر لیے گئے۔ ان کو تشدد کے ذریعے کچل دیا گیا۔ مختلف تحریکیں جو ختمِ نبوّت کو خلافِ قانون قرار دے کر ملک بھر میں ان تنظیموں کے تمام دفاتر سربمہر اور ریکارڈ قبضہ میں لے کر تلف کر دیا گیا۔

اس کی ایک جھلک ان سطور میں ملاحظہ فرمایئے

قادیانی منتخب ارکان نے اقتدار میں آنے کے بعد پاکستان اور عوام کو نقصان پہنچانے کی کوششیں شروع کردی، وزیر خارجہ ظفراللہ قادیانی نے 7 سال کے عرصہ وزارت میں پاکستان کے اندر اور باہر قادیانیوں کی جڑوں کو خوب مضبوط کیا، پاکستان کے بیرون ملک سفارت خانوں میں چن چن کر قادیانی بھیجے گئے۔ پاکستان میں ایک نیا قادیان بسانے کے لئے ایک علیحدہ خطہ ربوہ کے نام سے الاٹ کیا گیا، یوں پاکستان کے قلب میں ایک وسیع خطہ قادیانی ریاست کے لیے مخصوص ہو گیا۔

مشرقی و افریقی ممالک میں وسیع پیمانے پر مرزائی مبلغ بھیجے گئے، اور باوجود اس کے کہا گرچہ اسرائیل کی یہودی حکومت سے حکومت پاکستان کا کوئی تعلق اور رابطہ نہیں تھا، مگر تل ابیب اور حیفہ میں مرزائیوں کے مراکز قائم کیے گئے، یوں برطانیہ کا خود کاشتہ پودا نہ صرف پاکستان بلکہ تمام ممالک میں ایک تن آور درخت بنتا جارہا تھا۔

سکندر مرزا اور ایوب خاں کی غفلتوں یا چشم پوشی کی وجہ سے پاکستان کے کلیدی مناصب پر مرزائی چھائے ہوئے تھے۔ حکومت نے محکمۂ اوقاف کے ذریعے مسلمانوں کی تمام املاک وقف اپنے تحت قبضے میں لے رکھی تھیں اور قادیانی معاشی طور پر پاکستان میں مضبوط ہی نہیں ہو رہے تھے، مٹھی بھر مرزائی، پاکستان پر حکومت کرنے کے خواب دیکھنے لگے تھے، ساتھ ہی مسلم اکثریت کے خلاف سازشوں اور بد معاشیوں کا سلسلہ بھی جاری تھا۔

اس عظیم فتنے کے خلاف پہلی باقاعدہ تحریک 1953ء میں چلائی گئی، مگر حکومتی سرپرستی میں اس تحریک کو کچلنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیااور بے دریغ خون بہا کراور ہمہ قسم ریاستی مظالم کے پہاڑ توڑ کراس تحریک کواگرچہ بظاہر منزل پر نہ پہنچنے دیا گیا، لیکن ان قربانیوں نے قادیانیت اوراس کے بہی خواہوں پر یہ ضرور واضح کر دیاکہ حق کے قافلے کو یوں باز نہیں رکھا جاسکتا، جدوجہد جاری رہی، علمائے کرام نے اپنے فرض منصبی کے تحت بلا تفریق مسلک وفرقہ عقیدۂ ختمِ نبوّت کا پرچار جاری رکھااور رائے عامہ کواس قدر ہموار کر دیا کہ ایک کال پر پوری قوم لبیک کی صدائیں لگاتی علما کے شانہ بشانہ کھڑی ہو جائے۔

دوسری طرف قادیانی بدمعاشیاں بھی روز بروز بڑھ رہی تھیں ، مگراہل اسلام کوامن کادرس دیا گیا تھا،تاکہ کسی جذباتی فیصلے یااقدام کی وجہ سے یہ دوررس محنت رائیگاں نہ چلی جائے۔ دوسری تحریک، جوبظاہرایک حادثے کارد عمل تھی، الحمدللہ منزل سے ہم کنار ہوئی اور قادیانی باقاعدہ طورپر غیر مسلم اقلیت قرار دیے گیے،اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ :

مئی 1974ء کو نشتر میڈیکل کالج کے اسلامی جمعیت طلبہ کے کچھ طالب علموں نے ایک ٹور پر جاتے ہوئے چناب نگر ریلوے اسٹیشن پر ختمِ نبوّت زندہ باد کے نعرے لگائے واپسی میں قادیانیوں کی جانب سے چناب نگر ریلوے اسٹیشن پر ان طالب علموں کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا، 30 کے قریب طلبہ زخمی ہوئے،ان کا قصور صرف یہ تھا کہ انہوں نے گزرتے ہوئے ختمِ نبوّت زندہ باد کا نعرہ لگایاور قادیانی لٹریچر لینے سے انکار کیا تھا، جس کی پاداش میں اسٹیشن پر روک کرانہیں

شدید انسانیت سوز تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ اس واقعے سے قادیانی عزائم کھل کر سامنے آ گئے، یہاں تک کہ اس وقت کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے:

واقعہ ربوہ سنگین قومی مسئلہ ہے۔ یہ واقعہ ملک کی سالمیت سے تعلق رکھتا ہے اور درپردہ مقاصد کے کسی منصوبے کا حصہ نظر آتا ہے۔

انہوں نے یہ بھی کہا:

قادیانی کتنے خطرناک ہیں؟ اس کا احساس مجھے ان دنوں میں ہوا میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ قادیانی مذہب کے لوگ اس قدر خوفناک ارادے رکھتے ہیں (روزنامہ جسارت کراچی 5 جون 1974ء ومقالہ مولانا تاج محمود، علوم الاسلامیہ پنجاب یونیورسٹی 1991ء)

کسی بھی مذہب کی شناخت کیلئے اس مذہب کے بانی کی راہنمائی، اس مذہب کی سب سے بڑی شناخت ہے۔ اس بناء پر ہر مذہب کے پیروکار ان تعلیمات کو محفوظ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جو اس مذہب کے بانی کی طرف سے براہ راست دی جاتی ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کی زندگی سے ہمیں انکے مذہب کی تعلیمات ملے گی۔

یہی وجہ ہے کہ یہودی اپنی تعلیمات کو حضرت موسیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اگر آج ان مذہب والوں سے کہے کہ آپ کی تعلیمات حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق نہیں ہیں تو فوری طور پر یہ عذر پیش کر دیتے ہیں کہ ہمارے مذہب کا ان سے کیا واسطہ

ہمارے لیے تو حق اور صحیح بات وہ ہے جو حضرت موسٰی علیہ السلام یا حضرت عیسی علیہ السلام سے ملے اور ساری دنیا یہ عذر قبول کرتی ہے۔

اگرچہ حضرت موسٰی علیہ السلام اور حضرت عیسی علیہ السلام سے جو تعلیمات منسوب ہیں وہ ہزاروں واسطوں سے منسوب ہونے کی بناءپر حقانیت کے ترازو پر پورا نہیں اترتیں اور مختلف فرقوں میں بٹے ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کیلیئے قابل قبول نہیں ہیں۔

اس اصول اور ضابطے کے مطابق پوری دنیا کو اسلامی تعلیمات کے ساتھ بھی یہی معاملہ کرنا چاہیئے کہ اس کی حقیقت اور سچائی کو پرکھنے کے لئے اسلام کے بانی شارح نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی طرف رجوع کرنا چاہیئے مگر بدقسمتی سے جس طرح دیگر تمام معاملات میں مسلمانوں کے ساتھ امتیازی سلوک رکھا جاتا ہے۔

اسی طرح اس معاملے میں بھی مسلمانوں کے ساتھ امتیازی سلوک کیا جاتا ہے۔ اور مسلمانوں کے تعین اور تشخص کے سلسلے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی طرف رجوع کرنے کی بجائے اپنے مفادات کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تو امریکہ اور مسلم ممالک نے اس کو امتیازی قانون قرار دیتے ہوئے اس کو واپس لینے کا مطالبہ کیا کہ جب قادیانی خود کو مسلمان کہتے ہیں تو ان کو مسلمان کہنے کیوں نہیں دیا جاتا۔

جب کہ ان کے کفر عقائد کی وجہ سے مسلم ممالک کے 140 مذہبی سکالروں اور علمائے کرام نے دلائل کی روشنی میں ان کو کافر قرار دیا تھا کوئی ان سے پوچھے کہ مسلمان کی تعریف خاتمِ النبیّین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے ملیں گی یا مغربی ممالک اور اقوام متحد کے چارٹر سے ؟ تو اس کا کوئی جواب نہیں ہے

تعصب کی آنکھ سے مسلمان کے معاملات کو دیکھ کر اس کے بارے میں فیصلہ اپنے مفادات کی روشنی میں کیا جاتا ہے کہ وہ اقوام متحدہ کے قانون کے مطابق اپنے لوگوں کو حقوق دیں۔

بدھ مت کے پیروکاروں کو مجبور نہیں کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے مذہب کو اقوام متحد کے منشور کے مطابق ڈھالیں۔

جاپان میں خودکشی کو مذہبی رسوم کے تحت ادا کرنے والوں کو مغرب کا کوئی قانون یا اقوام متحد کا چارٹر روکنے کی کوشش نہیں کرتا۔ مگر مسلمان پر پابندی ہے کہ وہ اپنے مذہب کی تشریح اقوام متحدہ کے مطابق کریں ورنہ افغانستان حکومت کی طرح ان کی حکومت کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔

پاکستان کی امداد روک لی جائے گی یہی وجہ ہے کہ امریکہ نے پاکستان کی امداد کو قادینوں سے متعلق قوانین کو ختم کرنے سے اور ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے قانون کو تبدیل کرنے سے مشروط کیا مندرجہ ذیل بالا اصول کی روشنی میں جب ہم قادینوں کے عقائد پر نگاہ ڈالتے

ہے تو وہ قرآن کریم کی دوسوآیات، نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی 400حادیث اور 1400 سالہ اجتماعات اور عقلی دلائل کے اعتبار سے دائرہ اسلام سے خارج اور ایک الگ ملت کی حیثیت سے رکھتے ہیں۔

1-عدالت 2-عوامی رائے اور 3-اسمبلی۔

قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے سلسلے میں ہم سب سے پہلے عدلیہ کے فیصلوں کو ملاحظہ کرتے ہیں:

اس سلسلے میں سب سے پہلا مقدمہ ماریش کی عدالت میں اس وقت دائر کیا گیا جب قادیانیوں نے ''روزہل ''مسجد پر قبضہ کرکے مسلمانوں کو نماز پڑھنے سے روک دیا۔اس آبادی میں 12 قادیانی جب کہ 500 مسلمان آباد تھے۔ مسلمانوں نے 26فروری 1919ء کو سپریم کورٹ میں مقدمہ دائر کیا تھا۔ کئی سال مقدمہ چلتا رہا۔ 21 شہادتیں پیش کی گئیں۔دوسرے ممالک سے فریقین نے مشہور وکلاء بلائے مقدمہ میں دعٰوی کیا گیا کہ:

روزہل کی مسجد جہاں مسلمان لوگ نماز پڑھتے تھے، یہ مسجد انہوں نے تعمیر کی تھی اور مسلسل قابض چلے آرہے تھے،اس پر قادیانیوں نے قبضہ کرلیا، جن کا تعلق امت اسلامیہ سے نہیں ہے۔

قادیانی ہم مسلمان کو مسلمان نہیں سمجھتے، ہمارے پیچھے ان کی نماز نہیں ہوتی، ایسی صورت میں ان کو مسجد سے نکال دیا جائے۔ تفصیلی بحث کے بعد 19 نومبر 1927ء کو چیف جج سرائے ہر چیز ووڈ نے یہ فیصلہ سنایا۔

عدالت عالیہ اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ مدّعہ علیہ (قادیانی) کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ ''روز ہل ''مسجد میں اپنی پسند کے امام کے پیچھے نماز ادا کریں، اس مسجد میں صرف مدّعی (مسلمان) نماز ادا کر سکیں گے، اپنے اعتقادات الگ'' اس عدالت کے ایک دوسرے جج ٹی اے روز نے بھی اس فیصلے سے اتفاق کیا۔

برصغیر میں قادیانی کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے سلسلے میں پہلا مقدمہ 1925ء میں ڈسٹرکٹ جج بہاولنگر ریاست بہاولپور میں غلام عائشہ بنت مولوی الٰہی بخش کا تنسیخ نکاح کے سلسلے میں دائر ہوا، جو عبدالرازاق قادیانی کے ساتھ لاعلمی میں ہو گیا تھا،

ابتدائی فیصلے کے بعد 1932ء میں یہ مقدمہ دوبارہ دائر کیا گیا، اس مقدمہ میں مولانا انور شاہ کشمیری شدید علالت اور ضیعف کے باوجود آئے اور عدالت میں اپنا بیان دیا۔

7 فروری 1935ء کو عدالت نے تاریخی فیصلہ دیا'' چونکہ مدّعا علیہ مرتد ہو چکا ہے، اس لئے ارتداد کی وجہ سے نکاح تنسیخ ہو گیا۔

قیام پاکستان کے بعد مختلف عدالتوں کی جانب سے ابتداء ہی سے اس قسم کی عدالتوں کی جانب سے ابتداء ہی سے اس قسم کے مقدمات میں قادیونیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا، بعد ازاں بلوچستان ہائی کورٹ، لاہور ہائی کورٹ، سندھ ہائی کورٹ، سرحد ہائی کورٹ، سپریم کورٹ، وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ شریعت اپیلٹ بینچ کی طرف سے بھی قادیانیوں کو دلائل کی بنیاد پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔

اسی طرح افریقہ کی کورٹ کی جانب سے بھی قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر ان کی اپیل خارج کی گئی۔ یہ تو موجودہ کے مروجہ طریقے میں عدلیہ کے جائزے کا مختصر سا فیصلہ تھا، عوامی رائے کے مطابق دنیا بھر کے ایک عرب سے زائد مسلمانوں کی متفقہ آراء اور دنیا بھر کے تمام دینی اداروں کی جانب سے متفقہ فتاویٰ کے مطابق قادیانی غیر مسلم اقلیت میں داخل ہیں۔

مکہ مکرمہ میں ربیع الاول 1974ء میں رابطہ عالم اسلامی کے تحت ایک کانفرنس ہوئی جس میں مسلم و غیر مسلم ممالک کی 144 مسلم تنظیموں کے سکالرز اور علمائے کرام شریک ہوئے۔ جس میں قادیانی عقائد کو واضح کر کے مسلمانوں کو آگاہ کیا گیا کہ ان کے ساتھ غیر مسلموں والا معاملہ کرتے ہوئے، ان کی سرگرمیوں سے مسلمانوں کو بچانے کیلئے اقدامات کریں۔ گویا دنیا بھر کی عوامی رائے کی روشنی میں قادیانیوں کو ساتھ غیر مسلموں والا ہونا چاہیے۔

مروجہ طریقوں میں تیسرا طریقہ قومی اسمبلی کے ذریعہ فیصلہ کرنے کا ہے۔ اس سلسلے میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد متفقہ طور پر منظور کی۔ بعد ازاں قومی اسمبلی

نے 7 ستمبر 1974ء کو متفقہ طور پر آئینی بل کے ذریعے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت دیکر پوری دنیا کے سامنے مسئلہ کو واضح کر دیا۔اب ان تینوں مروجہ طریقوں سے قادیانیوں کے غیر مسلم اقلیت ہونے کے بعد نہ قادیانیوں کیلئے یہ مناسب ہے کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کریں۔اور نہ ہی غیر مسلم ممالک کے این جی اوز کے نمائندوں کو یہ زیب دیتا ہے کہ وہ اپنے فیصلے مسلمانوں پو ٹھونسنے کی کوشش کریں۔

پھر سب سے اہم بات یہ ہے کہ قادیانی جماعت کے جھوٹے مدّعی نبوّت مرزا غلام قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام کی ذات پر کیچڑ اچھالی ہے۔اگر کوئی عیسائی یا یہودی اپنے مذہب پر صحیح معنوں میں عقیدہ کھتا ہو تو وہ کسی صورت میں قادیانیوں کی حمایت کا تصور تک نہیں کر سکتا۔یہ تو مسلمان ہی ہیں کہ اپنے پیغمبر کے تقدس کے ساتھ دیگر انبیائے کرام علیہ السلام کے تقدس اور اس عظمت کے تحفظ کے لئے سر گرم ہیں۔

پاکستان کا استحکامِ اور قادیانیوں کے کردار کے حوالے سے چند واقعات آپ کے سامنے ہیں:

قادیانیوں کے علاقے ربوہ میں بہشتی مقبرہ قبرستان واقعہ ہے اس قبرستان میں بڑے نامی گرامی قادیانی آنجہانی دفن ہیں۔مرزا بشیر الدین محمود جو سلسلہ احمدیہ میں دوسرے خلیفے کے طور پر مشہور ہے ، وہ بھی اسی جگہ دفن ہے۔قادیانیوں نے پاکستان توڑنے کے لیے ہمیشہ اپنی کوششیں جاری رکھیں اور تاحال جاری رکھے ہوئے ہیں۔

دوسرے لفظوں میں اس طرح کہہ لیں کہ انہوں نے پاکستان کے قیام کو دل سے آج تک تسلیم ہی نہیں کیا۔ پاکستان کی سالمیت مرزائیوں کے نزدیک کیسی رہی اس کے متعلق ان کے مقبرہ ربوہ میں مدفون مرزابشیر الدین محمود کی قبر پر نصب کتبہ دیکھ لیا جائے تو آپ اس پر یہ تحریر کندہ دیکھیں گے۔ جس کا مفہوم کچھ اس طرح ذہن میں محفوظ رہ سکا ہے کہ ایک دن پاکستان کو دوبارہ ہندوستان میں ضم ہو جانا ہے اور ایسا ہو جائے تو میرا تابوت اس مقبرے سے اکھاڑ کر قادیان میں دفن کر دیا جائے۔

دوسرا واقعہ جو استحکامِ پاکستان کے خلاف مرزائیوں کے ذہن کی عکاسی کرتا ہے وہ یہ ہے کہ ذوالفقار علی بھٹو کے دورِ حکومت میں جب مرزائی سائنس دان ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو اس کی بعض منفی سرگرمیوں کی وجہ سے بھٹو صاحب نے سائنسی ریسرچ کے ادارے سے اخراج کا نوٹس بھجوایا تھا تو اس نے اپنی سرگرمیاں مزید تیز کر دی تھیں اور اسرائیل و امریکہ کے پاس اپنے ادارے کے راز برابر بھجواتا رہا۔

جب قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا تو اس وقت بھٹو کی حکومت تھی۔ اس وقت عبدالسلام قادیانی نے اپنی نفرت کا اس طرح اظہار کیا اور یہ کہتے ہوئے میں اس سرزمین پر تھوکتا ہوں پھر خود ہی جلاوطن ہو کر ملک سے باہر چلا گیا۔ بدقسمتی سمجھئے ایسے لوگوں کو ائمہ کفر کی آشیرباد سے پھر وطن پاکستان کی دھرتی پر آنا پڑا۔

ایک سازش کے تحت جب اسی سائنس دان کو نوبل پرائز سے نوازا گیا تو پاکستان کے فوجی حکمران جنرل ضیاء الحق مرحوم نے بھی پاکستان کا نشانِ پاکستان اس قادیانی کے سینے پر سجادیا۔ اتفاق دیکھئے یہ وہی دھرتی تھی جس پر اس سائنس دان نے تھوک کر جلاوطنی اختیار کر لی تھی اور اسی دھرتی پر اس کی قوم کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا، پھر اسی دھرتی پر اس کے سینے کو نشانِ پاکستان جیسے پاک تمغے سے نوازا گیا۔

تیسرا واقعہ نوٹ فرمالیں کہ بانیِ پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کی وفات پر پورا عالم اسلام اپنے افسوس و غم کا اظہار کر رہا تھا۔ پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان قادیانی تھا۔ اس وزیر خارجہ نے بانی پاکستان کے جنازے میں شرکت نہ کی تھی۔

1979 میں 28 دسمبر کو چنیوٹ میں مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کی سالانہ کانفرنس ہوئی تھی۔ اس وقت ربوہ میں بھی قادیانی حضرات اپنا تین روزہ سالانہ جلسہ منعقد کر رہے تھے۔ وہاں بڑے اشتہاروں پر اس وزیر خارجہ ظفر اللہ خان کی تصویر چھپی ہوئی تھی اور نیچے اقرار تھا کہ :

ہاں میں نے قائد اعظم کے جنازے میں شرکت نہیں کی تھی۔ اس سے آپ سمجھیں کہ ایک کافر نے مسلمان کا جنازہ یا کافر کا جنازہ ایک مسلمان نے نہیں پڑھا۔

گویا مرزائی حضرات اپنے زعم میں خود کو مسلمان تصور کرتے ہیں اور ان کے نزدیک باقی سب کافر ہیں۔ دوسرے یہ کہ باقی تو مسلمان ہیں اور اپنے آپ کو ان کے مقابل دوسری قوم قرار دیتے ہیں۔

7 ستمبر 1974ء کو پارلیمنٹ میں قادیانیوں کی شکست:

30 جون 1974ء کو قومی اسمبلی میں مولانا شاہ احمد نورانی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کی قرارداد پیش کی جس پر مولانا مفتی محمود، مولانا عبدالمصطفی الازھری، پروفیسر غفور احمد، مولانا عبدالحق، چوہدری ظہور الٰہی، شیر باز خان مزاری، مولانا محمد ظفر احمد انصاری، احمد رضا قصوری، مولانا نعمت اللہ، سردار شوکت حیات، علی احمد تالپور اور رئیس عطاء محمد خاں مری سمیت چالیس کے قریب ممبرانِ اسمبلی نے دستخط کیے۔

اس قرارداد میں کہا گیا کہ قادیان کے آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی نے حضور نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنے نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا۔ قرآنی آیات کا تمسخر اڑایا۔ جہاد کو ختم کرنے کی مذموم کوششیں کیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ قادیانیت سامراج کی پیداوار ہے جس کا مقصد مسلمانوں کے اتحاد کو تباہ کرنا اور اسلام کو جھٹلانا ہے۔ قادیانی مسلمانوں کے ساتھ گھل مل کر اور اسلام کا ایک فرقہ ہونے کا بہانہ کرکے اندرونی اور بیرونی طور پر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ لہٰذا اسمبلی مرزا قادیانی کے پیروکار قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر آئینِ پاکستان میں ضروری ترمیم کرے۔

5 اگست 1974ء کو صبح دس بجے سپیکر قومی اسمبلی صاحبزادہ فاروق علی خاں کی صدارت میں اسمبلی کا اجلاس شروع ہوا۔ جس میں وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو، وزیر قانون

عبدالحفیظ پیرزادہ، وفاقی وزیر برائے مذہبی امور مولانا کوثر نیازی سمیت پوری کابینہ نے شرکت کی۔ تلاوتِ قرآن مجید کے بعد قادیانی جماعت کے وفد کو جس کی سربراہی قادیانی خلیفہ مرزا ناصر کر رہا تھا، بلایا گیا۔ اسمبلی میں طے پایا گیا کہ کوئی رکن قومی اسمبلی براہِ راست مرزا ناصر سے سوال نہ کرے بلکہ وہ اپنا سوال لکھ کر اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار کو دے دے جو خود مرزا ناصر سے اس بارے میں دریافت کریں گے۔

دنیا کی تاریخ میں جمہوری نظامِ حکومت کا یہ واحد واقعہ ہے کہ اکثریت کی بنیاد پر فیصلہ کرنے کے بجائے قادیانی مذہب کے دونوں فرقوں (ربوی و لاہوری) کے سربراہوں کو اپنا اپنا موقف پیش کرنے کے لیے بلایا گیا۔

تعارفی کلمات کے بعد اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار نے مرزا ناصر سے قادیانی عقائد پر بحث شروع کی تو مرزا ناصر نے کہا کہ آئین پاکستان کے آرٹیکل 20 کے تحت ہر شہری کو مذہبی طور پر آزادی اظہار حاصل ہے۔ آپ کسی پر پابندی نہیں لگا سکتے۔ اٹارنی جنرل نے کہا کہ ایک شخص خود کو مسلمان بھی کہتا ہے اور اسلام کے بنیادی ارکان اور قرآنِ مجید کی متعدد آیات کا بھی منکر ہے تو کیا اس پر پابندی لگائی جا سکتی ہے۔ اس پر مرزا ناصر مختصر خاموشی کے بعد بولا کہ کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ ہمیں غیر مسلم اقلیت قرار دے۔ اٹارنی جنرل نے کہا کہ آپ کو کس نے حق دیا ہے کہ آپ دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر، دائرہ اسلام سے خارج اور جہنمی قرار دیں؟ مرزا ناصر نے کہا کہ ہم کسی کا فر قرار نہیں دیتے۔ اس پر اٹارنی جنرل نے مرزا ناصر کو اس کے دادا (آنجہانی مرزا قادیانی)

اس کے والد (قادیانی خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود) اور اس کے چچا (مرزا بشیر احمد ایم اے) کی اپنی تحریریں پڑھ کر سنائیں:

اور (جو) ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جاوے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔(انوارِ اسلام صفحہ 30 مندرجہ روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 31 از مرزا قادیانی)

جو میرے مخالف تھے، ان کا نام عیسائی اور یہودی اور مشرک رکھا گیا۔(نزول المسیح (حاشیہ) صفحہ 4 مندرجہ روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 382 از مرزا قادیانی)

تلک کتب ینظر الیھا کل مسلم بعین المحبۃ والمودۃ وینفع من معارفھا ویقبلنی ویصدق دعوتی۔ الا ذریۃ البغایا

میری ان کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے اور اسے قبول کرتا ہے مگر کنجریوں (بدکار عورتوں) کی اولاد نے میری تصدیق نہیں کی۔(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 547،548 مندرجہ روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 547،548 از مرزا قادیانی)

العدا صاردا خنازیر الفلا

و نساءھم من دونھن الاکلب

دشمن ہمارے بیانوں کے خنزیر ہوگئے۔ اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں۔(نجم الہدیٰ صفحہ 53 مندرجہ روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 53 از مرزا قادیانی)

ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰؑ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰؑ کو نہیں مانتا یا عیسیٰؑ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا اور یا محمد کو مانتا ہے پر مسیح موعودؑ کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

(کلمۃ الفصل صفحہ 110 از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

اب معاملہ صاف ہے، اگر نبی کریم کا انکار کفر ہے تو مسیح موعودؑ کا انکار بھی کفر ہونا چاہیے۔ کیونکہ مسیح موعود نبی کریم سے الگ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ وہی ہے اور اگر مسیح موعودؑ کا منکر کافر نہیں تو نعوذ باللہ نبی کریم کا منکر بھی کافر نہیں کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ پہلی بعثت میں تو آپ کا انکار کفر ہو مگر دوسری بعثت میں جس میں بقول حضرت مسیح موعودؑ آپ کی روحانیت اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے، آپ کا انکار کفر نہ ہو۔ (کلمۃ الفصل صفحہ 147،146 از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا، وہ مسلمان نہیں ہے۔ (تذکرہ مجموعہ وحی والہامات صفحہ 519 طبع چہارم از مرزا قادیانی)

کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے، خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا نام بھی نہیں سنا، وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (آئینہ صداقت صفحہ 35 مندرجہ انوار العلوم جلد 6 صفحہ 110 از مرزا بشیر الدین محمود ابن مرزا قادیانی)

جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہو گا اور تیرا مخالف رہے گا۔ وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔ (تذکرہ مجموعہ وحی والہامات صفحہ 280 طبع چہارم از مرزا قادیانی)

ان حوالہ جات پر مرزا ناصر نہایت شرمندہ ہوا۔ پھر اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار نے مرزا ناصر سے پوچھا کہ جب آپ کا نبی الگ، قرآن الگ، نماز، روزہ، حج اور زکوۃ الگ ہے تو پھر آپ خود کو مسلمان کہلوانے اور شعائر اسلامی استعمال کرنے پر بضد کیوں ہیں ؟ اس پر مرزا ناصر نے کہا کہ ہماری کوئی چیز الگ نہیں ہے، ہم مسلمانوں کا ہی ایک حصہ ہیں۔ اس پر اٹارنی جنرل نے مندرجہ ذیل حوالے پڑھ کر سنائے تو مرزا ناصر بے حد پریشان ہوا۔

کل میں نے سنا تھا کہ ایک شخص نے کہا کہ اس (قادیانی) فرقہ میں اور دوسرے لوگوں (مسلمانوں) میں سوائے اس کے اور کچھ فرق نہیں کہ یہ لوگ وفاتِ مسیح کے قائل ہیں اور وہ لوگ وفاتِ مسیح کے قائل نہیں۔ باقی سب عملی حالت مثلاً نماز، روزہ اور زکوۃ اور حج وہی ہیں۔ سو سمجھنا چاہیے کہ یہ بات صحیح نہیں کہ میرا دنیا میں آنا صرف حیاتِ مسیح کی غلطی کو دور کرنے کے واسطے ہے۔ اگر مسلمانوں کے درمیان صرف یہی ایک غلطی ہوتی تو اتنے کے واسطے ضرورت نہ تھی کہ ایک شخص خاص مبعوث کیا جاتا اور الگ جماعت بنائی جاتی اور ایک بڑا شور برپا کیا جاتا۔ (احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے ؟ از مرزا قادیانی صفحہ 2)

قادیانی جماعت کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود کا کہنا ہے :

حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں (مسلمانوں) سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا اور چند مسائل میں ہے آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات، رسول کریم، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوۃ، غرض کہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ہمیں ان (مسلمانوں) سے اختلاف

ہے۔خطبہ جمعہ مرزابشیر الدین خلیفہ قادیان،مندرجہ اخبار الفضل قادیان،ج19،نمبر13، مورخہ30جولائی 1931)

حضرت مسیح موعود(مرزا قادیانی)نے تو فرمایا ہے کہ ان(مسلمانوں)کا اسلام اور ہے اور ہمارا اور، ان کا خدا اور ہے اور ہمارا خدا اور ہے،ہمارا حج اور ہے اور ان کا حج اور۔اسی طرح ان سے ہر بات میں اختلاف ہے۔(روزنامہ الفضل قادیان 21اگست 1917ء جلد5 نمبر15 ص8)

ایک موقع پر اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار نے قادیانی خلیفہ مرزاناصر سے پوچھا کہ کیا آپ کے پاس مرزا قادیانی کی تمام کتب موجود ہیں؟مرزاناصر نے کہا کہ ہاں!ہمارے پاس مرزاصاحب کی تمام کتب موجود ہیں۔اٹارنی جنرل نے پوچھا کہ ان کی تعداد کیا ہے؟مرزاناصر نے کہا کہ 80 کے قریب ہیں۔یحییٰ بختیار نے کہا کہ آپ نے ان 80 کتب کو روحانی خزائن کے نام سے شائع کیا۔اس کے علاوہ ملفوظات دس جلدوں میں،مجموعہ اشتہارات تین جلدوں میں اور مکتوبات وغیرہ تین جلدوں میں شائع کیے۔یہ ساری کتب ایک الماری کے دو شیلفوں میں آسکتی ہیں۔مگر آپ کے مرزاصاحب نے اپنی کتاب تریاق القلوب میں لکھا ہے:

میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کیے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روایتیں

اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جواحمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں،ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں۔(تریاق القلوب صفحہ 27،28 مندرجہ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 155،156 ازمرزاقادیانی)

اٹارنی جنرل نے مرزاناصر سے پوچھا کہ باقی کتب کہاں اوران کے نام کیاہیں؟اس پر مرزاناصر نے کہاکہ اتنی تعداد میں شائع ہوئیں کہ 50 الماریاں بھر جائیں۔اٹارنی جنرل نے کہاکہ اگرآپ صرف ایک کتاب کوایک لاکھ کی تعداد میں شائع کردیں تواس سے سیکڑوں الماریاں بھر جائیں گی۔مرزا صاحب تو کہتے ہیں کہ انگریز کی حمایت اور جہاد کی ممانعت کے سلسلہ میں اتنی کتابیں لکھی ہیں کہ 50 الماریاں بھر جائیں۔اس پر مرزاناصر کو کوئی جواب نہ آیا۔

ایک اور موقع پر اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار نے مرزاناصر سے پوچھا کہ آپ مرزا قادیانی کو کیامانتے ہیں؟ مرزاناصر نے کہاکہ ہم مرزا غلام احمد صاحب کو مہدی اور مسیح موعود مانتے ہیں۔ اٹارنی جنرل نے پوچھاکہ اس کے علاوہ آپ مرزاصاحب کو کیامانتے ہیں؟مرزاناصر نے کہاکہ کچھ نہیں۔اٹارنی جنرل نے کہاکہ مرزا قادیانی نے اپنی کتابوں میں صراحتاً دعویٰ کیاہے کہ وہ خود محمد رسول اللہ ہے۔اور آپ جب کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں تو محمد رسول اللہ سے مراد مرزا قادیانی لیتے ہیں۔اس پر مرزاناصر نے کہاکہ ہم مرزا صاحب کو محمد رسول اللہ نہیں مانتے۔اٹارنی جنرل نے کہاکہ کیاآپ مرزاقادیانی کے دعویٰ محمد رسول اللہ کو جھوٹامانتے ہیں؟اس پر مرزاناصر خاموش ہو گیا۔پھراٹارنی جنرل نے مندرجہ ذیل اقتباسات پیش کیے:

پھراسی کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیااور رسول بھی۔(ایک غلطی کاازالہ صفحہ 4، مندرجہ روحانی خزائن جلد18 صفحہ 207از مرزا قادیانی)

مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایاہے اور اسی بناپر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا مگر بروزی صورت میں۔میرا نفس درمیان نہیں ہے بلکہ محمد مصطفیٰ ہے۔اسی لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا۔پس نبوّت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی۔محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی۔(ایک غلطی کاازالہ صفحہ 12 مندرجہ روحانی خزائن جلد10 صفحہ 216از مرزا قادیانی)

میں آدمؑ ہوں، میں نوحؑ ہوں، میں ابراہیمؑ ہوں، میں اسحاقؑ ہوں، میں یعقوبؑ ہوں، میں اسماعیلؑ ہوں، میں موسیٰؑ ہوں، میں داؤدؑ ہوں، میں عیسیٰؑ ابن مریم ہوں، میں محمد ہوں۔(تتمہ حقیقت الوحی صفحہ 521، مندرجہ روحانی خزائن جلد22 صفحہ 521از مرزا قادیانی)

کیااس بات میں کوئی شک رہ جاتاہے کہ قادیان میں اللہ تعالیٰ نے پھر محمد کواتارا تاکہ اپنے وعدہ کو پورا کرے جواس نے آخرین منھم لما یلحقوا بھم میں فرمایا تھا۔(کلمۃ الفصل صفحہ 104،105،از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

ہر ایک نبی کواپنی استعداداور کام کے مطابق کمالات عطاہوتے تھے کسی کو بہت، کسی کو کم۔مگر مسیح موعودؑ کو تو تب نبوّت ملی جب اس نے نبوّت محمدیہ کے تمام کمالات کو حاصل کر لیااور اس قابل ہو گیاکہ ظلی نبی کہلائے پس ظلی نبوّت نے مسیح موعودؑ کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایابلکہ آگے بڑھایااور اس قدر آگے بڑھایاکہ نبی کریم کے پہلو بہ پہلولا کھڑاکیا۔(کلمۃ الفصل صفحہ 113،از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

ہم کو نئے کلمہ کی ضرورت پیش نہیں آتی کیونکہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) نبی کریم سے کوئی الگ چیز نہیں ہے جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے صار وجودی وجودہ نیز من فرق بینی و بین المصطفی فما عرفنی و ماریٰ اور یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ ایک دفعہ اور خاتم النبیین کو دنیا میں مبعوث کرے گا جیسا کہ آیت آخرین منھم سے ظاہر ہے، پس مسیح موعودؑ خود محمد رسول اللہ ہے جو اشاعت اسلام کے لیے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے،اس لیے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں،ہاں اگر محمد رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی۔(کلمۃ الفصل صفحہ 158از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

اے محمدی سلسلہ کے برگزیدہ مسیح تجھ پر خدا کا لاکھ لاکھ دُرود اور لاکھ لاکھ سلام ہو۔(سیرت المہدی جلد سوئم صفحہ 208از مرزا بشیر احمد ابن مرزا قادیانی)

اللھم صلی علی محمد و علی عبدک المسیح الموعود۔

اے اللہ محمد اور اپنے بندے مسیح موعود (مرزا قادیانی) پر درود و سلام بھیج۔(روزنامہ الفضل قادیان 31جولائی 1937ء صفحہ 5کالم 2)

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(روزنامہ بدر قادیان،25اکتوبر 1906ءاز مرزا قادیانی)

جب اٹارنی جنرل نے مرزا قادیانی کی کتب سے مذکورہ بالا حوالہ جات پیش کیے تو ممبران اسمبلی غم و غصہ میں ڈوب گئے۔ بہر حال 13 روز کی طویل بحث اور جرح کے بعد مرزا ناصر نے نہ صرف اپنے تمام کفریہ عقائد و نظریات کا برملا اعتراف کیا بلکہ لایعنی تاویلات کے ذریعے ان کا دفاع بھی کیا۔ 5 اور 6 ستمبر کو اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار نے 13 روز کی بحث کو سمیٹتے ہوئے اراکین اسمبلی کو مفصل بریفنگ دی۔ ان کا بیان اس قدر مدلل، جامع اور ایمان افروز تھا کہ کئی آزاد خیال اور سیکولر ممبران اسمبلی بھی قادیانیوں کے عقائد و عزائم سن کو پریشان ہو گئے۔ چنانچہ 7 ستمبر 1974ء کو شام 4 بج کر 35 منٹ پر پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر قادیانیوں کے دونوں فرقوں (ربوی ولاہوری) کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور آئین پاکستان کی شق (2)160 اور (3)260 میں اس کا مستقل اندراج کر دیا۔

ایک موقع پر قومی اسمبلی میں یہ حیران کن منظر بھی دیکھنے میں آیا کہ جب قادیانی خلیفہ مرزا ناصر اپنے کفریہ عقائد کے دفاع میں دلائل دے رہا تھا کہ اچانک ایک پرندہ اڑتا ہوا آیا اور مرزا ناصر پر بیٹ کر دی جس سے وہ نہایت سٹپٹایا اور بڑبڑاتا ہوا تھوڑی دیر کے لیے اسمبلی سے باہر چلا گیا۔ جس نے بھی یہ منظر دیکھا، وہ ششدر رہ گیا کہ جدید عمارت کے بند کمرے میں اچانک پرندہ کہاں سے آگیا؟ اور پھر پرندے کا صرف مرزا ناصر کو ٹارگٹ کرنا بھی باعث تعجب تھا۔

آخر کار 7 ستمبر 1974ء کو مسلمانانِ پاکستان کی عظیم جدوجہد اور قربانیوں کے نتیجے میں دستورِ پاکستان میں مسلمان کی واضح تعریف کی جا چکی ہے، جو یہ ہے کہ :

مسلمان وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی اکملیت پر یقین رکھتا ہو اور نبی اکرم ﷺ پر آخری نبی کے بطور مکمل ایمان رکھتا ہو اور ایسے شخص پر ایمان اور تعلق نہ رکھتا ہو جو نبوّت کی کسی بھی شکل میں دعویٰ نبوّت کرتا ہے اور نبوّت کے لفظ کی کسی بھی معنوی لحاظ سے نبوّت کا اظہار کرتا ہے۔اور غیر مسلم وہ شخص ہے جو عیسائیت، یہودیت، سکھ ، بدھ، پارسی یا قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ سے تعلق رکھتا ہو۔حال ہی میں سپیکر قومی اسمبلی نے اپنے خصوصی اختیارات کے تحت قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے سے متعلق پارلیمنٹ کے بند کمرے کے اجلاس میں ہونے کی والی خصوصی بحث کے ریکارڈ کو 38سال بعد اوپن کرنے کی منظوری دے دی ہے۔

اسمبلی ترجمان کے مطابق اس وقت بحث کا تمام ریکارڈ پرنٹنگ کے مراحل میں ہے اور جلد اسے ہر خاص وعام کے لیے لائبریری کا حصہ بنا دیا جائے گا۔ قادیانیوں نے پروپیگنڈہ کیا تھا کہ اگر اسمبلی کی یہ کاروائی شائع ہو جائے تو آدھا پاکستان قادیانی ہو جائے گا۔اس کے جواب میں اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار نے کہا تھا کہ قادیانی جھوٹ بولتے ہیں وہ اسمبلی کے اندر اپنے تمام کفریہ اور گستاخانہ عقائد کا اعتراف کر چکے ہیں۔اگر یہ کاروائی سرکاری سطح پر شائع ہو گئی تو لوگ انہیں ماریں گے-دیکھتے ہیں کس کی بات سچ ثابت ہوتی ہے۔7ستمبر کا دن یوم دفاع ختم نبوت ہے۔

والدین

(خطبہ جمعۃ المبارک۔2013بمقام مکی مسجد لاہور)

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم، اَمَّا بَعْدُ!

وقضٰی ربک الا تعبدو الا ایاہ وبالوالدین احسانا۔:الالخ (پارہ نمبر:15سورۃ بنی اسرائیل۔رکوع نمبر2آیت نمبر:22)

میرے بھائیو،دوستو بزرگو،اور عزیز ساتھیو۔اللہ رب العزت نے دنیامیں کئی طرح کے رشتے بنائے ہیں۔لیکن سب سے افضل رشتہ والدین کا ہے۔والدین کاایک ایسارشتہ ہے۔اس جیسا رشتہ شاید دنیامیں نہ ہو۔جب بچہ اس دنیامیں آتاہے۔تووالدین اپنی نیند کی پرواہ کیے بغیر اپنے لخت جگر کی نیند کی پرواہ کرتے ہیں۔اپنی بیماری کی پرواہ کیے بغیر رات کے اندھیرے میں بھی اپنے لخت جگر کواٹھاکراسے سلانے کی کوشش کرتے ہیں۔

الغرض جو بھی ہواپنے لخت جگر کوہر طرح کاآرام دیتے ہیں۔اللہ رب العزت نے بھی ماں قدموں تلے جنت کورکھ دیا۔اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اگر جنت کمانی ہو تواپنے والدین کی خدمت کرو۔ جو حکم دیں ان کو بجالاؤ۔ ان کے آگے اف تک نہ کرو۔ جب وہ باہر سے آئیں توان کے استقبال کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔

اللہ رب العزت کبھی ماں باپ کی دعا کو نہیں ٹالتا جو وہ اپنی اولاد کے حق میں کرتے ہیں۔ بڑی عظمت بیان کی خدا تعالیٰ نے والدین کی شان میں۔ لیکن آج کا نوجوان اپنے والدین کو بوجھ سمجھتا ہے۔ انہیں اولڈ ہاوس میں داخل کرا آتا ہے۔

اے نوجوان یاد رکھ آج تو اپنے والدین کے ساتھ یہ کر رہا۔ کل تیری اولاد بھی تیرے ساتھ ایسا کرے گی۔ تو اپنے والدین سے دعائیں پا۔ پتہ نہیں تو کیا کر رہا ہے۔

وہ دیکھ ایک بچہ ہے۔ جس کی بینائی چلی گئی ہے۔ ماں اٹھ کر خدا کے حضور دعا کرتی ہے۔ اے اللہ میرے بیٹے کو بنائی عطا کر دے۔ ماں کی دعا قبول ہوتی ہے۔ ماں اس بچے کو دین کے لیے وقف کر دیتی ہے۔ آج اس بچے کو دنیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے نام سے جانتی ہے۔

ماں کی دعا نے کیسا اثر دکھایا۔ اللہ نے اس بچے کو وقت کا امام بنا دیا۔

حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ فرماتے میں۔ ایک دن رات کو میری ماں نے مجھے کہا۔ اے بایزید مجھے ایک گلاس پانی پلا۔ فرماتے ہیں۔ جب میں پانی لیکر واپس لوٹا۔ تو ماں سو چکی تھی۔

میں پانی کا گلاس لیکر ماں کے پاس کھڑا ہو گیا۔ جب ماں نے آنکھ کھولی۔ تو دیکھا میں پانی لیے کھڑا ہوں۔ میں نے کہا۔ اے بازید مجھے اٹھا دیا ہوتا۔

فرمایا۔اے ماں جب میں پانی لیکر واپس آیاتو تو سو چکی تھی۔ میرادل نہیں مانا کہ تجھے اس نیند سے اٹھاؤں۔ماں نے خوش ہو کر دعادی۔اے اللہ اس کو ولیوں کاامام بنادے۔

ایک وقت آیاجب دنیانے دیکھاماں کی دعاسے بایزید بسطامی رحمہ اللہ ولیوں کاامام بنا۔

یادرکھو! والدین کی دعا بھی قبول ہوتی ہے اور بد عا بھی قبول ہو جاتی ہے۔ حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں ایک سال حج کو گیا۔

حج کے بعد میں نے دعاکی: یااللہ کوئی ایسا بندہ بھی ہے جس کا حج قبول نہ ہوا ہو۔

فرماتے ہیں اس دعاکے بعد میں سو گیا۔

خواب میں ارشاد ہوا۔ فلاں قصبہ میں فلاں جگہ ایک آدمی کھڑا ہے۔ جس کے بال بکھرے ہوئے ہیں۔اس کا حج قبول نہیں ہوا۔

حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں اس قصبہ میں گیا۔ کیا دیکھتا ہوں ایک شخص وہاں کھڑا ہے۔ بال بکھرے ہوئے ہیں۔ایک دیوانہ سالگ رہا ہے۔

حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں، میں نے اس سے پوچھا: تونے ایسا کون سا گناہ سرزد کیا ہے۔ جس کی بناءپر تیرا حج قبول نہیں۔

وہ نوجوان کہنے لگا: میرا گناہ پہاڑوں سے بھی بڑا ہے۔ میرا گناہ سمندروں سے بھی بڑا ہے۔

حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے کہا: بتاؤ تو سہی وہ کون سا گناہ ہے۔ جس بناپر تو اس نعمت سے محروم ہے۔

تو اس نوجوان نے کہا: رمضان کا مہینہ تھا۔ میں نشے کی حالت میں گھر میں داخل ہوا۔ ہمارے پڑوس میں غیر مسلموں کا گھر تھا۔ جن کے گھر سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ شاید وہ روٹی پکا رہے تھے۔ میں نے ماں سے کہا مجھے بھی روٹی پکا کے دے۔ ماں نے کہا: ہم مسلمان ہیں۔ رمضان کا مہینہ ہے میں تجھے روٹی پکا کر نہیں دوں گی۔ میں نے پھر کہا ماں روٹی پکا دو۔ ماں نے پھر وہی جواب دیا۔

مجھے نشہ کی حالت میں غصہ آگیا۔ اور میں نے اپنی ماں کو اٹھا کر جلتے ہوئے تندور میں ڈال دیا۔ (استغفر اللہ) اس دن سے کوئی بھی کام کرتا ہوں غیب سے آواز آتی ہے، تیرا کوئی عمل قبول نہیں۔ نماز پڑھتا ہوں۔ آواز آتی ہے، تیری نماز قبول نہیں۔ حج کرتا ہوں۔ غیب سے آواز آتی ہے، تیرا حج قبول نہیں۔ الغرض جو بھی نیک کام کروں۔ غیب سے آواز آتی ہے، تیرا عمل قبول نہیں۔

حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے اس سے کہا۔ اے بدبخت تو نے اپنی جنت کو اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر جلا دیا۔ اب تیری بخشش ممکن نہیں۔ حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ابھی یہ بات ہو رہی تھی کہ اس نوجوان نے ایک چیخ ماری اور اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

فرماتے ہیں میں توبہ استغفار کرتے ہوئے۔ حرم واپس آگیا۔ مجھ پر نیند کا غلبہ طاری ہوا۔ نیند میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا۔ تو میرا کیسا ولی ہے جو لوگوں کو میری رحمت سے مایوس کرتا ہے۔

حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ یااللہ اس نے ایک ایسا گناہ کیا۔ جس کی معافی نہیں ہے۔ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا۔ اے مالک بن دینار تو دلوں کا حال نہیں جانتا۔ جب اس نوجوان کی موت آئی اس کی ایک ایسی کیفیت تھی۔ کہ میری رحمت کو جوش آگیا۔ اور میں نے فیصلہ کر لیا۔ کل قیامت کے دن میں خود ماں بیٹے کی صلح کراؤں گا۔ سبحان اللہ اللہ تعالیٰ کتنا رحیم و کریم ہے۔

زرا سوچیئے! وہ کیا منظر ہو گا۔ جب عدالت کی کرسی پر رب العالمین تشریف فرما ہو نگے۔ اور ماں بیٹے میں صلح کرارہے ہو نگے۔ لیکن آج کل ہم بوڑھے والدین کو گھر سے نکال دیتے ہیں۔ جب ان کا سہارا بننا ہو تو۔ ہم انہیں درد سر سمجھتے ہیں۔ لیکن وہ دن دور نہیں جب تمہاری اولاد بھی تمہارے ساتھ ایسا سلوک کر رہی ہو گی۔ اس وقت تمہیں پتہ چلے گا۔ کہ والدین کی کیا عظمت ہے۔

میں آپ حضرات کو سینکڑوں مثالیں دے سکتا ہوں۔ جنہوں نے اپنے والدین کو درد سر سمجھا۔ ان کی اولاد نے انہیں درد سر سمجھا۔ جنہوں نے والدین کو گھر سے نکال کر اولڈ ہاوس میں داخل کرایا۔ انہی کو ان کی اولاد نے اولڈ ہاوس داخل کرایا۔ آج بیوی کے کہنے پر تم اپنے والدین کو بوجھ سمجھتے ہو۔ بیوی کہے تو والدین کو نکال دو۔ حالانکہ بیوی سے زیادہ والدین کا تم پر حق ہے۔ ان کے تم پر احسانات ہیں۔ آج پوری زندگی ان کے احسانات اتارنے میں لگادو۔ لیکن والدین کا احسان نہیں اتار پاؤ گے۔

آج جیسا والدین کے ساتھ کروگے۔ کل اولاد سے ویسا ہی بھروگے۔ آج وقت ہے۔ان کی خوب خاطر مدارت کرلو۔ان سے دعائیں لے لو۔ ورنہ کل یہ وقت نہیں ملے گا۔ان سے پوچھو جن کے والدین اس دنیا میں نہیں ہیں۔وہ بتائیں گے والدین کی قدر کیا ہوتی ہے۔

جن کے والدین حیات ہیں۔ وہ اس موقع کو غنیمت سمجھیں۔اور ان کی خدمت کریں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسالم نے ارشاد فرمایا۔

اگر میں نماز میں ہوتا۔تو مجھے میری ماں آواز دیتی''اے محمد''(صلی اللہ علیہ وسلم)تو میں نماز چھوڑ کر۔ماں ماں کرتے ہوئے ماں کا حکم بجالاتا۔

اب اس سے بڑی میں ماں کی کیا شان بیان کروں۔اگر زندگی رہی پھر کبھی اس موضوع پر گفتگو کروں گا

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہمیں صحیح معنوں میں والدین کی خدمت کی توفیق نصیب فرمائے۔

اور ان کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھے۔اور جن کے والدین اس دنیا سے چلے گئے ان کی اولاد کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔آمین ثم آمین

قطع تعلقی قرآن و حدیث کی روشنی میں

جب ہم مل کر رہتے ہیں تو آپس میں ناراضگی اور شکایات ہو ہی جاتی ہے، مگر ان شکوے شکایت کو انا کا مسئلہ نہیں بنانا چاہیے بلکہ ایک دوسرے کو اللہ کی رضا کے لیے معاف کر دینا چاہیے، جو لوگ کسی چھوٹی یا بڑی بات پر قطع تعلقی کر لیتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔

اللہ رب العزت نے ہمیں قطع رحمی سے منع فرمایا ہے:

"اب کیا تم لوگوں سے اس کے سوا کچھ اور توقع کی جا سکتی ہے کہ تم الٹے منہ پھر گئے تو زمین میں پھر فساد برپا کرو گے اور آپس میں قطع رحمی کرو گے۔ یہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالی نے لعنت کی اور ان کو اندھا اور بہرا کر دیا۔" (القرآن)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعُ رَحِمٍ

"قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔" (بخاری)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

"اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجیے جس سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ کی عبادت کرو،اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو اور رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کرو۔"(بخاری)

آج کل لوگ دنیاوی معاملات کی وجہ سے ایک دوسرے سے تعلق ختم کر کے بیٹھ جاتے ہیں۔

شاید انہیں علم نہیں ہوتا کہ قطع تعلقی کی وجہ سے کتنا بڑا نقصان ہے۔ جیسا کہ شعب الایمان میں ایک روایت ہے کہ :

"رحمت اس قوم پر نازل نہیں ہوتی جس میں قاطع رحم ہو۔"

یہی وجہ تھی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کسی ایسی مجلس میں اللہ تعالی سے دعا کرنے پر تیار نہیں ہوتے تھے جس میں قطع تعلقی کرنے والا موجود ہوتا، کیونکہ اس کی وجہ سے رحمت اور دعا کی قبولیت رکنے کا خدشہ ہوتا تھا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک دن فجر کی نماز بعد ایک حلقے میں بیٹھے تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا:

"میں قطع رحمی کرنے والے کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ وہ ہماری مجلس سے اٹھ جائے، کیونکہ ہم اپنے رب سے دعا کرنا چاہتے ہیں اور آسمان کے دروازے قطع تعلقی کرنے والے کے لیے بند ہیں۔" (طبرانی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"کسی آدمی کے لیے جائز نہیں کہ کسی مومن سے تین دن سے زیادہ بولنا چھوڑ دے، جب تین دن گزر جائیں اور اس سے ملاقات ہو تو اسے سلام کرے، اگر وہ سلام کا جواب دے تو دونوں ثواب میں شریک ہونگے، لیکن اگر وہ سلام کا جواب نہ دے تو سلام کرنے والا ترک تعلق کے گناہ سے بری ہو جائے گا۔" (الادب المفرد)

ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی محفل میں فرمایا

"میں ہر قطع تعلقی کرنے والے کو سختی سے کہتا ہوں وہ اس محفل سے چلا جائے۔" پہلے تو کوئی نہیں اٹھا مگر جب آپ رضی اللہ عنہ نے یہی الفاظ تین دفعہ دہرائے تو ایک نوجوان کھڑا ہوا اور محفل سے چلا گیا۔ یہ محفل درس کی محفل تھی۔ وہ نوجوان شرمندہ تھا کیونکہ اس نے اپنی ایک پھوپھی سے دو سال سے قطع تعلق کیا ہوا تھا۔ وہ نوجوان سیدھا اپنی پھوپھی کے پاس گیا پھوپھی اسے دیکھ کر حیران ہوئی اور پوچھا "آج کیسے آ گئے؟" نوجوان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی تمام بات بتلائی۔ پھوپھی نے کہا حضرت سے پوچھو انہوں نے ایسا کیوں کہا؟ وہ نوجوان حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور سوال دہرایا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بنی آدم کے اعمال اللہ تعالی کی بارگاہ میں ہر جمعرات کی شام (شبِ جمعہ) کو پیش کیے جاتے ہیں۔اس وقت قطع تعلقی کرنے والے کا عمل قبول نہیں کیا جاتا۔"(الادب المفرد)

اللہ پاک ہم کو اس برے فعل سے بچائے اور صلح رحمی کی توفیق نصیب فرمائے۔

آمین ثم آمین۔